فضائل ○ مسائل ○ واقعات

حضرت مولانا فضل محمد صاحب

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
بنوری ٹاؤن کراچی

کتاب کا نام ـــــــــــــــــــ دعوت جہاد

مصنف ـــــــــــــــــــ مولانا فضل محمد یوسف زئی

طبع ـــــــــــــــــــ اول

تعداد ـــــــــــــــــــ ایک ہزار

ناشر ـــــــــــــــــــ بیت الجہاد

تاریخ اشاعت ـــــــــــــــــــ اگست ۱۹۹۸ء

ملنے کے پتے

۱۔ فضل محمد استاذ جامعۃ علوم اسلامیہ نوری ٹاؤن کراچی ۵

۲۔ درخواستی کتب خانہ بنوری کتب خانہ بالمقابل جامعہ علوم الاسلامیہ نوری ٹاؤن کراچی ۵۔

۳۔ دفتر حرکۃ المجاہدین جامع مسجد مصطفیٰ نزد عوامی کانٹا ہارون آباد کراچی

۴۔ دفتر حرکۃ المجاہدین میر انشاہ بنوں صوبہ سرحد۔

۵۔ کتاب گھر نزد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد ۴ کراچی۔

۶ دفتر ناظم آباد گول مارکیٹ کراچی۔

انتساب
اسلام کے اُن نامور سپوتوں، غازیوں — اور
شہیدوں کے نام جن کے مقدس خون
سے چار دانگِ عالم میں گلشنِ اسلام کی
آبیاری ہوئی۔
فضل محمد

شام اور فلسطین میں
اسلامی فتوحات
طوروس
سلوقیہ
قبرص
بحیرہ روم
حلب
صفین
انطاکیہ
طرطوس
طرابلس الشام
بیروت
بعلبک
حمص
صیدا
صور
عکا
دمشق
بصریٰ
اجنادین
یافا
عسقلان
العریش
فلسطین
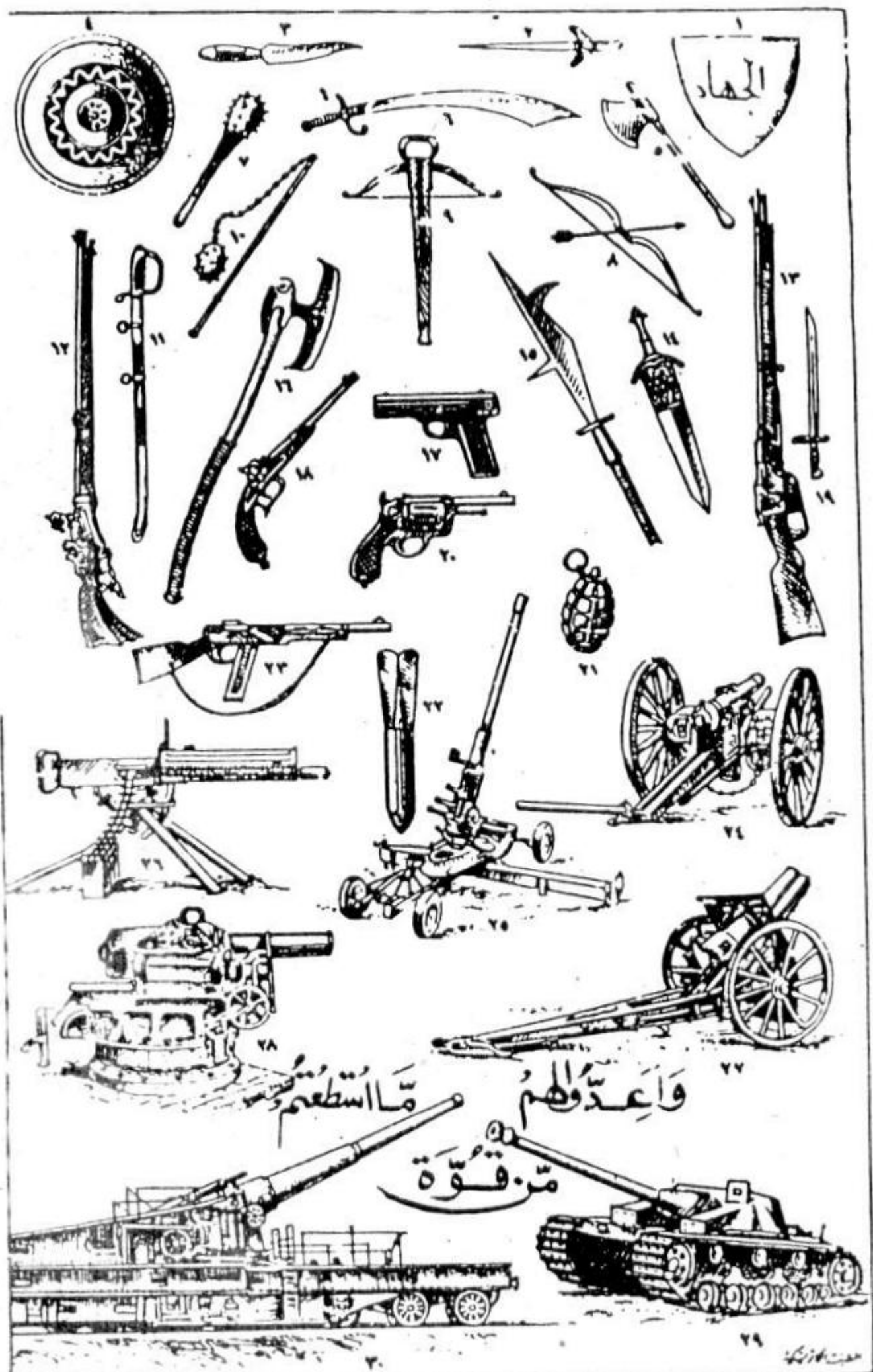
١ ترس • ٢ خنجر • ٣ خنجر • ٤ ترس • ٥ فأس • ٦ صفيحة • ٧ دبوس • ٨ قوس ونبل • ٩ قوس فولاذي •
١٠ دبوس جبار • ١١ سيف • ١٢ بارودة • ١٣ بندقية • ١٤ خنجر • ١٥ سنجة • ١٦ فأس • ١٧ فرد أوتوماتيكي •
١٨ فرد • ١٩ حربة • ٢٠ مسدس • ٢١ قنبلة يدوية • ٢٢ قنبلة الطائرات • ٢٣ بندقية رشاشة • ٢٤ مدفع
٢٥ مدفع ضد الطائرات • ٢٦ مدفع رشاش • ٢٧ مدفع • ٢٨ مدفع • ٢٩ دبابة مصفحة • ٣٠ دبابة قاطرة

وحدت امت جہاد۔ اور مرزایت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس نے مختلف فرقہ بندیوں کے باوجود مسلمانوں کی وحدت کو برقرار رکھا ہوا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کسی نئی نبوت کا تصور وحدت اسلام کو پارہ پارہ کرنے کے مترادف ہے۔

مرزائیت کی تحریک جو مذہبی روپ میں نمودار ہوئی دراصل مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد فنا کرنے اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی ایک خوفناک سازش ہے جو انگریزی دور حکومت میں تیار کی گئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی ساری زندگی انگریزوں کی قصیدہ خوانی میں گذری۔ مرزائیت کو ہم ایک ایسے درخت سے تشبیہہ دے سکتے ہیں جس کی آبیاری اور حفاظت اپنی سیاسی مصلحت کے تحت انگریز کرتے رہے اور جب تک وہ یہاں رہے اس کے برگ و بار سے متمتع ہوتے رہے۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

سنہ ۱۹۵۷ء

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

دوسرا باب

پہلی فصل

عنوان	صفحہ

دوسری فصل

تیسری فصل

تیسرا باب

فضائل جہاد

پہلی فصل

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

تیسری فصل

چوتھی فصل

پانچواں باب

پہلی فصل

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

چھٹی فصل

ساتویں فصل

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

تیسری فصل

عنوان	صفحہ

چوتھی فصل

مقدمہ از مؤلف

الحمدلله الذی اعزالاسلام باولیائه و شید معالمه باصفیائه واتقیائه وصلحائه واذل الکفر والکفرة برسله وانبیائه هوالقادرالقهارالستارالجبارالحنان المنان۔

الملک الدیان هازم الاحزاب ومنزل الفرقان نقر بوحدانیته ونعلن بفردانیته الکبریاء ردائه والعظمة ازاره۔

احمده تعالی وله الحمد کما ینبغی لجلال وجهه وعظیم سلطانه۔

اللهم لک الحمد۔

کما ینبغی لجلال وجهک وعظیم سلطانک وظاهربرهانک والصلاة والسلام الاتمان الاکملان۔

علی سیدالانس والجان، صاحب الجمل الاحمر والسیف المشهرنبی الرحمة ورسول الملاحم۔

جیش الانبیاء والمرسلین وامام المجاهدین اشجع بنی عدنان وافصح بنی قحطان، وعلی اله۔

واصحابه الذین رفعوا لواء الاسلام علی سائر الادیان ففتحوا البلدان متقلدی السیوف وحاملی القرآن۔

امابعد۔ فاعوذبالله من الشیطان الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم۔

(۱) لایستوی القاعدون من المومنین غیراولی الضرر و

المجاهدون فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم فضل اللہ المجاهدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ ۝ وکلا وعداللہ الحسنی ۝. و فضل اللہ المجاهدین علی القاعدین اجرا عظیما۔ (سورہ نساء ۹۵)

"برابر نہیں بیٹھے رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑنے والے ہیں اللہ نے بڑھادیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے بیٹھے رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں"۔

(۲) "اور تم کو کیا ہوگیا کہ لڑتے نہیں ہو اللہ کی راہ میں، اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب، نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ، اور کردے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی، اور کردے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار"۔

(۳) "جو لوگ ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں سو لڑتے ہیں شیطان کی راہ میں سو تم لڑو شیطان کے حمایتیوں سے بیشک شیطان کا فریب سست ہے"۔ (سورت النساء)

(۴) "کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہوجاؤ گے جنت میں؟ اور ابھی اللہ نے ظاہر نہیں کیا جو تم میں لڑنے والے ہیں اور ظاہر نہیں کیا ثابت قدم رہنے والوں کو"۔

(آل عمران)

(۵) "اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہوجائے حکم سب اللہ کا۔

اے نبی: مسلمانوں کو لڑائی کا شوق دلا،

اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کرسکو قوت سے اور پلے ہوئے

گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر،
اور دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے۔ (سورہ انفال)

(۶) "لڑو ان سے تاکہ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے اور ان کو رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے اور ٹھنڈا کردے مسلمانوں کے دل اور نکالے ان کے دل کی جلن اور اللہ توبہ نصیب کرے گا جس کو چاہے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا ہے۔

لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا، ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں ذلیل ہوکر اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے،

اے ایمان والو: لڑتے جاؤ: اپنے نزدیک کے کافروں سے اور چاہئے کہ ان پر تمہارے اندر سختی معلوم ہو

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔

اے ایمان والو: تم کو کیا ہوا؟ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ (جہاد) میں تو گرے جاتے ہو زمین پر کیا خوش ہوگئے آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر؟ پس دنیا کی زندگی کا نفع اٹھانا آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں مگر بہت تھوڑا اگر تم (جہاد کے لئے) نہ نکلو گے تو اللہ تم کو دردناک عذاب دے گا اور بدلے میں لائے گا تمہارے سوا اور لوگ اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے۔ (سوہ توبہ)

(۷) "فرض ہوئی تم پر لڑائی (جہاد) اور وہ بری لگتی ہے تم کو اور شاید کہ ایک چیز

تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور شاید ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے، اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا اور دین سے بچلانا (مرتد بنانا) مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے پھر شکست دی مؤمنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد علیہ السلام نے جالوت کو اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت اور حکمت عطا کی۔ (سورہ بقرہ)

(۸) "اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا مرگئے تو اللہ کی بخشش اور اس کی مہربانی اس چیز سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور تو ان لوگوں کو مردے نہ سمجھ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے۔ اگر تم مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے سامنے تم سب اکھٹے ہوں گے اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف سے۔ (سورہ آل عمران)

پس جب تم کافروں کے مقابل ہو تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کو قتل کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو (باقی ماندہ کو) پھر اس کے بعد یا تو بلامعاوضہ چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے ہتھیار نہ پھینک دیں یہ حکم (جہاد کا) بجالانا، اور اگر اللہ چاہتا تو (خود) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اللہ چاہتا ہے کہ تم میں ایک کا دوسرے سے امتحان کرے۔ (سورہ محمد)

محترم قارئین!!

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو نظام اسلام اتارا ہے وہ کامل و مکمل بلکہ اکمل ہے اور یہ قانون حیات انسانی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور اس قانون میں انسان کے ہر شعبہ زندگی کے ہر مسئلے کا واضح حل موجود ہے اس نے فرائض اور واجبات سے لے کر سنن و مستحبات تک ایک ایک حکم کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

معاملات ہوں یا عقائد و عبادات، اخلاقیات ہوں یا تمدن و معاشرات، قضاء و تحکیم ہو، یا تدبیر و سیاسیات، اقتصادیات ہوں یا معاشیات، ملکی خارجہ پالیسی ہو یا داخلہ پالیسی، نجی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی، خوشی کے احوال ہوں یا احوال غم، صلح ہو یا جنگ، الغرض مذہب اسلام ہر موقع و محل اور ہر سہل و مشکل کے حل کی ضمانت دیتا ہے کیونکہ یہ ابدی و دائمی ہمہ گیر اور مکمل ضابطہ حیات ہے الیوم اکملت لکم دینکم۔ کی آیت نے اُمّت مسلمہ کے روحانی اور مادی فوائد کی تکمیل کا ایسا عام اعلان کیا ہے کہ بد سے بدتر دشمن بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا ہے تاریخ و تمدن اور واقعات عالم نے اس کی تصدیق کی ہے کہ ہاں انسان کو انسانیت سکھانا اور اسے شریف انسان بنانا صرف مذہب اسلام کا کام ہے یورپ کے اہل کتاب یہود و نصاری نے اپنے مذہب کو سیاسیات و معاملات، اقتصادیات و معاشیات سے الگ کردیا، کلیسا اور اسٹیٹ کا طویل جھگڑا چلا مگر کلیسا نے آخرکار اپنی شکست تسلیم کرلی کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسا ہمہ گیر ضابطہ حیات نہیں تھا جو اس ہنگامہ خیز ایٹمی دور میں نوع انسانی کے گوناگوں مسائل کا حل پیش کرسکے، لہٰذا کلیسا اور اس کے چھوٹے بڑے پوپ میدان چھوڑ کر گوشہ نشین ہوگئے اور اسٹیٹ نے اپنی عقل ناقص کی روشنی میں قوانین وضع کرکے عیسائیوں کو ایسے تاریک راستے پر ڈال دیا کہ اب انسانیت اور شرافت نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں رہی بلکہ حیوانیت ان پر ایسی حاوی ہوگئی کہ حیوان بھی ان کی حرکات سے شرما جاتے ہیں لیکن اس کے برعکس مذہب اسلام الحمدللہ جدید سے جدید مسائل کا معیاری، معقول، معتدل اور ٹھوس حل پیش کرتا ہے اسلام کا انہی ہمہ گیر پہلوؤں میں سے ایک پہلو جہاد فی سبیل اللہ کا ہے اسلام میں جہاد کا بہت بڑا مقام ہے اور اس کے بہت زیادہ فضائل ہیں چونکہ اس میں بڑی قربانی دینا پڑتی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جان کی بازی لگانا پڑتی ہے اس لئے اس کا درجہ بھی بہت بڑا ہے قرآن کریم نے جہاد کے فضائل و مسائل اس کثرت سے بیان کئے ہیں کہ سورہ انفال اور سورہ توبہ دونوں کو ملا کر ایک جگہ تسلسل

کے ساتھ ڈیڑھ پارہ قرآن بنتا ہے۔

سورہ بقرہ میں جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے لئے کئی آیتیں ہیں سورہ آل عمران میں جنگ احد کے حوالے سے جہاد کے متعلق پانچ رکوع پر مشتمل ایک ربع پارہ قرآن اترا ہے سورہ نساء اور سورہ مائدہ میں بھی جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق کئی آیات موجود ہیں، سورہ احزاب میں ایک رکوع سے زیادہ قرآن جہاد فی سبیل اللہ اور جنگ خندق اور جنگ بنو قریظہ کے متعلق اترا ہے اسی طرح سورہ محمد مکمل طور پر حکم جہاد میں آئی ہے جس کا دوسرا نام سورۃ القتال ہے پھر سورہ فتح کو دیکھئے وہ بھی مکمل طور پر اسی مقدس فریضہ کے متعلق آئی ہے پھر سورہ صف کو دیکھئے کہ مجاہدین کی صف بندی اور کفار سے لڑنے کو بطور اعزاز ذکر کیا گیا ہے سورہ ممتحنہ، سورۃ حشر اور سورہ حدید بھی جہاد کے اس عظیم فریضے پر مشتمل ہیں پھر سورہ عادیات کو دیکھئے کہ مجاہدین کے گھوڑوں کی ہر ادا کو اللہ تعالیٰ نے کس عظمت کے ساتھ ذکر فرما کر جہاد کی کس طرح ترغیب دے کر مجاہدین کی کس طرح حوصلہ افزائی کی ہے؟ آخر میں اللہ تعالیٰ نے سورہ نصر میں جہاد کے عالم پر اچھے اثرات پڑنے اور انسانوں کا دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے اور دین اسلام کا جہاد مقدس کے ذریعہ سے اپنے مشن میں پایہ تکمیل تک پہنچنے کا کس شاندار انداز سے تذکرہ کیا ہے قرآن عظیم کے علاوہ احادیث مقدسہ میں سینکڑوں احادیث ایسی پائی جاتی ہیں جن میں جہاد کے فضائل و مسائل اور اس کی حیثیت اور مقام کا تذکرہ موجود ہے حدیث کی کوئی کتاب ایسی نہیں ملتی ہے جس میں جہاد کے متعلق کثیر مقدار میں احادیث نہ ہوں اور وہ کتاب مباحث جہاد سے خالی ہو پھر اس کے بعد فقہاء کرام نے بھی جہاد مقدس کے مسائل و فضائل کو اپنی کتابوں میں نمایاں مقام دیا ہے فقہ کی تمام کتابیں اور سارے فتاوی کو اگر دیکھا جائے تو یہ کتابیں جہاد کے احکامات سے مزین اور اس کے مسائل سے مبرہن ہیں گویا کہ سلف صالحین کا دور جہاد کا ایک عظیم الشان دور تھا جہاد کے عملی میدان میں ہزاروں صحابہ کرام اور تابعین نے حصہ لیا اور شہید ہوئے اس

لئے ان کے زمانے میں جہاد کی تشریحات، توضیحات اور تفصیلات نہایت بسط و شرح کے ساتھ وجود میں آئیں اور خیرالقرون سے لے کر آٹھویں صدی ہجری تک اس اُمت کے غلبے اور جہاد کے ولولے کا زمانہ تھا اور سینکڑوں کتابیں وجود میں آئیں چند کتابوں کے نام ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ جان سکیں کہ واقعی اُمت محمدیہ کے علماء نے اُمت مرحومہ کی صحیح رہنمائی اور بہترین خیر خواہی کی ہے۔

جہاد کے موضوع پر علماء کی تصنیفات

(۱) الآداب الحقیقیۃ فی معتبرات البندوقیہ	شیخ حسین بن محمد رحمہ اللہ
(۲) الاجتہاد فی اقامۃ فرض الجہاد	ابن عساکر رحمہ اللہ
(۳) کتاب الجہاد	عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ
(۴) الاجتہاد فی الجہاد	مؤلف نامعلوم رحمہ اللہ
(۵) الاجتہاد فی طلب الجہاد	حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
(۶) الاجتہاد فی فضل الجہاد	محمد بن یوسف رحمہ اللہ
(۷) احکام الجہاد	بہاء الدین بن شداد رحمہ اللہ
(۸) ادب الملوک و کفایۃ المملوک	محمد بن منصور رحمہ اللہ
(۹) ارشاد العباد الی طریق الجہاد	احمد فخرالدین رحمہ اللہ
(۱۰) الاعتماد فی الجہاد	محمد بن سعید اندلسی رحمہ اللہ
(۱۱) الاعتماد فی الجہاد	محمد عارف بن سعید رحمہ اللہ
(۱۲) امضاض السہاد فی افتراض الجہاد	محمد بن یعقوب رحمہ اللہ
(۱۳) الانجاد فی الجہاد	عبدالرحمن بن نجم رحمہ اللہ
(۱۴) بغیۃ القاصدین بالعمل فی المیادین	محمد بن امیر رحمہ اللہ
(۱۵) بغیۃ الوقاد فی التعریف بہمۃ الجہاد	قاسم بن محمود رحمہ اللہ
(۱۶) الترغیب فی الجہاد	محمد بن عبدالرحمن رحمہ اللہ

(۱۷) تجنید الاجناد و جهاد الجهاد	محمد بن ابراہیم بن جماعہ رحمہ اللہ
(۱۸) تشویقات الجیاد فی الغزو و الجهاد	عبدالرزاق بن عبدالفتاح رحمہ اللہ
(۱۹) توطئۃ الجهاد فی فضل الجهاد	نورالدین علی رحمہ اللہ
(۲۰) الجهاد	علی بن طاہر رحمہ اللہ
(۲۱) الجهاد	ابن اثیر رحمہ اللہ
(۲۲) الجهاد	ابن عساکر رحمہ اللہ
(۲۳) الجهاد	ابن ابی عاصم رحمہ اللہ
(۲۴) الجهاد	محمد بن احمد اسکافی رحمہ اللہ
(۲۵) الجهاد	حمد بن محمد الخطابی رحمہ اللہ
(۲۶) الجهاد	محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ
(۲۷) الجهاد	للصفار محمد بن الحسن رحمہ اللہ
(۲۸) الجهاد	محمد بن مسعود رحمہ اللہ
(۲۹) الجهاد	للقرطبی ثابت بن نذیر مالکی رحمہ اللہ
(۳۰) الجهاد و فضائلہ	محمد بن علاء الدین رحمہ اللہ
(۳۱) الحرب	لابن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ
(۳۲) حروب الاسلام	عبدالمالک بن حبیب رحمہ اللہ
(۳۳) الحروب والسیاسۃ	محمد بن عبدالکریم
(۳۴) الارشاد فی فضائل الجهاد	محمد شمعی رحمہ اللہ
(۳۵) السعی المحمود فی نظام الجنود	عبدالقادر بن احمد رحمہ اللہ
(۳۶) سفرۃ الزاد لسفرۃ الجهاد	محمود آلوسی رحمہ اللہ
(۳۷) السیر والجهاد	ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ
(۳۸) الشجاعۃ و ثمرتها	محمد بن احمد رحمہ اللہ
(۳۹) صفات الحرب والسلاح	ابوہلال عسکری رحمہ اللہ
(۴۰) علم الالات الحربیۃ	بنی موسیٰ رحمہ اللہ
(۴۱) الغزو و فضائل الجهاد	محمد بن عمر رحمہ اللہ

(۴۲) فردوس المجاهدین	جلال الدین رحمہ اللہ
(۴۳) الفروسیۃ	ابن قیم رحمہ اللہ
(۴۴) الفروسیۃ برسم الجہاد	نجم الدین رحمہ اللہ
(۴۵) فضائل الجہاد	ابن شداد رحمہ اللہ
(۴۶) فضائل الجہاد	حسام الدین رحمہ اللہ
(۴۷) فضائل الجہاد	ولی الدین رحمہ اللہ
(۴۸) فضائل الرمی فی سبیل اللہ	ابن قراب
(۴۹) فضل الجہاد	علی بن ابراھیم رحمہ اللہ
(۵۰) فضل الجہاد	علی محمد ابن احمد رحمہ اللہ
(۵۱) فلک السعادہ فی فضل الجہاد والشہادۃ	عبدالھادی رحمہ اللہ
(۵۲) القسی والنبال والسہام	ابو حاتم رحمہ اللہ
(۵۳) کتاب الجہاد	ابراھیم بن حماد رحمہ اللہ
(۵۴) کتاب الجہاد	داؤد بن علی رحمہ اللہ
(۵۵) مرشد الاجناد فی آلات الجہاد	محمد بن ابراھیم رحمہ اللہ
(۵۶) مستند الاجناد فی آلات الجہاد	محمد بن ابراھیم رحمہ اللہ
(۵۷) المشید فی علم الرمی	ابو بکر بن یوسف رحمہ اللہ
(۵۸) معرفۃ الرمی بالسہام	عبدالقادر بن یوسف رحمہ اللہ
(۵۹) مفتاح البلاد فی فضائل الجہاد	محمد بن علان رحمہ اللہ
(۶۰) منیۃ العابدین فی فضل المجاہدین	محمد بن زین العابدین رحمہ اللہ
(۶۱) وسیلۃ العباد فی فضیلۃ الجہاد	قطب الدین رحمہ اللہ
(۶۲) الجہاد	حافظ سعید بن منصور رحمہ اللہ
(۶۳) فضل الجہاد	محمد بن طیب رحمہ اللہ
(۶۴) فضل الجہاد	حافظ عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ
(۶۵) فضائل الجہاد	طاہر بن نصر اللہ رحمہ اللہ
(۶۶) فضل الجہاد والمجاہدین	شمس الدین رحمہ اللہ

(۶۷) فضائل الجہاد	یوسف بن رافع موصلی رحمہ اللہ
(۶۸) بغیۃ المرتاد فی تعریف الجہاد	ابو القاسم بن طیلسان رحمہ اللہ
(۶۹) احکام الجہاد و فضائلہ	عز بن عبد السلام رحمہ اللہ
(۷۰) المغازی	محمد بن عمرو واقدی رحمہ اللہ
(۷۱) مشارع الاشواق الی مصارع العشاق	ابن النحاس رحمہ اللہ
(۷۲) تحفہ الطالبین فی الجہاد و المجاہدین	تقی الدین عبد الغنی رحمہ اللہ
(۷۳) سیر کبیر	امام محمد رحمہ اللہ
(۷۴) سیر صغیر	امام محمد رحمہ اللہ

یہ چند کتابوں کے وہ نام ہیں جو میرے علم میں آئے اور جن کی فہرست بعض کتابوں نے دی ہے اس کے علاوہ وہ کتابیں جن کے متعلق ہمیں معلوم نہیں ہو سکا بہت زیادہ ہو سکتی ہیں گویا سلف صالحین کا دور اور اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری تک کا زمانہ جہاد کے لئے بسط و شرح کا زمانہ تھا حکمرانوں کے ہاں جہاد کے امور سب سے مقدم ہوتے تھے تو عامۃ المسلمین نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا اور اپنے رب کو راضی کیا اور اپنے دین اور قانون الٰہی کو دنیا کے تمام قوانین پر غالب کر کے رکھا اس فضا اور اس ماحول میں لکھنے والے اہل قلم علماء کے حوصلے بھی بلند تھے کیونکہ وہ اپنے قانون اسلام کے غلبے کی وجہ سے غیر مسلم اقوام کے لئے قابل تقلید اور نمونہ بننے کی پوزیشن میں تھے اس لئے انہوں نے کھل کر اسلام کے اس بنیادی حکم جہاد کے متعلق ایسا لکھا جیسا کہ لکھنا چاہئے تھا ایک ولولہ تھا ایک جوش تھا ایک جذبہ تھا۔ جہاد کا دور دورہ تھا مسلمان شان و شوکت کی زندگی گذار رہے تھے اور وہ پوری دنیا کے لئے آقا کی حیثیت رکھتے تھے جو دنیا کی دوسری قوموں کے الجھے ہوئے مسائل سلجھایا کرتے تھے ان کا اسلام اور نظام اسلام بھی کامل اور مکمل طور پر غالب تھا، آزاد تھا جو پوری دنیا کے لئے رہنما کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے دین اسلام ایک پر کشش مذہب تھا اور لوگ امن و انصاف اور خوشی و خوشحالی کی غرض سے اسلام

کے سائے تلے آتے تھے اور اسلام عالم میں روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا۔

عروج کے بعد زوال

اسلام کے اس عروج کے بعد آٹھویں صدی سے تنزل و زوال اور پستی کے آثار آہستہ آہستہ نمودار ہونا شروع ہو گئے حکمرانوں میں جہاد کا جذبہ ماند پڑ گیا جس کا براہ راست اثر عامۃ المسلمین پر پڑا وہ بھی کمزوری دکھانے لگے تو عام فضا پر ایک قسم کا جمود طاری ہو گیا اور جہاد کے بسط و شرح کے زمانے کے بعد اس پر قبض و جمود کا دور شروع ہو گیا اس مایوس کن ماحول میں علماء بھی عموما معاشرہ کے رنگ میں رنگ گئے اور جو کمزوری عوام میں آئی تھی وہ طبقہ علماء میں بھی ایک حد تک آگئی اب علم کے میدان میں جہاد اور اس کے انواع و اقسام، غزوات اور اس کے فضائل و آداب، جہاد اور مجاہدین کی حوصلہ افزائی اس طرح جمود کا شکار ہو گئی کہ سنن و مستحبات پر تو علمی میدان میں بڑا کام شروع ہو گیا مستحبات و آداب کو تو قابل توجہ سمجھا گیا علوم آلیہ اور فنون پر تو مسلسل تصنیفات وجود میں آئیں علم ہیئت و ہندسہ اور علم فلسفہ و منطق پر تو کتابوں کے ڈھیر لگ گئے حیض و نفاس اور آداب مباشرت و جماع پر تصنیفات وجود میں آئیں لیکن مذہب کی اس ریڑھ کی ہڈی اور اسلام کی اس دفاعی لائن جہاد فی سبیل اللہ کو شعوری یا غیر شعوری طور پر اس طرح پیچھے دھکیل دیا گیا کہ اس رکن رکین پر مستقل تصنیف کو ضروری ہی نہیں سمجھا گیا اس کا لازمی نتیجہ جو نکلنے والا تھا وہ نکل گیا کہ مسلمانوں کی اجتماعیت پارہ پارہ ہو گئی اور یہود و نصاریٰ نے ان کی خلافت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا اب ایک مسلمان ملک کا مسلمان باشندہ دوسرے مسلمان ملک میں داخل ہونے کے لئے ویزا اور پاسپورٹ حاصل کئے بغیر وہاں قدم نہیں رکھ سکتا اس سازش کے تحت انگریز نے مسلم علاقوں میں قدم جمانے شروع کئے اور اس نے برصغیر پر قبضہ جما لیا انگریز کو معلوم تھا کہ مسلمانوں میں جو جذبہ جہاد ہے یہی وہ اسپرٹ ہے جس سے مسلمانوں کی ثقافت، کلچر

اور مذہب و تمدن، ان کی شان و شوکت محفوظ اور برقرار ہے چنانچہ انگریز نے اس جذبہ کو ختم کرنے کے لئے برصغیر میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو میدان میں لا کھڑا کیا اور اس شخص نے سارا زور جہاد کے منسوخ اور موقوف کرنے پر دیا چنانچہ وہ خود لکھتا ہے۔

میرے مرید

یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار ہے۔ (تبلیغ رسالت جلدے صفحہ ۱۷)

سخت نادان بد قسمت اور ظالم

جو لوگ مسلمانوں میں ایسے بدخیال، جہاد اور بغاوت کے، دلوں میں مخفی رکھتے ہیں میں ان کو سخت نادان اور بد قسمت ظالم سمجھتا ہوں۔ (تریاق القلوب صفحہ ۲۶)

خدا اور رسول کا نافرمان

جب سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ (منارۃ المسیح ص ب ت)

پچاس الماریاں

میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکھٹی کی جائیں تو پچاس الماریاں

ان سے بھر سکتی ہیں۔ (تریاق القلوب صفحہ ۲۵)

بعض احمق

بعض احمق اور نادان یہ سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اس سے جہاد کیسا؟

(شہادت القرآن صفحہ ۸۶)

جہاد کا فتویٰ فضول ہے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتوی فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۹)

ظالم انگریز نے جذبہ جہاد کو ہم مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کے لئے ایک اور شخص کو بھی استعمال کیا اور ان کو سر کا خطاب دے کر سرسید احمد خان بنایا اس شخص نے ہندوستان کے مجاہدین علماء کے خلاف بہت زیادہ زہر اگلا تاکہ انگریز کے خلاف جہاد کا جذبہ ٹھنڈا پڑ جائے چنانچہ ایک خط کے چند جملے ملاحظہ فرمائیں جو اس نے بانی

دارالعلوم دیوبند حضرت قاسم نانوتوی، حضرت گنگوہی اور حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے حق میں استعمال کئے ہیں،

"غور کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں جن لوگوں نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ہے ایسے خراب، اور بدرویہ اور بداطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری، تماش بینی اور ناچ و رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدائے جہاد گنے جاسکتے تھے سب جانتے ہیں کہ سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا اس میں خیانت کرنا (یعنی لوٹ مار کرنا) ملازمین کا نمک حرامی کرنا (یعنی ترک موالات کرنا) مذہب کی رو سے درست نہ تھا پھر کیونکر یہ ہنگامہ "غدر" جہاد ہو سکتا تھا ہاں البتہ چند بدذاتوں نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورے کرنے اور جاہلوں کے بہکانے کو اور اپنے ساتھ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام دے دیا پھر یہ بات بھی مفسدوں کی حرام زادگیوں میں سے ایک حرام زادگی تھی نہ واقع میں جہاد"۔

(بحوالہ علماء ہند کا شاندار ماضی جلد ۴ صفحہ ۱۹۸)

جذبہ جہاد کے ماند پڑ جانے کے بعد انگریز شیر ہوگیا اور وہ آقا کی حیثیت سے اوپر آیا اور مسلمان غلاموں کی حیثیت سے نیچے رہے انگریز نے کھلونے کے طور پر مسلمانوں سے کھیلنا شروع کیا اور ان کو آپس میں لڑاتے لڑاتے نیست و نابود کر کے رکھ دیا یہی وہ دور تھا جس میں جہاد کا تعارف دہشت گردی، بداخلاقی اور ڈاکہ زنی سے کیا گیا اس فضا میں کسی کا اس طرف خیال جانا بھی محال تھا کہ وہ جہاد کے متعلق کچھ لکھے یا تقریر کرے کیونکہ یہ جہاد پر مکمل جمود اور قبض کا زمانہ تھا اسی ناامیدی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ مسئلہ زندہ ہوجائے تو افغانستان کے غیور مسلمانوں نے روس کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور دنیا کے دوسرے مسلمانوں نے ثواب کی غرض سے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا غیر مسلم ممالک نے بھی روس کے دفع کرنے کو ضروری سمجھا اس طرح جہاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے سویت یونین کو پارہ پارہ کردیا اور جہاد کا مسئلہ عوام و خواص میں بیدار ہوا اب علماء نے علمی میدان

میں بھی قلم اٹھایا کہ جہاد پر کچھ لکھیں ماحول سازگار تھا معاشرہ میں جہاد کی پذیرائی تھی اسی لئے جہاد پر تصنیفی اور علمی کام کرنے کا ایک سنہری موقع ہاتھ آگیا چنانچہ اس موضوع پر سب سے زیادہ علمی اور تصنیفی کام ڈاکٹر عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ نے کیا اور اسی طرح دوسرے علماء اور مجاہدین ساتھیوں نے جہاد کی اشاعت، اس کے فضائل و مسائل اور اس کا مقام خوب واضح کیا اور الحمدللہ اب تک کر رہے ہیں، مجھ ناچیز کو آج سے تین سال قبل بعض انتہائی مخلص اور ذمہ دار ساتھیوں نے فرمایا تھا کہ جہاد کے موضوع پر ایک ایسی کتاب ہونی چاہئے جو جامع ہو اور جس کو مجاہدین ساتھی تعلیم جہاد اور تعلیمی حلقوں میں استعمال کر سکیں میں نے اس کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کام مجھ نالائق کا نہیں ہے اس کے بعد گاہ بگاہ مختلف احباب اس طرف توجہ دلاتے رہے اور میں ٹالتا رہا یہاں تک کہ مارچ ۱۹۹۶ء میں میرے ایک نہایت ہی محترم اور مخلص محسن ساتھی نے مجھے تقریباً مجبور ہی کر دیا کہ میں بغیر کسی تاخیر کے اس کام کو شروع کروں چنانچہ اپنے آپ کو اس مقام اور اس کام کے لئے نااہل سمجھتے ہوئے اللہ کا نام لے کر کام شروع کیا اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے امید کرتا ہوں کہ وہ اس نالائق کی مدد فرمائے گا اور جب اس کی مدد شامل حال ہوگی تو پھر ہر کام مقبول اور آسان ہوگا، میں اس کتاب میں جہاد کے تمام مسائل و فضائل اور تمام مباحث پر ان شاء اللہ مختلف کتابوں سے مواد جمع کر کے بحث کروں گا لیکن بنیادی طور پر میں علامہ احمد بن ابراہیم بن محمد الدمشقی الدمیاطی المشہور بہ "ابن نحاس" الشہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مشارع الاشواق الی مصارع العشاق" کو مدنظر اور پیش نظر رکھوں گا ترتیب ابواب اور عنوانات اسی کے مطابق ہوں گے اللہ تعالیٰ سے نہایت عاجزانہ سوال کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب میں میری مدد فرمائے اور اسے قبول فرما کر مقبول خاص و عام بنائے اور اسے ہمارے لئے دنیا و آخرت میں نافع بنائے۔

آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی خیر
خلقه محمد وعلی آله وصحبه اجمعین

العبد الفقیر فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی
استاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵ پاکستان

۳۰ مارچ ۱۹۹۶ء

اے لشکرِ اسلام کے جانباز جیالو

پھر کفر نے سر اپنا اُٹھایا ہے جوانو
پھر ظلم نے اندھیر مچایا ہے جوانو
باطل نئی قوت سے پھر آیا ہے جوانو
اب تم بھی چمکتی ہوئی تلوار نکالو
اے لشکرِ اسلام کے جانباز جیالو

قرآن کی تعلیم کو معیار بنا کر
اللہ کے دربار میں سر اپنا جھکا کر
پھر وجد میں اک نعرۂ تکبیر لگا کر
میداں میں بڑھو بڑھ کے قدم اپنے جما لو
اے لشکرِ اسلام کے جانباز جیالو

(بقیہ صفحہ ۱۰۲)

پہلا باب

جہاد کی تعریف

① عن عمرو بن عبسة رضی الله عنه قال قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم وماالجهاد؟ قال ان تقاتل الکفار اذا لقیتهم قیل فای الجهاد افضل؟ قال من عقر جواده واهریق دمه۔
(کنز العمال جلد ا صفحہ ۲۷ و طبرانی و مسند احمد)

"حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ جہاد کیا چیز ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد یہ ہے کہ تم بوقت مقابلہ کفار سے لڑائی لڑو پوچھا گیا کہ افضل ترین جہاد کون سا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کا جہاد سب سے افضل ہے جس کا گھوڑا مارا جائے اور پھر خود اس کا خون بہایا جائے"۔

② قال وماالجهاد؟ قال ان تقاتل الکفار اذا لقیتهم ولا تغل ولا تجبن۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان و رواہ کنز العمال جلد ا صفحہ ۷۶)

"ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کیا چیز ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد یہ ہے کہ تم بوقت مقابلہ کفار سے لڑائی لڑو اور اس راستہ میں نہ خیانت کرو اور نہ بزدلی دکھاؤ"

③ الجهاد بکسر الجیم اصله لغة هو المشقة وشرعا بذل الجهد فی قتال الکفار۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴)

"جہاد کسرہ جیم کے ساتھ لغت میں محنت و مشقت کے معنیٰ میں ہے اور اصطلاح

شریعت میں کفار سے لڑنے میں اپنی پوری طاقت استعمال کرنے کا نام جہاد ہے"۔

فائدہ مذکورہ بالا جہاد کی شرعی تعریفات ہیں ہر تعریف میں کفار سے لڑنے اور لڑائی کا ذکر ہے نیز ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں جہاد کی تعریف اس طرح کی ہے "اپنی پوری توانائی کو کفار سے لڑنے میں صرف کرنے کا نام شریعت میں جہاد ہے"۔ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مفردات القرآن میں جہاد شرعی کی اس طرح تعریف کی ہے "اپنی پوری طاقت کفار کے مار بھگانے میں صرف کرنے کا نام جہاد ہے" کتاب شرعۃ الاسلام کی شرح میں جہاد کی اس طرح تعریف کی ہے "دین کے دشمنوں کو مغلوب کرنے اور کفار سے لڑنے کا نام جہاد ہے" اسی طرح قاموس نے یہ تعریف کی ہے "دشمنان اسلام سے لڑنے کا نام جہاد ہے" ان تمام تعریفات کے پیش نظر ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جہاد کے اسی شرعی مفہوم کو اپنائے، کیونکہ شریعت میں احکام کا مدار شرعی اصطلاحی مفہوم پر رکھا گیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی کو جہاد سمجھ کر کفار کے مقابلے کے لئے مسلح ہو کر نکلا کرتے تھے اور پھر میدان میں بڑے بڑے مقابلے ہوتے تھے انہوں نے جہاد کے لغوی معنی کو نہیں دیکھا کہ جہاد صرف مشقت اور محنت کا نام ہے جس میں کفار سے لڑنے اور مقابلہ کرنے اور تلوار اٹھانے کی کبھی نوبت ہی نہیں آتی شرعی احکام میں لغوی مفہوم اختیار کرنے سے بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے مثلاً کوئی شخص صلوۃ کے لغوی مفہوم کو اپنا کر کہتا ہے کہ صلوۃ کے معنی دعاء ہے میں صرف دعاء کروں گا نماز نہیں پڑھوں گا یا صوم یعنی روزہ کا مفہوم تھوڑی دیر کے لئے کھانے پینے سے رکنا ہے اب ایک شخص کچھ وقت کے لئے کھانے پینے سے رک جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ بس روزہ ہو گیا یا کوئی شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ زکوٰۃ پاکیزگی کا نام ہے اور میں یہ پاکیزگی کسی اور طرح سے حاصل کرلوں گا یا حج کا لغوی مفہوم قصد کرنا ہے اب ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے گھر جانے کا قصد کرلیا ہے مسجد وغیرہ جانے کا قصد کرلیا ہے بس اب حج ہو گیا تو دیکھئے لغوی مفہوم مراد لینے سے

کتنا بڑا نقصان ہوا کہ شریعت کے اصل حکم سے یہ شخص محروم رہ گیا اور لغوی مفہوم سے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا اسی طرح جہاد کو صرف مشقت اور محنت کا نام دے کر کفار سے لڑنے کے لئے نہ نکلنا اپنا ہی نقصان کرنا ہے، دیکھئے ذکری فرقہ نے نماز کو ذکر کے مفہوم میں لیا اور اصل تعریف کو چھوڑ دیا تو پورے دین سے محروم ہوگئے۔

جہاد کی اقسام

﴿وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما﴾ (سورہ نساء ۹۶)

"اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو گھر میں بیٹھنے والوں کے مقابلہ میں اجر عظیم دیا ہے"۔

قرآن کریم کی اس آیت اور احادیث کی روشنی میں فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاد کی بڑی بڑی دو قسمیں بیان فرمائی ہے اور دونوں قسمیں فرض ہیں قسم اول کو فرض کفایہ کہتے ہیں اور قسم ثانی کو فرض عین کہا جاتا ہے فرض عین اور فرض کفایہ جہاد کے اپنے احوال کے تحت ہوتا ہے کہ حالات کبھی کبھی ایسے ہوجاتے ہیں کہ جہاد فرض کفایہ کے درجے میں چلا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی حالات اتنے سنگین ہوجاتے ہیں کہ ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہوجاتا ہے بہرحال دونوں حالتوں میں جہاد فرض کے درجے میں رہتا ہے فرض سے کم درجہ جہاد کا کوئی نہیں۔

قسم اول ــــ فرض کفایہ

جب مسلمانوں کو پورے عالم میں غلبہ اور شوکت حاصل ہو تو اس وقت فریضہ جہاد کو باقی اور جاری رکھنے کے لئے اور اسلام کو مزید پھیلانے کے لئے دنیا کے کسی حصہ میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو کفار کے ساتھ برسرپیکار اور جہاد میں

مصروف ہو اس وقت جہاد فرض کفایہ ہوجاتا ہے کہ ایک جماعت نے یہ کام جب سنبھال لیا تو باقی مسلمانوں کا ذمہ ساقط ہوجائے گا بشرطیکہ کفار کے مقابلے کے لئے یہ جماعت کافی ہو اور اگر دنیا کے تمام مسلمانوں نے جہاد کو یکسر چھوڑ دیا تو سارے کے سارے گناہ گار ہوجائیں گے صاحب ہدایہ نے لکھا ہے "ان ترکوا جمیعا اثم الکل" اگر تمام مسلمانوں نے عمل جہاد کو ترک کردیا تو سب گناہ گار ہوں گے اس قسم کی عبارات فقہ کی دوسری بڑی کتابوں اور فتاوی میں موجود ہیں جہاد کی اس قسم کو جہاد اقدامی بھی کہتے ہیں اور یہ فرض کفایہ ہوتا ہے اس کے لئے چند شرائط بھی ہیں۔

① والدین اور سرپرست کی اجازت، ② امارت شرعیہ، ③ بعض کے ہاں طاقت کا توازن، ④ دعوت الی الاسلام، یاد رہے جہاد سے پہلے جو دعوت کفار کو دی جاتی ہے اور جس پر جہاد موقوف ہوتا ہے اس دعوت کے تین جملے ہوتے ہیں، ① اسلام قبول کرو، ② ورنہ جزیہ ادا کرو، ③ نہیں تو پھر میدان جنگ میں لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ یہ دعوت بھی ان کفار کے لئے ضروری ہے جنہوں نے کسی طور پر اسلام کا نام نہ سنا ہو اور نہ اسلام سے واقف ہوں لیکن جن لوگوں کو ایک بار دعوت اسلام پہنچ چکی ہو یا انہوں نے کسی نشریاتی ذریعہ سے اسلام کا نام سنا ہو ان کو دوبارہ میدان جنگ میں دعوت دینا صرف مستحب ہے خلاصہ یہ کہ جہاد چونکہ کفار سے ہوتا ہے تو یہ دعوت بھی کفار ہی کے ساتھ خاص ہوگی اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ کسی مقام پر آئے گی قرآن عظیم کی مذکورہ آیت ہی سے علماء اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی نے جہاد کی اس قسم کو مستنبط کیا ہے کیونکہ آیت میں دو جماعتوں کا ذکر ہے اور دونوں مقبول ہیں ایک وہ جماعت ہے جو گھر میں بیٹھ کر عبادت اور دوسرے نیک کاموں میں مشغول رہتی ہے اور ایک وہ جماعت ہے جو جہاد کے لئے کفار کے مقابلے پر نکلی ہوئی ہے اب گھر میں بیٹھنے کی جب ان کو اجازت مل گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ ایک قسم جہاد کی وہ بھی ہے جس سے کچھ لوگ پیچھے بھی رہ سکتے ہیں اور وہی فرض

کفایہ ہے اب نکلنے والے مجاہد ہوئے اور ان کا بہت بڑا درجہ ہوا اور بیٹھنے والے اس وقت مجاہد نہیں ہوئے اور ان کا درجہ بھی کم رہا اگرچہ وہ تمام عبادات میں مشغول تھے اس آیت سے دو باتیں واضح ہوگئیں ایک یہ کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں ان میں ایک فرض کفایہ ہے دوسری بات یہ سمجھ میں آئی کہ ہر عابد اور جہاد کے علاوہ دوسرے نیک اعمال کرنے والے کو مجاہد نہیں کہا جاسکتا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں اس طرح لکھا ہے:

"اس سے معلوم ہوگیا جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں یعنی اگر مسلمانوں کی کافی مقدار اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے"۔ (تفسیر عثمانی ۱۲۲)

اسی قسم کا مضمون اس آیت کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے (سورہ آل عمران آیت نمبر۱۰۴) ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یعنی چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت بلاتے نیک کام پر اور حکم کرتے پسند بات کو اور منع کرتے ناپسند کو اور وہی پہنچے مراد کو۔ اس آیت کے تحت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کا تقید رکھنے کو تا خلاف دین کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم ہوں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے موسی بدین خود عیسی بدین خود یہ راہ مسلمانی کی نہیں"۔ (موضح القرآن صفحہ۱۰۱)

قسم دوم — فرض عین جہاد

اور اگر کفار مسلمانوں کے کسی علاقے پر چڑھائی کرتے ہیں لوگوں کو مار بھگاتے ہیں اور عزت و مال کو لوٹ لیتے ہیں اور مسلمان دفاعی پوزیشن میں ہوتے ہیں تو اس وقت جہاد کی یہ قسم دفاعی اور فرض عین ہوجاتی ہے یہ جہاد پہلے قرب و جوار کے لوگوں پر فرض عین ہے اگر وہ ناکافی ہوں تو رفتہ رفتہ پورے عالم اسلام کے مسلمانوں پر فرض عین ہوجاتا ہے جہاد کی اس قسم کے لئے شرائط نہیں ہیں، بس نفیرعام پر سب مسلمانوں کو نکلنا ہوگا غلام کو آقا سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں نہ بیٹے کو باپ سے اور نہ بیوی کو شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت ہے بس جو کچھ ہاتھ لگا اسے اٹھا کر مقابلہ کے لئے نکلنا ہوگا اس وقت دعوت الی الاسلام بھی ختم ہوجاتی ہے علامہ سرخسی اور فتاوی تاتارخانیہ اور فقہ کی دیگر کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے الکوکب الدری شرح ترمذی میں علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "وان ھجموا علینا سقطت الدعوۃ" یعنی اگر کفار نے ہم پر چڑھائی کرکے ہلہ بول دیا تو دعوت ساقط ہوجائے گی صاحب بحر نے کتاب الجہاد میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت مشرق میں کافروں نے قید کرلی تو مغرب تک تمام مسلمانوں پر اس کو کافروں کی قید سے چھڑانا فرض ہے باقی جہاد فرض عین کا مطلب یہ نہیں کہ ایک ہی دن میں سارے مسلمان تمام کام کاج کو چھوڑ کر مقابلے پر نکل جائیں بلکہ فرض عین کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم سب مسلمانوں کی طرف ذاتی اور شخصی طور پر متوجہ ہوجاتا ہے تو کسی کی باری آج آئے گی وہ جائیں گے اور کسی کی باری بعد میں آئے گی جبکہ جانے والے لوٹ آئیں گے اس طرح ایک دستہ جائے گا جب وہ واپس آئے گا تو دوسرا جائے گا تو نظام چلتا رہے گا اور جہاد کا کام بھی ہوتا رہے گا جس طرح حج فرض عین ہے لیکن سب دنیا والے ایک ہی سال میں نہیں جاتے بلکہ موقع بموقع جاتے آتے ہیں فتح القدیر نے اس بات کو اسی طرح لکھا ہے یہ

بات بھی یاد رہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، سعید بن المسیب رحمہ اللہ، ابن شبرمہ رحمہ اللہ اور کچھ دوسرے فقہاء کرام کے نزدیک جہاد کی ایک ہی قسم ہے وہ فرماتے ہیں کہ جہاد فرض عین ہی ہے فرض کفایہ نہیں تاہم عام فقہاء نے یہ تقسیم کی ہے اس وقت دنیا میں تقریباً ہر جگہ مسلمان دفاع میں جہاد لڑ رہے ہیں نفیرعام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وقت کا بادشاہ یا جہاد کا عام امیر لوگوں کے نکلنے کا عام اعلان کردے دوسری صورت یہ کہ مظلومین اور بے بس مسلمانوں کی فریاد کسی طرح کسی کے کانوں تک پہنچ جائے۔ (تاتارخانیہ)

جہاد کی چند انواع

﴿وعن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال جاهدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم﴾ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۲)

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کے خلاف جہاد کرو اپنے مالوں سے، اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے“۔

اس حدیث میں جہاد کی تین انواع کا ذکر آیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں اور جن کی کچھ تفصیل ہے۔

جہاد بالمال: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کا مال جہاد اور مجاہدین کے کام میں آجائے اور اس سے براہ راست میدان جہاد کو فائدہ پہنچ جائے اگر ایک شخص کسی غریب فقیر کو مال دیتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے یا اپنے کسی رشتہ دار کی مدد کرتا ہے یہ ایک نیک کام تو ہو سکتا ہے اس پر ان کو ثواب مل سکتا ہے لیکن اس سے وہ شخص اپنے آپ کو مجاہد بالمال نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کا مال بے شک ایک

نیک جگہ میں لگ گیا مگر جہاد میں نہیں لگا اگر وہ اپنے بارے میں یہ سوچتا ہے کہ میں نے مالی جہاد کیا تو یہ بات اور یہ خیال بے محل ہوگا حدیث میں ''مشرکین کے خلاف اپنے مالوں سے جہاد کرو'' کے الفاظ آئے ہیں یہاں کس مشرک کے خلاف اس نے اپنا مال خرچ کیا ہے کہ وہ جہاد بالمال کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے؟ قرآن و حدیث میں جہاد بالمال کی بہت ترغیب آئی ہے کیونکہ مال کے بغیر جہاد کا عمل معطل ہوکر رہ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مال کو مقدم رکھا ہے۔

جہاد بالنفس: جہاد بالنفس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اسی نفس کو جہاد میں استعمال کرے کفار سے مقابلوں کے لئے میدان جہاد میں اس نفس کو دھکیل دے اور حق و باطل کے معرکوں میں اس نفس کو مکمل طور پر جھونک دے ''جہاد بالنفس'' عربی کا کلمہ ہے اور بالنفس میں با کا لفظ آلہ پر داخل ہے یعنی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ایسا ہے جیسے بندوق کے ساتھ جہاد یا تلوار کے ساتھ جہاد راکٹ لانچر کے ساتھ جہاد توپ کے ساتھ جہاد کلاشنکوف کے ساتھ جہاد یہ جتنے آلات حرب و ضرب ہیں اس پر با داخل ہونے کے بعد یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ ان اشیاء کو بطور آلہ استعمال کیا گیا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس شخص نے جہاد بالسیف کیا یعنی تلوار کے مقابلہ میں آکر تلوار کو مارنا شروع کردیا بلکہ اس کا عربی محاورہ میں یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس شخص نے جہاد کے میدان میں تلوار کو استعمال کیا تلوار لے کر اس کے ساتھ کفار سے مقابلہ کیا بالکل اسی طرح جہاد بالنفس کا مطلب ہے کہ اس نفس کو کفار کے مقابلہ میں استعمال کیا جائے یہی مطلب صحابہ کرام نے اور سلف صالحین نے اس جملے کا لیا ہے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں ''والمجاھد من جاھد نفسہ بنفسہ'' یعنی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اسی نفس کے ذریعہ جہاد کرے یعنی نفس کو جہاد کے میدان میں ڈال دے اور اسے مقابلہ کفار میں استعمال کرے یہ نفس کے ذریعہ سے کفار سے مقابلہ بھی ہوا اور اس ضمن میں نفس کا مجاہدہ بھی ہوا کیونکہ نفس کا

مجاہدہ اسی عمل سے ہوتا ہے جو نفس کی خواہش کے خلاف ہو اور ظاہر ہے جہاد میں جا کر لڑنا نفس کو کتنا دشوار معلوم ہوتا ہے جہاد بالنفس کے متعلق ایک حدیث کا حوالہ بھی لوگ دیتے ہیں، جس کی روشنی میں جہاد کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں چھوٹا جہاد اور بڑا جہاد اس بحث کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جہاد اکبر اور جہاد اصغر

جب قوموں کا زوال شروع ہو جاتا ہے تو ان کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں اور جب ہمتیں پست ہو جاتی ہیں تو پھر زبان پر کمزور جملے آتے ہیں دل و دماغ میں ہر وہ فلسفہ بیٹھ جاتا ہے جو آدمی کو پستی کی طرف لے جاتا ہے پھر اس وقت دشمن آرام سے بیٹھ جاتا ہے اور زوال پذیر قوم خود بخود اپنے زوال کے منصوبے بناتی رہتی ہے چنانچہ اسلام کا سنہرا دور جب چلا گیا اور اسلام کے بلند وبالا جھنڈے نیچے اترنے لگے اور عزت و عظمت اور شان و شوکت کے بعد جب مسلمان مجموعی اعتبار سے پستی کی طرف گرنے لگے تو ان کے ہاں ایسے معذرت خواہانہ جملے رائج ہونے لگے جس کی روشنی میں آرام طلبی سہولت پسندی کے اچھے مواقع تو فراہم ہو گئے لیکن اس کے ضمن میں مسلمان کسی کارنامے کردار یا تاریخ سازی کی حیثیت سے محروم ہو گئے، اسی محرومی کے زمانے کا ایک جملہ گھڑا گیا اور اس کو حدیث کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ اس کی برکت سے مسلمانوں کے جذبات کا رخ اعداء اسلام کے بجائے اپنی ہی جانوں کی طرف مڑ جائے اور "قہر درویش برجان درویش" کا مکمل مصداق بن جائے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے جس جملے کو حدیث کا نام دے کر اس کی خوب تشہیر کی گئی وہ یہ ہے:

﴿رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر
قالوا وما الجهاد الاكبر؟ قال جهاد القلب﴾

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر

بڑے جہاد کی طرف آ گئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد اکبر کون سا جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دل (جان) کا جہاد (یعنی کفار سے لڑنا چھوٹا جہاد ہے) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں حرف الراء کے ضمن میں (صفحہ ۱۲۷) پر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے فرمایا کہ لوگوں کے ہاں یہ حدیث زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے حالانکہ یہ ابراہیم بن عبلہ نامی شخص کا مقولہ ہے۔

① تنظیم الاشتات شرح مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ ۶۹ میں اس حدیث کے متعلّق بحوالہ تعلیق الصبیح اور تفسیر بیضاوی لکھا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ھذا حدیث لا اصل لہ" یعنی اس کی کوئی اصل نہیں۔

② اسی طرح فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۰۲ میں شاہ عبدالعزیز نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کلام صوفیا کرام کی کتابوں میں اکثر پایا جاتا ہے اور یہ ان کے نزدیک حدیث نبوی ہے بلکہ بعض علماء محدثین نے بھی یہ عبارت ذکر کی ہے اس غرض سے کہ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد کرنا افضل ہے مگر مجھ کو یاد نہیں کہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ عبارت میں نے دیکھی ہے۔ بہر حال جہاد اکبر سے مراد یہ نہیں کہ جہاد سے فارغ ہو کر واپس آئے، بلکہ جہاد اکبر سے یہ مراد ہے کہ نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کیا جائے یہ تفسیر صوفیہ کے خیال کے مطابق ہے اور جمیع علماء کے خلاف ہے کہ جہاد اکبر سے مراد جہاد سے فارغ ہو کر آنا ہے اور سلیقہ کتاب دانی اور عبارت شناسی اس خیال سے بالکل متنفر ہے اس واسطے کہ مراجعت یعنی واپس آنا لفظ رجعنا سے مفہوم ہوتا ہے۔

اور جہاد اصغر ابتداء کی غایت ہے اور جہاد اکبر کی انتہاء کی غایت ہے اور دونوں غایت جس چیز کی غایت ہوتی ہے اس سے مغایر ہوا کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جہاد اصغر اور جہاد اکبر مراجعت یعنی واپسی کے مغایر ہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام ذرا مغلق ہے لیکن اس سے یہ بات

صاف واضح ہوجاتی ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک یہ کلام صوفیاء کا کلام ہو سکتا ہے مگر حدیث نہیں ہے نیز مفہوم کے لحاظ سے بھی تمام علماء نے اس کلام کو جہاد اصغر سے واپس جہاد اکبر کی طرف لوٹنے کے معنی پر نہیں لیا ہے نیز عبارات کے سمجھنے کا سلیقہ بھی اس طرح نہیں ہے۔ اور کتاب دانی کا طریقہ بھی یہ نہیں ہے آگے شاہ صاحب نے عبارت پر اعتراض کیا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حدیث نہیں ہوسکتی ہے۔

(۳) مشارع الاشواق الی مصارع العشاق کے مقدمہ (صفحہ ۳۰) پر لکھا ہے کہ دشمنان اسلام نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے پاس دفاع کے لئے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد ایک عظیم بنیادی طاقت ہے اور جب تک جہاد قائم رہے گا تو دشمنان اسلام کے پیر کہیں جم نہیں سکتے کیونکہ جہاد کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں نے نصف صدی سے بھی کم مدت میں آدھی دنیا کو فتح کرلیا تاریخ کے صفحات پر جب کفار نے اس چیز کو دیکھا تو انہوں نے جہاد کو توڑنے اور اسے کمزور کرنے کے لئے کئی سال تک گٹھ جوڑ کرکے غوروخوض کیا یہاں تک کہ انہوں نے اس مشکل کا حل ڈھونڈ لیا اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو آسائش و آرائش میں ڈال کر جہاد سے ہٹالیا جائے پھر اس کے لئے کفار نے ایک مہذب طریقہ اختیار کرلیا اور وہ یہ کہ انہوں نے جہاد کی اصغر اور اکبر کی طرف تقسیم کردی کہ نفس کے ساتھ جہاد بڑا جہاد ہے اور کفار سے جہاد کرنا چھوٹا جہاد ہے پھر اس مقصد کے حصول کے لئے دشمنان اسلام نے احادیث گھڑلیں اور اس کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت سے مسلمان اسے جلدی قبول کرلیں گے چنانچہ انہوں نے **رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر** کی حدیث گھڑی جو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح جھوٹ ہے اور احادیث کی کتابوں میں مطلقاً یہ حدیث موجود نہیں ابراہیم بن عبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ ثقہ آدمی ہے مگر دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کی طرف بھی اس عبارت کی نسبت واضح نہیں ہے پھر اس گھڑی ہوئی حدیث کا اثر کمزور

مسلمانوں پر اس طرح ہوا کہ انہوں نے جب دیکھا کہ نفس و شیطان کا مقابلہ بڑا جہاد ہے تو وہ کفار سے جہاد کرنے سے باز آئے اور کنارہ کش ہو کر تسبیح اور ذکر و فکر میں مشغول ہو کر دنیا کو کفار کے لئے خالی چھوڑ گئے تو کفار غالب آگئے اور مسلمان غلام ہو کر رہ گئے۔

(۴) خطیب بغدادی وغیرہ نے اس عبارت سے ذرا مختلف ایک اور حدیث کا ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے جب واپس آئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا خوش آمدید خوش آمدید تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہو صحابہ نے پوچھا کہ بڑا جہاد کون سا ہے تو آپ نے فرمایا بندے کا اپنی خواہشات کے خلاف مجاہدہ کرنا بڑا جہاد ہے اس حدیث پر بھی محدثین نے جرح کی ہے چنانچہ اس میں ایک راوی خلف بن محمد خیام ہے حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کی حدیثیں ناقابل اعتبار ہیں اور ابویعلی خلیلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بہت ہی ضعیف تھا ان کو اشتباہ ہوتا تھا اور کبھی ایسی حدیثیں نقل کرتا تھا جس کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا تھا ابو زرعہ رحمہ اللہ نے بھی ان کی روایت کردہ حدیثوں سے براءت کا اعلان کیا تھا اس روایت میں ایک راوی یحییٰ بن علاء ہیں ان کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بڑا جھوٹا آدمی تھا جو حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا ابن عدی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آدمی کی ساری حدیثیں گھڑی ہوئی ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض لوگ جو یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نے تبوک کے غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ:

﴿رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر فلا اصل له﴾

یعنی ”ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں ہے“۔ (مقدمہ مشارع الاشواق صفحہ۳۱)

جہاد مع النفس اور جہاد الکفار کے متعلق ترمذی شریف کی ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے کوکب الدری جلد ا صفحہ ۴۲۵ پر اس طرح لکھا ہے:

﴿ولا یخفی مابین الجهادین من الالتئام والاتصال، فان مجاهدة الکفار لاتخلو عن مجاهدة النفس ولا تتصور دونها و مجاهدة النفس اذا کملت لاتکاد تترک الرجل لایجاهد الکفار بلسانه اوبسنانه﴾

"اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جہاد مع النفس اور جہاد الکفار دونوں میں آپس میں ایک جوڑا اور اتصال ہے کیونکہ کفار سے لڑنے میں نفس کا مجاہدہ ہوتا ہی ہے نفس کے مجاہدے کے بغیر کفار سے لڑنے کا تصور ممکن نہیں ہے اور رہ گیا نفس کا مجاہدہ تو یہ مجاہدہ نفس جب مکمل ہوجائے تو یہ آدمی کو کفار سے لڑائے بغیر چھوڑتا ہی نہیں چاہے زبان سے یا تلوار و سنان سے"۔

۵ ان تفصیلات کے بعد میں اس بحث کی ابتداء کی آیت و فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرا عظیما کی طرف لوٹتا ہوں کہ اس آیت کے مخاطب صحابہ کرام ہیں ان میں ایک جماعت آیت کے اترنے کے وقت وہ تھی جو جہاد پر نکل گئی تھی اور ایک جماعت وہ تھی جو جہاد پر نہیں نکلی اور فرض کفایہ کی صورت میں ان کو نہ جانے کی اجازت تھی البتہ جو جماعت جہاد پر گئی تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے دو امتیازات سے ممتاز کردیا ایک یہ کہ بیٹھنے والوں اور نہ جانے والوں کے مقابلہ میں جانے والوں کا درجہ بہت اونچا ہے اور ان کو اجر عظیم ملے گا دوسرا یہ کہ جانے والے مجاہدین ہیں اور اس وقت جہاد پر نہ جانے والے قاعدین (یعنی بیٹھنے والے) مجاہدین نہیں ہیں، اب غور کرنا چاہئے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

رہ گئے تھے وہ سارے کے سارے نمازی، تہجد گزار تھے روزہ رکھنے والے تھے نفلی عبادات، صدقات اور نفس کے ریاضات میں بہت زیادہ مشغول تھے لیکن ان تمام محنتوں اور نفس کے جہاد کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مجاہدین نہیں فرمایا بلکہ مجاہدین وہی ہوئے جو کفار سے لڑنے کے لئے نکلے تھے اگر نفس سے مجاہدہ کرنے والا بھی مجاہد ہوجائے تو پھر فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین کا کیا مطلب لیا جاسکتا ہے پھر تو آیت کا مفہوم سمجھنا دشوار ہوجائے گا نیز ایک بات یہ بھی یاد رکھیں کہ سلف صالحین نے جہاد کے متعلق جتنی بھی کتابیں لکھی ہیں سب جہاد مع الکفار ہی کے حوالے سے لکھی ہیں نفس سے ریاضت کے لئے جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا نام انہوں نے کتاب الزہد رکھا ہے آج تک اسلام میں ایک کتاب بھی ایسی موجود نہیں ہے جو کسی نے کتاب الجہاد یا فضائل الجہاد کے نام سے موسوم کرکے لکھی ہو اور اس میں نفس سے جہاد کے مباحث درج کئے ہوں ہاں البتہ نفس کی ریاضت کے لئے جو کتابیں لکھی گئیں ہیں ان کو زہدو تقوی وغیرہ کے نام سے موسوم کیا ہے خود عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی ایک کتاب ہے کتاب الجہاد اور دوسری ہے کتاب الزھد دونوں کے مباحث اور مضامین الگ الگ ہیں لہٰذا جہاد الکفار اور چیز ہے اور ریاضۃ النفس اور چیز ہے پھر یہ سوچیں کہ تقریباً (۵۰) ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے میدان جہاد میں جام شہادت نوش کیا اور سارے صحابہ نے جہاد میں حصہ لیا تو کیا ان کی زندگیاں ایک ایسے کام میں صرف ہوئیں جو شریعت میں اصغر اور کم تر درجے کا تھا، حاشا وکلا۔

جہاد باللسان: انواع جہاد کی ابتدا میں جو حدیث لکھی گئی ہے اس میں تیسرے نوع جہاد باللسان ہے اسلام میں جہاد باللسان کی بھی بہت اہمیت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ مشرکین سے زبانوں کے ذریعہ سے جہاد کرو حدیث کے شارحین نے جہاد باللسان کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ زبانی تقریر و تحریر سے لوگوں کو شوق جہاد دلایا جائے جہاد کے فضائل و مسائل بیان کئے

جائیں، جہاد کی نظمیں پڑھی جائیں اب اگر ایک آدمی ایک گھنٹہ تقریر عمامہ کی فضیلت میں کرے اور پھر کہدے کہ میں نے جہاد باللسان کیا تو یہ غلط ہو گا جہاد باللسان ہر وہ گفتگو ہے جس سے میدان جہاد اور مجاہدین و جہاد کو فائدہ پہنچتا ہو یہ تقریر جو عمامہ کے متعلق ہے بے شک ثواب کا کام ہے لیکن جہاد باللسان نہیں ہے کیونکہ اس سے جہاد یا مجاہد کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے چنانچہ اس حدیث کی تشریح میں مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اپنے رسالہ جہاد (صفحہ ۴۵) پر فرماتے ہیں مال کا جہاد یہ ہے کہ جہاد کے کاموں میں صرف کیا جائے اور زبان کا جہاد یہ ہے کہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے کر اس پر آمادہ کریں، اور جہاد کے احکام بتائیں اور یہ بھی کہ اپنی گفتگو اور تقریر سے دشمن کو مرعوب کریں، ایسی نظمیں جن سے مسلمانوں میں جذبہ جہاد قوی ہو یا جن سے دشمنوں کی تذلیل ہو، وہ بھی اسی جہاد میں داخل ہیں جیسے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شعراء صحابہ میں سے ہیں ان کی نظمیں جو مشرکین مکہ کے مقابلے پر کہی گئی ہیں ان کو جہاد فرمایا گیا:

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق

ایک حدیث میں آیا ہے:

﴿افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر﴾

یعنی "ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا کلمہ کہنا افضل ترین جہاد ہے"۔

اس حدیث سے یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ یہاں تو جہاد نہیں ہے پھر اس زبانی کلمہ کو افضل جہاد کیسے فرمایا تو اس کی تشریح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے کوکب الدری شرح الترمذی صفحہ ۷۴ جلد ۲ میں اس طرح کی ہے:

"چونکہ مجاہد دو باتوں کے درمیان ہوتا ہے یا تو جہاد کرکے کفار کو قتل کردے گا اور مال غنیمت حاصل کرے گا اور یا خود شہید ہو کر خون میں رنگین ہوجائے گا لیکن وہ شخص جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا کلمہ بلند کرتا ہے اس کے حق میں تو یقین ہی ہے کہ مارا جائے گا (بچنے کی امید نہیں) اس لئے وہ افضل ہوا، اس کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ غازی جب کفار سے میدان میں لڑتا ہے تو موت اور حیات دونوں کا احتمال ہے لیکن یہ شخص جس نے ظالم کے سامنے حق کا کلمہ بلند کیا اس کی موت ان کی بنسبت یقینی ہے لہذا یہ بھی جہاد بلکہ افضل جہاد ہوا"۔

دعوت اسلام

امت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے کہ اس نے اسلام کو قبول کرلیا ہے اور اسلامی احکامات کو مانتی ہے اور جتنا ہوسکتا ہے اس پر عمل کرتی ہے امت کے اس حصہ کو اصطلاح شرع میں "امت اجابت" کہا جاتا ہے دوسری قسم وہ ہے کہ جنہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنے کفر پر برابر قائم ہے امت کے اس حصہ کو اصطلاح شرع میں "امت دعوت" کہا جاتا ہے جہاد سے پہلے اسلام نے جس دعوت کو ضروری قرار دیا ہے وہ دعوت صرف امت دعوت کے لئے ہے کیونکہ یہ دعوت امت اجابت میں چل ہی نہیں سکتی اس دعوت کے تین جملے ہوتے ہیں: (۱) اسلام قبول کرلو (۲) اگر اسلام قبول نہیں تو جزیہ ادا کرو (۳) اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مجاہدین کو روانہ فرماتے تو ان کو انہیں چیزوں کی وصیت فرماتے چنانچہ مسلم شریف کی ایک لمبی حدیث میں یہ تینوں چیزیں ترتیب کے ساتھ مذکور ہیں، میں اس حدیث کے ان ہی تین جملوں کو حدیث سے مختصر کرکے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) قال علیہ السلام فی ضمن حدیث طویل واذا لقیت عدوک من المشرکین فادعھم الی الاسلام فان ھم ابوا فسلھم الجزیۃ فان ھم ابوا فاستعن باللہ وقاتلھم۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۴۱)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں (مجاہدین کے امیر کو) اس طرح وصیت کرتے ہوئے فرمایا جب تم اپنے دشمن مشرکین سے ملو تو ان کو اسلام کی دعوت دو اگر انہوں نے قبول کرلیا تو پھر ان سے لڑائی سے باز رہو پس اگر انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو ان سے جزیہ ادا کرنے کا مطالبہ کرو اگر انہوں نے جزیہ قبول کرلیا تو ان سے لڑنے سے باز رہو پس اگر انہوں نے جزیہ ادا کرنے سے بھی انکار کیا تو پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ان کفار سے لڑو"۔

(۲) وعن ابی وائل قال کتب خالد بن الولید الی اھل فارس بسم اللہ الرحمن الرحیم من خالد بن الولید الی رستم ومھران فی ملاء فارس سلام علی من التبع الھدی امابعد: فانا ندعوکم الی الاسلام فان ابیتم فاعطو الجزیۃ عن یدوانتم صاغرون فان معی قوما یحبون القتل فی سبیل اللہ کما یحب فارس الخمر والسلام علی من اتبع الھدی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۴۲)

"ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل فارس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد اس طرح لکھا ہم تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ اسلام قبول کرلو اگر تم نے اس سے انکار کیا تو پھر تم ذلت کے ساتھ جزیہ ادا کرو (اگر یہ بھی نہیں) تو پھر لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ بیشک میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جو راہ خدا میں موت کو اس طرح پسند کرتے ہیں جیسا کہ فارس والے شراب پینے کو پسند کرتے ہیں اور جو ہدایت کو قبول کرے اس پر سلامتی ہو"۔

دعوت اسلام فقہاء کی نظر میں

جہاد سے پہلے جو دعوت واجب ہوتی ہے اور جس پر جہاد موقوف ہوتا ہے اس

دعوت کے متعلق فقہاء کرام رحمہم اللہ نے الگ الگ تفصیل پیش کی ہے جس کو، رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ نامی ایک معتمد کتاب نے اس طرح بیان کیا ہے عربی عبارات کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں۔

امام مالک رحمہ اللہ: فقہاء کرام کے ہاں دعوت کے مسئلہ میں اختلاف ہے وہ اس طرح کے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن کفار کے گھر ہمارے قریب ہوں تو ان کو دعوت اسلام دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ بوجہ پڑوس کے دعوت الی الاسلام کو جانتے ہیں (مانتے نہیں) اس لئے ان کے ساتھ لڑائی لڑی جائے گی اور ان کی غفلت کا انتظار نہیں کیا جائے گا، اور جن کے گھر ہم سے دور ہوں تو ان کو دعوت دینا ضروری ہے تاکہ شک و شبہہ دور ہو جائے۔

(رحمۃ الامۃ صفحہ ۲۹۳)

امام شافعی رحمہ اللہ: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں آج کل کسی مشرک کو ایسا نہیں پاتا کہ اس کو کسی نہ کسی طریقے سے اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو ہاں ممکن ہے کہ مملکت ترکیہ کے پیچھے کچھ مشرک قومیں ہوں یا خزر (چیچنیا) کے پیچھے کچھ ایسے لوگ ہوں جن تک دعوت نہ پہنچی ہو تو ان لوگوں سے اگر لڑائی لڑنی ہو تو دعوت اسلام سے پہلے لڑائی نہیں ہونی چاہئے۔ (صفحہ ۲۹۳)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ان کفار تک اسلام کی دعوت بالکل نہیں پہنچی ہے تو امیر الحرب کے لئے ان سے لڑنا مناسب نہیں ہے اور اگر ان کو اسلام کی دعوت پہنچی ہے تو پھر امیر الحرب کے لئے مستحب ہے کہ لڑائی سے پہلے ان کو دعوت اسلام دے ورنہ جزیہ کی ادائیگی کا کہے تاہم اگر واجب دعوت سے پہلے پہلے کسی نے کسی کافر کو قتل کردیا تو دیت و قصاص نہیں ہو گا (صفحہ ۲۹۳) محیط میں لکھا ہے کہ دعوت کا پہنچنا دو قسم پر ہے حقیقۃً یا حکماً اور حکماً اس طرح ہوتا ہے کہ مغرب و مشرق میں مشہور اور عام ہو جائے کہ یہ مسلمان کس چیز

کی طرف بلاتے ہیں اور کس چیز پر لڑتے ہیں اس ظاہری شہرت کو حقیقت کا قائم مقام سمجھا جائے گا۔ (فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۹۶)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ: اگر کفار کو دعوت نہیں پہنچی تو لڑنے سے پہلے دعوت واجب ہے اور دعوت کسی طرح پہنچ چکی ہے تو پھر دعوت دینا مسنون و مستحب کے درجے میں ہے ہاں اگر کفار نے ہم پر چڑھائی کرکے ہلہ بول دیا تو پھر دعوت ساقط ہو جائے گی۔

(الکوکب الدری شرح ترمذی صفحہ ۴۱۳)

صاحب ترمذی: امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت الی الاسلام والی روایت کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام کی یہ رائے تھی کہ دعوت سے پہلے کفار سے جنگ نہ کی جائے جنگ سے پہلے دعوت دی جائے کیونکہ اس سے دشمن مرعوب ہوجائے گا لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ آج کل کفار کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ آج کل کسی کو دعوت دینا ضروری ہے۔ (ترمذی کتاب الجہاد)

صاحب درمختار: فقہ کی دوسری کتابوں اور خاص کر درمختار میں دعوت کا مسئلہ اس طرح لکھا گیا ہے کہ اگر ہم نے کفار کا محاصرہ کرلیا تو ہم ان کو پہلے اسلام کی طرف بلائیں گے اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو بہت اچھا ورنہ پھر جزیہ دینے کی طرف بلائیں گے اگر انہوں نے اسے قبول کرلیا تو پھر ہم اور وہ قانون اسلام اور قانون انصاف کے سامنے یکساں ہوں گے اور جن کفار تک اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو ان سے قبل از دعوت لڑنا جائز نہیں ہے لیکن جن کفار تک دعوت پہنچی ہو تو ان کو پھر دعوت دینا مستحب ہے ہاں اگر اس دعوت میں جنگی حکمت عملی کے تحت ہمیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پھر دعوت نہیں دی جائے گی اگر کفار نے جزیہ قبول کرنے

سے بھی انکار کردیا تو پھر ہم اللہ کا نام لے کر ان سے لڑیں گے منجنیق (راکٹ لانچر بھاری توپ خانہ) سے ان پر گولہ باری کریں گے آگ سے انہیں جلائیں گے یا پانی میں ڈبوئیں گے اور ضرورت پڑنے پر ان کے باغات اور کھیتوں کو بھی تباہ کریں گے۔

صاحب ھدایہ رحمہ اللہ

ولا یجوز ان یقاتل من لم تبلغہ الدعوة الی الاسلام الا ان یدعوہ لقولہ علیہ السلام فی وصیۃ امراء الاجناد فادعھم الی شھادة ان لاالہ الااللہ، ویستحب ان یدعوا من بلغتہ الدعوة مبالغۃ فی الا نذارولا یجب ذلک لانہ صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اغار علی بنی المصطلق وھم غارون وعھد الی اسامہ رضی اللہ عنہ ان یغیرعلی "ابنی" صباحا ثم یحرق والغارة لایکون بدعوة۔

(ھدایہ جلدا صفحہ ۵۶۰)

صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو دعوت دینے سے پہلے اس سے لڑنا جائز نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فوجی کمانڈروں کو یہ وصیت فرمایا کرتے تھے کہ ان کفار کو پہلے کلمہ شہادت کی دعوت دیا کرو اور اگر ان کو دعوت پہنچی ہے تو پھر دعوت دینا صرف مستحب ہے کہ دعوت دینے میں خوب مبالغہ ہو جائے لیکن یہ دعوت واجب نہیں ہوگی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث ہے کہ آپ نے بنی مصطلق پر اس طرح چھاپہ مار کر حلہ بول دیا تھا کہ وہ لوگ بالکل بے خبر تھے اور اسی طرح آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تھا کہ صبح سویرے علاقہ ابنی، کے لوگوں پر چھاپہ مار کاروائی کرو اور پھر علاقہ میں آگ لگادو۔ (ظاہر ہے) کہ چھاپہ مار کر غارتگری کی کاروائی دعوت کے ساتھ نہیں ہو سکتی ہے۔

فائدہ صاحب ھدایہ کی مندرجہ بالا عبارت کی طرح قدوری میں بھی اور کنزالدقائق میں بھی اسی طرح مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور شرح وقایہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے اس کے علاوہ فقہ کی دوسری چھوٹی بڑی کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح موجود ہے لہٰذا مجاہدین پر لازم ہے کہ وہ جہاد سے پہلے اس دعوت کو دیا کریں ہاں اگر مجاہدین دفاعی جنگ لڑ رہے ہوں تو پھر یہ دعوت ساقط ہوجائے گی اور جہاں دعوت پہنچی ہے وہاں بھی یہ دعوت صرف مستحب ہے اگر حالات موافق ہیں تو اس مستحب پر عمل کریں ورنہ مستحب کا چھوڑنا کوئی گناہ نہیں۔

دعوت کے فوائد

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے دعوت کے چند فوائد کا بھی ذکر کیا ہے پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ اگر کفار نے بات مان لی اور اسلام قبول کرلیا تو مقصد حاصل ہوجائے گا اور مسلمان لڑائی کی مشکلات سے بچ جائیں گے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دعوت دینے سے کفار کو یہ معلوم ہوجائے گا کہ مسلمان صرف ملک گیری یا اموال اکٹھا کرنے اور عورتوں بچوں کو قید کرنے کے لئے نہیں لڑ رہے بلکہ یہ لوگ اسلام اور اس کے نظام کے لئے لڑ رہے ہیں تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جب کفار دعوت اسلام کو ٹھکرائیں گے تو پھر ان کا مقابلہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شروع ہوجائے گا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر آئیں گے ضرور شکست کھائیں گے اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اسلام کا ایک حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ زندہ رہے گا۔
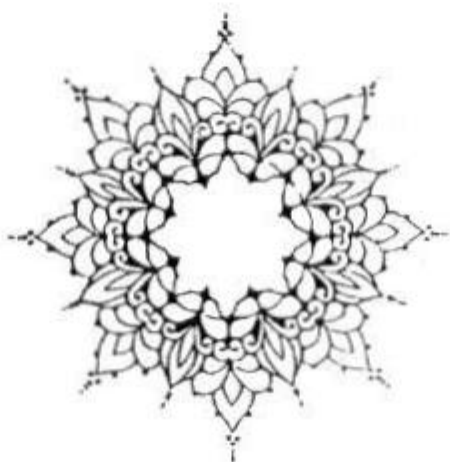
دوسرا باب

جہاد کے فرض ہونے کے بیان میں

(۱) کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیرلکم وعسی ان تحبوا شیئا وھو شرلکم واللہ یعلم وانتم لاتعلمون۔ (سورہ بقرہ ۲۱۶)

"جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو گراں ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے"۔

(۲) وقال تعالی وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم۔ (سورہ بقرہ ۲۴۴)

"لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ بیشک خوب سنتا جانتا ہے"۔

(۳) وقال تعالی واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم۔ (البقرہ ۱۹۱)

"اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا"

(۴) وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ۔ (البقرہ ۱۹۳)

"اور لڑو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے فساد اور حکم رہے خدا تعالیٰ ہی کا"۔

(۵) فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطان کان ضعیفا۔

(سورہ نساء ۷۶)

"پس لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے بے شک شیطان کا فریب سست ہے"۔

(۶) قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم

علیھم ویشف صدور قوم مومنین۔ (سورہ توبہ آیت ۱۴)

"لڑو ان سے تاکہ عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور ان کو رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے اور ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے"۔

(۷) وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ۔

(سورہ توبہ آیت ۳۶)

"اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں"۔

(۸) یاایھاالذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ۔ (سورہ توبہ ۱۲۳)

"اے ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے اور چاہئے کہ ان پر تمہارے اندر سختی معلوم ہو"۔

(۹) ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ۔ (سورہ نساء ۷۵)

"تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں"۔

(۱۰) الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ۔ (سورہ نساء ۷۶)

"جو لوگ ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں"۔

(۱۱) یاایھاالنبی حرض المومنین علی القتال۔ (سورہ انفال ۶۵)

"اے نبی مسلمانوں کو لڑائی کا شوق دلائیے"۔

(۱۲) ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا الخ۔

(سورہ حج ۴۰)

"اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک کا دوسرے سے زور نہ گھٹاتا رہتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے"۔

فائدہ جہاد کے متعلّق یہ چند آیات جمع کی گئی ہیں کیونکہ تمام آیات کا جمع کرنا آسان کام نہیں ہے ان آیتوں میں ہر انداز سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے مطالبہ

کیا ہے کہ وہ اپنے دین کے لئے کفار کے ساتھ لڑنے کے لئے میدان میں آئیں ان آیتوں میں حکم جہاد کی فرضیت کے متعلّق بالکل واضح اور دو ٹوک احکامات دیئے گئے ہیں جس میں کسی بھی مسلمان کو کسی قسم کے شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی بلکہ اگر دیکھا جائے تو قرآن کریم میں کسی حکم کی فرضیت کے لئے اس طرح کثرت سے آیات اور اس طرح تاکیدوتصریح نہیں پائی جاتی یہ صرف جہاد مقدس کی خصوصیت ہے امام ابو عبد اللہ حلیمی رحمہ اللہ اس پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتادیا کہ اگر اللہ تعالیٰ مسلمان مجاہدین کے ذریعہ سے مشرکین کو دفع نہ کرتا اور مسلمانوں کو اپنے مرکز کے دفاع کے لئے اور کفار کی شوکت کو توڑنے کے لئے، اور ان کی جمعیت کو منتشر کرنے کے لئے کفار پر مسلط نہ فرماتا تو زمین پر شرک اور مشرکین غالب آجاتے اور دین برحق مٹ جاتا اس سے ثابت ہوا کہ دین کی بقاء اور اس کے پھیلنے کا ذریعہ جہاد ہی ہے پھر یہ بات ظاہر ہے کہ جو حکم اتنا اہم ہو وہ اس کا مستحق ہے کہ وہ ایمان کے فرائض اور اس کے ارکان میں داخل ہو اور مسلمانوں کو اس سے حددرجہ دلچسپی اور شوق ہو، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ان آیات کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ انبیاء کرام اور مسلمانوں کو دشمنان اسلام سے لڑنے اور جہاد کرنے کا حکم نہ دیتے تو اہل شرک غالب آکر اہل حق کی عبادت گاہوں کو ویران کردیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو دفع کیا، اس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے کفار سے لڑنے کو فرض قرار دیا تاکہ اہل حق اپنی عبادت میں امن سے رہیں پس جہاد ہر آسمانی مذہب میں برابر چلا آرہا ہے اور اسی کے ذریعہ سے شریعتوں کی اصلاح ہوتی ہے اور عبادت گاہیں برقرار رہتی ہیں پس یہودونصاریٰ میں سے جس نے بھی جہاد کو ناپسند سمجھا اس نے اپنے مذہب کے منافی کام کیا کیونکہ اگر کفار کے ساتھ جنگ اور جہاد نہ ہوتا تو کوئی قابل قدر آسمانی مذہب باقی نہ رہتا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے یہ دفاعی نظام (جہاد) نہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں عبادت خانے گرادیے جاتے اور

عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں گرجے اور راہبوں کی کوٹھڑیاں گرائی جاتیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجدیں ڈھائی جاتیں۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۲ صفحہ ۷۰)

قرآنی آیات کے بعد احادیث مقدسہ سے فرضیت جہاد کے متعلق چند احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی فصل:

فرضیت جہاد پر چند احادیث

حدیث نمبر ① وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لاالہ الااللہ و ان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکوۃ فاذافعلوا ذلک عصموا منی دمائھم واموالھم الابحق الاسلام وحسابھم علی اللہ۔ (بخاری و مسلم شریف)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے کفار سے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کے اقرار و گواہی اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے تک لڑنے کا حکم دیا ہے جب کفار ان احکام کو مان لیں گے تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے ہاں اسلام کا حق اب بھی باقی رہے گا اور پوشیدہ اعمال کا حساب اللہ کے حوالے ہے"۔

فائدہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تو وہ بندوں کی بندگی سے آزاد ہوکر خالق و مالک کے غلام اور بندے بن جاتے ہیں پھر خالق و مالک کی جانب سے ان وفادار بندوں کی جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے لیکن یہی انسان اگر اپنے خالق و مالک سے

باغی ہو کر عبادت کے بجائے بغاوت پر اتر آتے ہیں تو اب یہ لوگ انسان کے درجے سے گر کر حیوان کے درجے میں اتر آتے ہیں پہلے یہ انسان اور اشرف المخلوقات میں شمار ہوتے تھے لیکن اب یہ لوگ ارذل المخلوقات ہو کر باغی بن جاتے ہیں اب خالق و مالک کی غلامی کی بجائے یہ لوگ اللہ کے غلاموں کے غلام ہو جاتے ہیں اور جانوروں کی طرح ان کی خرید و فروخت جائز ہو جاتی ہے اسی لئے خالق کی وفادار فوج، مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ خالق کی اس باغی فوج سے لڑو ان کو قتل کرو قید و بند میں رکھو اور غلام بنا کر بازار میں بیچو یا گھر میں بطور خادم رکھو ان کے اموال کو بطور غنیمت لے کر کھاؤ اور انسانیت کے تندرست جسم میں کفر کا یہ مہلک اور خطرناک پھوڑا جہاد کے آپریشن کے ذریعہ کاٹ کر الگ کرو تاکہ باقی جسم اس خطرناک کینسر سے پاک اور محفوظ ہو جائے الغرض جب تک دنیا میں کفر و فساد ہوگا جہاد کی تلوار سونتی رہے گی مذکورہ حدیث میں اسی فلسفہ اور اسی حکمت کی طرف اشارہ ہے حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہاد کفر کے وجود کے ساتھ مربوط ہے جہاں کفر ہوگا وہاں جہاد ہوگا یہاں تک کہ قانون اسلام غالب آجائے اور خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ ہو جائے اس میں اس بات کی بھی وضاحت ہو گئی کہ اصل جہاد اقدامی ہوتا ہے دفاعی جہاد تو ایک مجبوری ہے جو ہر صورت میں لازم ہے جنگ احد اور جنگ خندق کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر جنگیں اقدامی نوعیت کی ہوئی ہیں اس حدیث سے اقدامی جہاد کی فرضیت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ② وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لاالہ الااللہ لاتکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل والجہاد ماض مذبعثنی اللہ الی ان یقاتل آخر ھذہ الامۃ الدجال لایبطلہ جور جائر ولاعدل عادل والایمان بالاقدار۔ (ابوداؤد شریف)

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تین باتیں ایمان کی جڑ ہیں:

① جو شخص لاالہ الااللہ کا اقرار کرلے اس سے جنگ و عداوت ختم کردینا اب کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر مت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ لگاؤ۔

② جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے جہاد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ دجال سے جنگ کریں گے کسی عادل بادشاہ کے عدل یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ لے کر جہاد کو ختم "موقوف" نہیں کیا جاسکتا۔

③ اور تقدیر پر ایمان لانا"۔

فائدہ یعنی اب روئے زمین پر دین حق کے ظاہر ہونے اور رسول خدا کی رسالت کا اعلان ہوجانے کے بعد سے اس وقت تک کہ قیامت کے قریب دجال مارا نہ جائے، یاجوج ماجوج ظاہر ہوکر فنا کے گھاٹ نہ اتر جائیں اور یہ روئے زمین دین اسلام کے ایک ایک دشمن اور منکر سے پاک نہ ہوجائے "جہاد برابر جاری رہے گا" جہاد کی فرضیت اور اہمیت اس صورت میں بھی ختم نہیں ہوگی جب کہ کوئی اسلامی سربراہ ظالم و جابر ہو، وہ بھی اگر دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کا اعلان کردے تو اس کو ماننا اور اس کے ساتھ جہاد میں شریک ہونا شرعی طور پر ضروری ہوگا یہ نہیں کہ اس کے ظلم و جبر کا بہانہ لے کر جہاد میں شرکت اور مدد سے انکار کردیا جائے اسی طرح اگر کفار کا سربراہ اور بادشاہ اتفاق سے عادل اور منصف مزاج ہو تب بھی اسلام کی شوکت بڑھانے اور دین کا بول بالا کرنے کے لئے اس عادل بادشاہ کی قوم سے جہاد کرنا ضروری ہوگا، اس حدیث کے ارشاد فرمانے کے وقت ایک قصہ بھی پیش آیا تھا جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی بعض منافقین نے آپس میں یہ کہا کہ اسلام کی یہ شوکت تو چند دنوں کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوجائے گا تو یہ دین مٹ جائے گا اور ہم پھر اپنے

پرانے مذہب پر چلے جائیں گے جب اس کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی گویا آپ نے یہ بتادیا کہ میں اگر اس دنیا سے چلا بھی گیا تب بھی دین کی شوکت بر قرار رہے گی کیونکہ میرے بعد جہاد قیامت تک جاری رہے گا جس کی برکت سے اسلام کے جھنڈے بلند رہیں گے مجاہدین اور دین کے حامی منصور و مغفور رہیں گے اور دشمنان اسلام کفار و منافقین وغیرہ جہاد کی تلوار کے سامنے مقہور و مجبور رہیں گے اس حدیث میں جہاد کو ایمان کی جڑ قرار دیا گیا ہے جس سے جہاد کی فرضیت خوب واضح ہو گئی

جہاد کے لئے امیر کا تقرر

حدیث نمبر (۳) وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجهاد واجب عليكم مع كل امير برا كان او فاجرا وان عمل الكبائر۔ (ابو داؤد شریف)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قسم کے امیر کی معیت میں تم پر جہاد فرض ہے خواہ وہ امیر نیک ہو یا بد اگرچہ وہ کبائر کا ارتکاب کرتا ہو"۔

فائدہ اس حدیث سے ایک مسئلہ تو یہ واضح ہوگیا کہ جہاد کے لئے ایک امیر ہونا چاہئے اس میں سب سے اچھی صورت تو وہی ہے کہ خلیفہ وقت مجاہدین کی سرپرستی خود کرے تاکہ تمام معاملات نظم و ضبط کے ساتھ قائم رہیں اور اگر وقتی طور پر مجاہدین کو دشمن کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑے تو مرکز کی طرف سے ان کو نئی کمک ملنے کا مکمل انتظام موجود ہو ورنہ مجاہدین کی شکست کی صورت میں ان کے حوصلے پست ہوجائیں گے یا بڑے بڑے کمانڈر شہید ہوجائیں گے تو باقی ماندہ نسبتاً چھوٹے حضرات ہمت ہار جائیں گے اور جہاد کا پورا نظام موقوف ہو کر رہ جائے گا ہم نے اہل تاریخ کی سابقہ ادوار کی تاریخوں میں جو کچھ پڑھا ہے اس میں یہی نظر آیا ہے کہ

مضبوط و مستحکم مرکز نہ ہونے کی وجہ سے میدان جہاد میں بڑے کمانڈروں کی شہادت کے بعد پورا کام رک گیا اس میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک کو بطور مثال سمجھ سکتے ہیں اسی طرح منصور عباسی کے خلاف ابراہیم اور اس کے بھائی محمد نفس ذکیہ کی تحریک سامنے ہے اسی طرح سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ تعالیٰ کی تحریک تو ڈھکی چھپی نہیں اسی طرح شاملی کے میدان میں علماء دیوبند کے حضرت امداداللہ مہاجر مکی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشیداحمد گنگوہی رحمہم اللہ اور ان کے رفقاء کے واقعات کسی پر مخفی نہیں ہیں ان کے خلوص اور للٰہیت پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حضرات اپنے مشن میں ناکام ہوگئے البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مضبوط مرکز اور متفقہ مضبوط خلیفہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ تحریکیں تسلسل کے ساتھ آگے نہ بڑھ سکیں بلکہ ایک حد تک جاکر سلسلہ منقطع ہوگیا اگر شومی قسمت سے مسلمان مجاہدین کو ایسا متفقہ خلیفہ یا بادشاہ میسر نہیں آتا ہے تو شریعت کی روشنی میں مجاہدین اپنا امیر بناکر شرعی جہاد میں حصہ لے سکتے ہیں اگرچہ اس صورت میں جہاد کے مقصد تک پہنچنے کا راستہ دور بھی ہوجاتا ہے اور دشوار بھی ہوجاتا ہے لیکن پہلی والی اچھی صورت کے معدوم ہونے کی صورت میں یہی صورت متعیّن ہے اور یہ شریعت کے مطابق ہے اس کے لئے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

❶ حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساحل سمندر کے پاس اپنا معسکر کھول کر مجاہدین کے امیرالجہاد بن گئے تھے اور اس کی سرپرستی میں کافی جنگیں ہوئیں تھیں حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ مجاہدین نے خود مقرر کیا تھا اور حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

❷ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا حالانکہ آپ کو مجاہدین ہی نے امیر مقرر کیا تھا کسی مرکز کی طرف سے تو آپ مقرر نہیں

ہوئے تھے آپ کے اس جہاد کا ہم انکار نہیں کر سکتے۔

۳ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقت کے بادشاہ کے مقابلے میں جہاد کیا اور آپ کو مجاہدین نے امیر مقرر کیا چنانچہ مکہ و مدینہ اور حجاز کے کچھ دیگر حصوں پر آپ کی خلافت بھی قائم ہوگئی تو آپ کے اس اقدام کو ہم غلط نہیں کہہ سکتے۔

۴ خلیفہ منصور عباسی کے خلاف ابراہیم اور ان کے بھائی محمد نفس ذکیہ کی جو تحریک اٹھی تھی اور جس کی تائید امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ان حضرات کو بھی مجاہدین ہی نے امیر مقرر کرکے بڑی جنگیں لڑیں جس کو ہم ناحق نہیں کہہ سکتے۔

۵ انگریز مردود کے مقابلے میں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ میدان میں آئے! اور سید احمد شہید رحمہ اللہ کو متفقہ امیر چن لیا گیا اور پھر سکھوں کے خلاف بہت بڑا جہاد ہوا کیا یہ امیر صحیح نہیں تھا؟ یا کیا یہ ہمارے لئے مشعل راہ نہیں ہیں؟ بیشک یہ حضرات ہمارے مقتدا تھے اور ہمارے لئے مشعل راہ تھے اور ان کا جہاد صحیح جہاد تھا ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔

۶ ۱۸۵۷ء میں جب علماء ہند نے جامع مسجد دہلی میں غاصب انگریز کے خلاف جہاد کا متفقہ فتویٰ صادر فرمایا تھا اس فتویٰ پر غور کرنے کے لئے تھانہ بھون میں علماء کی مجلس شوریٰ طلب کی گئی تھی موضوع بحث وہی تھا کہ موجودہ حالت میں ہم ظالم و جابر انگریز سے ٹکرا لے سکتے ہیں یا نہیں اور اس وقت اقدامی جہاد کا شرعی حکم کیا ہے؟ اجلاس میں شوریٰ نے متفقہ طور پر دہلی کے علماء کے فتویٰ جہاد کی توثیق و تصدیق و تائید کی حضرت نانوتوی و حضرت گنگوہی و حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ سب موجود تھے صرف ایک بزرگ حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمہ اللہ کی رائے مخالف رہی اس اجلاس کا ایک دل چسپ مکالمہ ملاحظہ فرمائیں:

مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ! حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ ان دشمنان دین و وطن کے خلاف جہاد فرض بلکہ جائز بھی نہیں سمجھتے۔

حضرت شیخ محمد تھانوی رحمہ اللہ! اس لئے کہ ہمارے پاس اسلحہ نہیں اور آلات جہاد نہیں ہیں ہم بالکل بے سروسامان ہیں

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ! کیا اتنا بھی نہیں ہے جتنا سامان غزوہ بدر میں تھا؟

شیخ محمد! اگر آپ کی تمام حجتیں اور باتیں مان لی جائیں تو سب سے بڑی شرط جہاد میں نصب امام ہے (امیر عام) امام کہاں ہے کہ اس کی قیادت میں جہاد کیا جائے؟

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ! نصب امام میں کون سی دیر لگتی ہے مرشد برحق حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب موجود ہیں انہیں کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔

حضرت مولانا حافظ ضامن صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا مولانا بس سمجھ میں آگیا پھر سب نے حضرت حاجی صاحب کے دست حق پر بیعت کی۔

(علماء ہند کا شاندار ماضی جلد ۴ صفحہ ۲۷۳)

❼ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان اس طرح ہے باب من تاءمر فی الحرب من غیرامرة اذا خاف العدو (یعنی جو آدمی جنگ کے دوران دشمن کے خوف کے پیش نظر خلیفہ وقت کے حکم اور امیر بنائے جانے کے بغیر امیر بن جائے) پھر اس کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ موتہ کا واقعہ بطور دلیل پیش کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں کو یکے بعد دیگرے امیر بنایا تھا لیکن ان کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہدین کے مشورہ سے خود امیر بن گئے تھے کیونکہ دشمن سے مقابلہ کرنا تھا اور امیر بنانے کے لئے مدینہ منورہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا اس وقت ممکن نہیں تھا اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۳۵ پر اس طرح وضاحت فرماتے ہیں، اس طرح کرنا جائز ہے چنانچہ ابن منیر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت

ہو جاتی ہے کہ جس وقت ایک امیر کا تقرر ہو جائے اور خلیفہ وقت کی اجازت دشوار اور مشکل ہو تو اس مقرر کردہ امیر کی امارت شرعاً درست ہو جائے گی اور وہ امیر واجب الاطاعۃ ہو گا تاہم یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس وقت مجاہدین نے اس کا تقرر کیا ہو اور اس کی امارت پر متفق ہوں اس عبارت سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ وقت کے بادشاہ کی طرف سے تقرر امیر کا مسئلہ اگر مشکل ہو رہا ہو تو مجاہدین خود اپنا ایک امیر بنا سکتے ہیں اور اس کی اطاعت شرعاً واجب ہو گی اب بادشاہ وقت کے موجود نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے بلکہ مسلمان بغیر بادشاہ کے ہیں جیسے اس وقت کشمیر میں ہے اس سے پہلے فلسطین اور افغانستان کی صورت حال تھی تو ایسی حالت میں مجاہدین خود اپنا امیر مقرر کر سکتے ہیں دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بادشاہ تو ہے لیکن وہ جہاد اور مجاہدین کی سرپرستی نہیں کرتا ہے ان کے نزدیک جہاد کوئی چیز ہی نہیں تو اس صورت میں بھی مجاہدین اپنا امیر مقرر کر سکتے ہیں۔

❽ علامہ ابن النحاس رحمہ اللہ اپنی کتاب مشارع الاشواق میں فرماتے ہیں کہ یہ بات یاد رکھو کہ خلیفہ یا اس کے نائب کے بغیر جہاد مکروہ ہے البتہ حرام نہیں کیونکہ بغیر اجازت کے جہاد کرنا دھوکہ دہی سے بڑھ کر تو نہیں ہے حالانکہ جہاد میں کفار کو دھوکہ دینا جائز ہے شیخ الاسلام ابو حفص بلقینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چند صورتیں اس اجازت سے مستثنٰی ہیں۔

اوّل یہ کہ اجازت لینے کی صورت میں مجاہدین کا مقصد فوت ہوتا ہو تو پھر فرد ہو یا جماعت وہ جہاد کو بغیر کراہت کے جاری رکھ سکتے ہیں۔

دوم یہ کہ بادشاہ وقت نے جہاد کو چھوڑ رکھا ہو بلکہ خود بادشاہ اور اس کا لشکر دنیا کے پیچھے پڑ گئے ہوں جیسے آج کل اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے تو ایسے وقت میں اگر کوئی فرد یا جماعت جہاد کرتی ہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ ایک معطل فرض کو زندہ کر رہے ہیں۔

سوم یہ کہ بادشاہ سے اجازت لینے کی کوئی صورت نہیں بن رہی ہے یا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اجازت نہیں دے گا تو اس وقت بغیر اجازت کے آدمی جہاد کر سکتا ہے، موفق الدین بن قدامہ رحمہ اللہ اپنی کتاب (المغنی جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۴) پر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر امام موجود نہ ہو تو جہاد کو مؤخر نہیں کیا جائے گا کیونکہ تاخیر سے جنگی حکمت عملی اور مصلحت فوت ہو سکتی ہے اسی مقام پر وہ مزید لکھتے ہیں "اگر امام اور خلیفہ میسر نہ ہو تو جہاد کو مؤخر نہیں کیا جائے گا اور مال غنیمت کو مجاہدین خود شریعت کے مطابق تقسیم کریں گے"۔

❾ یہاں پر مسئلہ امیر کی بحث میں انگریز کی رائے معلوم کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کیونکہ انگریز کا بھی ایک دارالافتاء ہے جہاں سے وہ باقاعدہ فتوے جاری کرتا ہے اور اسلام کے جس حکم میں اپنے لئے خطرہ محسوس کرتا ہے وہ نہایت صفائی سے اس کے خلاف فتویٰ دیتا ہے اور پھر پیسہ اور نشریات کے زور سے اسے عام کرتا ہے اور اس کے ذریعہ تمام مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کو غیرضروری مسائل اور دور دراز کی موشگافیوں میں الجھائے رکھتا ہے چنانچہ برصغیر میں جب مسلمانوں نے تحریک آزادی میں شامل ہونا شروع کیا جس نے بعد میں جنگ آزادی کی صورت اختیار کر لی تو حکومت برطانیہ نے غلام احمد قادیانی سے جہاد کے خلاف بہت بڑا کام لیا اور سر سید احمد خان وغیرہ کو بھی جہاد کے خلاف استعمال کیا اور اس کے بعد اپنے دارالافتاء سے جہاد کے خلاف فتوے جاری کئے کہ یہ جہاد نہیں ہے تحریک شیخ الہند رحمہ اللہ نامی کتاب میں مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ نے اس بارے میں صفحہ ۱۱۸ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ پیش کرتا ہوں ان شاء اللہ قارئین کو اندازہ ہو جائے گا کہ امیر کے تقرر میں انگریز ہمیں کس طرح الجھاتا ہے شیخ الہند رحمہ اللہ نے حاجی ترنگ زئی صاحب کو مطلع کیا اور ضروری قرار دیا کہ وہ یاغستان (صوبہ سرحد کے آزاد قبائلی علاقہ جات) چلے جائیں اور ضروری عملی کارروائی شروع کریں چنانچہ حاجی ترنگ زئی صاحب قبائلی علاقہ پہنچے مجاہدین کا مجمع

شمار سے زیادہ ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد جنگ چھڑ گئی اور بحمد اللہ مجاہدین کو غیر متوقع کامیابی ہونے لگی اور انگریز پسپا ہو کر واپس اپنی چھاؤنیوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا اس کے رد عمل میں انگریز نے چند اقدامات جہاد اور مجاہدین کے خلاف کئے بعض کو ملاحظہ فرمائیں:

① عوام میں پروپیگنڈہ کیا جائے کہ یہ جہاد نہیں ہے جہاد بغیر بادشاہ کے نہیں ہوتا ہے، بغیر بادشاہ کے جہاد حرام ہے۔

② پانی کی طرح پیسہ بہایا جائے اور اپنے لوگوں کو قبائل کے سرداروں کے پاس بھیج کر بے شمار پیسہ دے کر مجاہدین اور حاجی صاحب سے لوگوں کو توڑا جائے۔

③ عوام میں یہ تبلیغ کی جائے کہ مسلمانان سرحد اور افغانوں کا بادشاہ امیر حبیب اللہ والئی افغانستان ہے مسلمانوں کو ان سے بیعت جہاد کرنا چاہئے اور اس وقت تک انتظار کرنا چاہئے جب تک کہ وہ علم جہاد بلند نہیں کرتا۔

④ اس وقت مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کاغذوں پر بیعت جہاد کر کے دستخط کریں اور امیر کابل کے نائب سلطنت سردار نصر اللہ خان کے دفتر میں یہ کاغذات بھیج دیں۔

⑤ امیر حبیب اللہ خان کو مختلف وعدوں کے سبز باغ دکھا کر بے تحاشا مال دیکر جہاد میں کھڑے ہونے سے روکا جائے۔

⑥ انگریزوں سے جو ترکوں کی جنگ ہے اسکے متعلق یہ پروپیگنڈہ کیا جائے کہ یہ مذہبی جنگ اور جہاد نہیں بلکہ یہ سیاسی جنگ ہے۔

⑦ سلطان عبدالمجید خان جو ترکی خلیفہ تھے انکی طرف سے انگریز نے ایک جھوٹا فرمان حاصل کیا اور پورے ہندوستان میں شائع کیا کہ سلطان کے اسی فرمان پر عمل کرنا مسلمانوں کے لئے فرض ہے وہ فرمان یہ تھا کہ انگریز کی اطاعت ضروری ہے ان سے لڑنا نہیں چاہئے، چنانچہ اس سے لوگوں کے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے امیر عبدالرحمٰن والئی کابل اپنے تزک میں لکھتے ہیں کہ اس فرمان خلیفہ کی بناء پر سرحدی

قبا مں ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ انتہی۔

⓯ مولانا نور محمد صاحب وزیرستانی اپنی کتاب جہاد افغانستان صفحہ ۱۱۴ پر لکھتے ہیں
دور عباسیہ تک اکثر و بیشتر جنگیں امیر کبیر اور خلیفہ کے تحت قیادت لڑی گئیں چونکہ فقہی احکامات کی کتابیں اور فتاویٰ اکثر و بیشتر اسی دور میں لکھے گئے ہیں اس لئے فقہی کتابوں میں جہاں جہاد کا ذکر ہے وہاں خلیفۃ المسلمین یا امیر کبیر کا ذکر صراحتاً یا ضمناً ساتھ ساتھ ہوا ہے مگر یہ محض امر واقعہ کے طور پر ہوا ہے نہ کہ کسی شرط یا قید احتراز کے طور پر۔ اس سے بعض لوگوں بلکہ خواص تک کو شبہہ ہو گیا کہ شاید جہاد کی صحت کے لئے خلیفۃ المسلمین یا امیر کبیر کی اجازت ضروری ہے پھر انگریز کی عیاری اور دارالافتاء نے اسے مزید تقویت پہنچائی ہے ورنہ فقہ کی کسی معتمد کتاب میں جہاد کی صحت اور جواز کے لئے امیر کبیر کے وجود اور اذن کے شرط ہونے کا ذکر آپ کو نہیں ملے گا البتہ مجاہدین جب جہاد کریں تو کسی کو امیر بنائیں اور پھر عملی جہاد شروع کریں۔

محترم قارئین

جہاد کے لئے امیر کا یہ مسئلہ آپ نے پڑھا اس جیسے کئی مسائل دشمنوں نے جہاد کے روکنے کے لئے کھڑے کئے ہیں ان کو شریعت یا اسلام یا فقہ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ جہاد کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے ورنہ پاکستان وغیرہ اسلامی ممالک نے جو افغانستان کے جہاد میں یا کشمیر کے جہاد میں جو سرپرستی کی ہے اور کر رہے ہیں یہ امیر کے لئے کافی ہے اس حدیث پاک سے دوسری بات یہ واضح ہو گئی کہ جہاد میں گناہ گار آدمی بھی جا کر اپنے گناہ بخشوا سکتا ہے یہ نہیں کہ پہلے معصوم بنیں یا آسمانی مخلوق فرشتے بنیں تب جا کر جہاد ہو گا دیکھئے یہاں امیر کبائر کا مرتکب بھی اگر ہو پھر بھی مجاہدین کو قبول کرنا ہو گا جب امیر اس حالت فسق میں بھی جہاد کر سکتا ہے تو مامور اور کارکن کے لئے تو اور بھی گنجائش ہو گئی یہ

دشمن کی چال ہے کہ پہلے معصوم بنو پھر جہاد کرو اس طرح نہ تم معصوم بن سکو گے اور نہ جہاد کی نوبت آئے گی حالانکہ شریعت کی کسی کتاب میں جہاد کے لئے یہ شرط مذکور نہیں کہ پہلے نیک بنو پھر جہاد کرو امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری کتاب الجہاد میں ایک باب باندھا ہے "باب عمل صالح قبل القتال" یعنی جنگ سے پہلے نیک عمل، اس پر امام بخاری نے ایک شخص کا قصہ بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جو اسلحہ میں غرق تھا اس نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں پہلے لڑوں یا پہلے اسلام قبول کروں حضور نے فرمایا پہلے اسلام قبول کرو اور پھر جہاد کرو اس شخص نے اسلام قبول کیا اور پھر لڑتے لڑتے شہید ہوگیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمل کم کیا اور ثواب زیادہ پایا تو یہاں امام بخاری نے عمل صالح میں ایمان کو ذکر کیا کہ مسلمان ہونا چاہئے ایمان ہونا چاہئے اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی واقعے پیش آئے ہیں میرا مقصد یہ نہیں کہ مجاہدین اعمال میں سستی کریں کیونکہ اعمال ہی کے لئے تو مجاہدین جان کی بازی لگارہے ہیں اور عمل ہی تو مقصود ہے لیکن جس طرح نماز روزہ حج زکوۃ دعوت و تبلیغ اور دیگر اعمال کے لئے گناہ گار مسلمان گناہ بخشوانے کیلئے دوڑ دوڑ کر آتے ہیں تو ان گناہ گاروں پر گناہ بخشوانے کا سب سے بڑا دروازہ جہاد کا کیوں بند کیا جاتا ہے؟

مسئلہ امارت پر یہ دلائل ان شاء اللہ پڑھنے والوں کے لئے کافی ہوں گے تلک عشرۃ کاملۃ۔

حدیث نمبر ④ ابن الخصاصیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تاکہ آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لئے یہ شرط رکھی کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دو گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دو گے پانچ وقت کی نماز پڑھو گے۔ اور رمضان کے روزے رکھو گے، زکوۃ ادا کرو گے اور بیت

اللہ کا حج کرو گے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ جو دو چیزیں ہیں اس کی مجھ میں طاقت نہیں ایک یہ زکوٰۃ جو ہے اس کی مجھ میں طاقت نہیں کیونکہ میرے پاس صرف دس اونٹ ہیں اس میں اہل و عیال کے دودھ اور سواری کا مشکل سے انتظام ہوتا ہے دوسری چیز یہ جہاد ہے مجھ میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص جہاد میں پیٹھ دکھائے گا اللہ کے غضب میں آئے گا تو میں ڈرتا ہوں کہ میدان کارزار میں کہیں موت کے خوف سے بھاگ نہ جاؤں، صحابی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور پھر اشارہ کرکے فرمایا "لاصدقة ولاجهاد فبم تدخل الجنة؟" یعنی جب زکوٰۃ اور جہاد نہیں تو پھر کس عمل کو لے کر جنت میں داخل ہو گے؟ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ میں (بغیر شرط) بیعت کرتا ہوں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی۔ (سنن کبری بیہقی)

حدیث نمبر ⑤ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ (اے لوگو!) تم پر تین قسم کا سفر فرض کیا گیا ہے، ① حج کا سفر، ② عمرے کا سفر، اور ③ جہاد کا سفر،

حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی کبھی قبلہ رخ ہوکر ایک ساتھ دس قسم کھا کر فرماتے تھے کہ تم پر جہاد فرض ہے تم پر جہاد فرض ہے پھر فرماتے کہ اگر چاہو تو میں اس سے بھی زیادہ قسم کھالوں۔ (مصنف عبدالرزاق)

حدیث نمبر ⑥ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ "عليك بالجهاد فانه رهبانية الاسلام" یعنی جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ دین اسلام کی رہبانیت یہی جہاد ہے۔ (مسند احمد)

اسی طرح طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ جہاد کی مانند کوئی عمل نہیں ہے۔ (طبرانی)

کنزل العمال میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد کو لازم پکڑو اس سے تم صحت مند بھی بنوگے اور مالدار بھی ہو جاؤ گے۔

اسی طرح کنزل العمال میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ یہ جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور جہاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ہر قسم کا غم دور فرماتا ہے۔

حدیث نمبر ⑦ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام آٹھ حصوں پر مشتمل ہے اسلام کا ایک حصہ ہے نماز (دوسرا) حصہ ہے زکوٰۃ (تیسرا) حصہ ہے حج (چوتھا) حصہ ہے جہاد (پانچواں) حصہ ہے رمضان کے روزے (چھٹا) حصہ ہے امربالمعروف، (ساتواں) حصہ ہے نہی عن المنکر، (آٹھواں) حصہ ہے ایمان واسلام اور جس شخص کو کوئی حصہ نہیں ملا وہ ناکام ونامراد ہوا۔ (کنزالعمال جلدا صفحہ ۳۰)

حدیث نمبر ⑧ علاء بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھنے لگے کہ اے امیرالمؤمنین! ایمان کیا چیز ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے، ① صبر ② عدل وانصاف ③ کامل یقین ④ جہاد۔

اس روایت کو کنزالعمال نے مختلف سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اے امیرالمؤمنین! کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق کچھ سنا ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ

حدیث بیان فرمائی۔

حدیث نمبر ⑨ وعن عائشة رضی الله عنها قالت سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الهجرة فقال لاهجرة بعدالفتح ولکن جهاد ونیة "واذااستنفرتم فانفروا"۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی ہاں اچھی نیت اور جہاد باقی رہے گا اور جب جہاد میں نکلنے کے لئے تم کو کہا جائے تو نکلا کرو۔

فائدہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب وہ خاص ہجرت باقی نہیں رہی جو فتح مکہ سے پہلے مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف فرض تھی اب چونکہ مکہ دارالاسلام بن گیا اس لئے اب یہاں سے ہجرت باقی نہیں رہی اس سے دنیا کی دوسری ہجرتوں کی نفی مقصود نہیں وہ ہجرت تو حالات کے تحت قیامت تک باقی ہے ہجرت چونکہ جہاد کے لئے پیش خیمہ ہوتی ہے اس لئے مسلمانوں پر مکہ سے یہ ہجرت ایسی فرض ہوگئی تھی کہ اس کے بغیر کسی کا اسلام مقبول نہیں سمجھا جاتا تھا البتہ معذور لوگ تو معذور و مجبور تھے۔

اس بیان سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ہجرت ملک چھوڑ کر بھاگنے کا نام نہیں ہے بلکہ اپنے ایمان وجان کی حفاظت کے لئے ملک ووطن چھوڑنے اور پھر پلٹ کر حملے کا نام ہجرت ہے قرآن میں ہے واخرجوهم من حیث اخرجوکم اور ان کفار کو وہاں سے نکالدو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا تھا۔ اس آیت نے یہ بتلا دیا کہ مسلمان کی زمین بڑی مقدس چیز ہے کیونکہ نفاذ شریعت اور نفاذ اسلام کے لئے جگہ کی ضرورت ہے جب جگہ ہی نہ ہوتو نفاذ شریعت تو کیا عبادت کرنا بھی محال ہوجائے گا اس لئے اعلاء کلمۃ اللہ اور تنفیذ شریعت کے لئے زمین کا حصول کوئی ممنوع چیز نہیں ہے لہذا مجاہدین پر یہ اعتراض بھی مناسب نہیں ہے کہ یہ لوگ زمین

کے لئے لڑ رہے ہیں، لڑنا تو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہے لیکن زمین اس کے ضمن میں آتی ہے اس کی قدر کی جائے گی۔

نفیر عام

نفیر عام جہاد کے لئے بادشاہ وقت کی طرف سے عمومی اعلان کو کہتے ہیں ابن النحاس رحمہ اللہ نے مشارع الاشواق میں لکھا ہے کہ جہاد اگرچہ فرض کفایہ ہے لیکن جب وقت کے امام نے کسی کو خاص طور پر متعیّن کرکے نکلنے کے لئے کہا تو اس پر اس وقت جہاد فرض عین ہوجائے گا اس پر مستدرک حاکم کی ایک حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے "الاتنفروا یعذبکم" آیت کے متعلّق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک قبیلہ کو جہاد پر نکلنے کا حکم دیا ان لوگوں نے کچھ سستی کی تو ان پر بطور عذاب بارش برسنا بند ہوگئی، الغرض نفیر عام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی شخص یہ خبر دے کہ فلاں علاقے کے مسلمانوں پر کفار نے چڑھائی کی ہے وہ مدد کے محتاج اور منتظر ہیں اب یہ خبر جن مسلمانوں تک پہنچے گی ان پر بھی جہاد فرض ہوجائے گا ہاں جو قرب و جوار میں مسلمان ہیں ان پر فرض عین ہوجائے گا اور جو دور ہیں ان پر فرض کفایہ رہے گا خبر دینے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی شخص آکر مسلمانوں کو بتلادے کہ کفار تم پر چڑھائی کرنے والے ہیں تو اس صورت میں بھی اس گاؤں کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہوجائے گا چاہے خبر دینے والا عادل ہو یا عادل نہ ہو۔ (کذا فی تاتارخانیہ جلد ۵ صفحہ ۲۲۱)

یہاں یہ بھی سمجھ لیں کہ انفروا خفافا وثقالا میں مفسرین نے خفافا اور ثقالا پر بحث کی ہے کہ اس سے کیا مراد ہے عام ترجمہ اور مفہوم تو یہ ہے کہ جہاد کے لئے نکلو ہلکے ہو یا بوجھل ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جہاد کے لئے نکلو تھوڑے سامان والے ہو یا زیادہ سامان والے شیخ ابوصالح رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نکلو جہاد کے

لئے جوان ہو یا بوڑھے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نکلو جہاد کے لئے چست ہو یا سُست ہو، حکم ابن عتیبہ نے فرمایا کہ نکلو جہاد کے لئے فارغ ہو یا مشغول ہو بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نکلو جہاد کے لئے تم جاگیردار ہو یا جاگیردار نہ ہو بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ نکلو جہاد کے لئے تم بہادر ہو یا بزدل ہو ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو جہاد پر جانے کا حکم دیا گیا ہے چاہے یہ نکلنا سہل ہو یا دشوار ہو۔

حکایت نمبر ① علامہ قرطبی نے قصہ لکھا ہے کہ ایک مسلمان کفار کے علاقہ میں جارہا تھا کہ ایک مقفل مکان سے ایک قیدی مسلمان عورت نے آواز دی کہ میں یہاں قید میں ہوں آپ اپنے بادشاہ کو میری خبر کردیں وہ شخص جب واپس آیا اور بادشاہ کے ساتھ ایک کھانے کے موقع پر ملاقات ہوئی تو باتوں باتوں میں اس مصیبت زدہ قیدی عورت کی بات اسے یاد آئی اس شخص نے ابھی تک اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ بادشاہ کھڑے ہوگئے اور پیدل دشمن کی طرف چل پڑے اور جاکر اس سرحد پر حملہ کردیا اور قیدی عورت کو چھڑا کر پورے علاقے کو فتح کرلیا، اللہ کی رحمتیں ہوں ان پر۔ (قرطبی جلد ۸ صفحہ ۱۵۲)

حکایت نمبر ② حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ ایک جہاد پر جانے لگے جبکہ ان کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی لوگوں نے کہا کہ آپ تو بیمار ہیں اس لئے آپ معذور ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بوجھل دونوں کو نکلنے کا حکم دیا ہے اگر میں مجاہدین کے ساتھ مل کر کفار سے لڑ نہ سکا تو کم از کم مسلمانوں کی جماعت کو تو بڑھادوں گا یا مجاہدین کے سامان کی حفاظت کرلوں گا۔

حکایت نمبر ③ روایت ہے کہ بعض لوگوں نے شام کے غزوات میں ایک ایسے آدمی کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آبرو اس کی آنکھوں پر اتر آئی

تھیں ایک شخص نے ان سے کہاکہ اے چچاجان: اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے اس بوڑھے نے کہا اے میرے بھتیجے: ہمیں تو نکلنے کا حکم ہوا ہے چاہے ہلکے ہوں یا بوجھل۔

حکایت نمبر ④ حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مادر زاد نابینا صحابی تھے جنگ احد کے موقع پر مسلمانوں سے درخواست کرنے لگے کہ جنگی جھنڈا میرے ہاتھ میں دے دو کیونکہ جھنڈا اٹھانے والا جب بھاگتا ہے تو سارا لشکر بھاگنے لگتا ہے اور میں نابینا آدمی ہوں مجھے تو معلوم بھی نہیں ہوگاکہ کون کس طرف سے مجھ پر حملہ آور ہورہا ہے تو اس طرح میں جم کر کھڑا رہوں گا، اسی طرح عطیہ سے منقول ہے کہ میں نے ابن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دفعہ جنگ کے موقع پر کوفہ میں دیکھا کہ آپ کفار کے مقابلے میں صف میں کھڑے تھے اور آپ کی ذرہ زمین پر گھسٹتی چلی جارہی تھی اسی طرح اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادسیہ کی مشہور جنگ میں شہید ہوگئے تھے۔

حکایت نمبر ⑤ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "انفروا خفافا و ثقالا" کی آیت پڑھی اور پھر فرمایاکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوانی اور بڑھاپے میں نکلنے کا حکم دیا ہے، لاؤ میرا سامان جنگ تیار کرکے مجھے دے دو ان کے بیٹوں نے کہاکہ اے اباجان اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خوب جہاد کیا پھر صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں جہاد کیا اب ہم آپ کی طرف سے جہاد میں حصہ لے رہے ہیں آپ زحمت نہ کریں ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات نہیں مانی اور ایک بحری جہاد کی مہم پر چلے گئے اور وہیں شہید ہوگئے لوگوں نے کوشش کی مگر دفنانے کے لئے کوئی جزیرہ نہیں ملا سات دن کے بعد ایک جزیرہ مل گیا وہاں پر ان کو دفنایا ان کے جسم میں ذرا تغیر نہیں آیا تھا اس قصہ کو

ابن کثیر مستدرک حاکم اور کتاب الجہاد میں عبداللہ بن مبارک نے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر (۱۰) حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں نے گھوڑوں (کی دیکھ بھال) کو چھوڑدیا اور اسلحہ رکھ دیا کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اب لڑائی نہیں ہوگی اب جنگ ختم ہوچکی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں نے جھوٹ بولا ہے، قتال اور جہاد تو اب شروع ہوگیا ہے، اور میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے راستے میں لڑتی رہے گی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے دلوں کو کفر و باطل کی طرف مائل کرے گا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے مجاہدین کو رزق عطا کرے مجاہدین ان کفار سے قیامت تک لڑتے رہیں گے اور خیر و بھلائی گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک ہمیشہ بندھی رہے گی۔

(رواہ احمد و نسائی)

﴿لولا القتال لما بقی الدین الذی یذب عنہ﴾

"اگر لڑائی اور جہاد نہ ہوتا تو کوئی قابل دفاع آسمانی مذہب باقی نہ رہتا"۔ (قرطبی جلد ۱۲ صفحہ ۷۰)
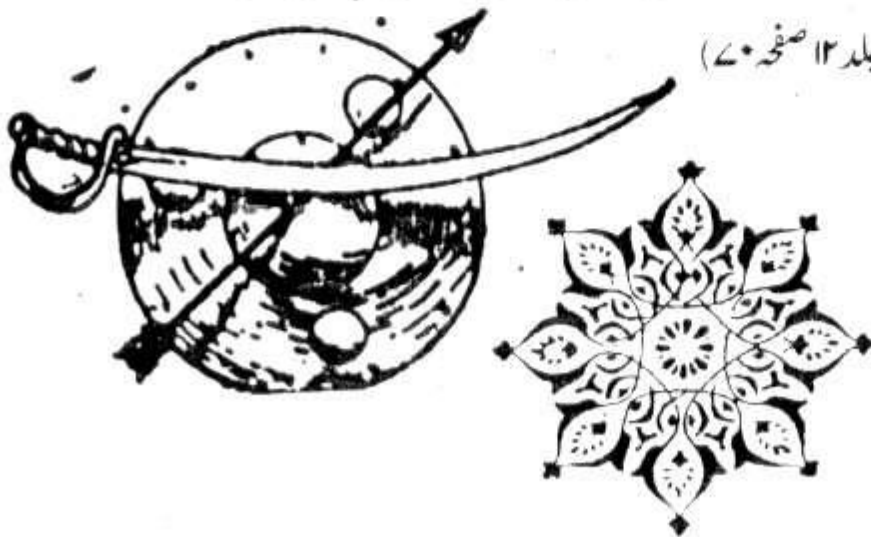
دوسری فصل:

کوئی سال جہاد کے بغیر نہ گذرے

① ابن نحاس رحمہ اللہ المتوفی ۸۱۴ھ نے اپنی مایہ ناز کتاب مشارع الاشواق الی مصارع العشاق میں لکھا ہے کہ علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ کفار سے کفار کے علاقوں میں جاکر لڑنا اور جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اتنے لوگ میدان جہاد میں نکل گئے ہوں جو کفار کے مقابلے کے لئے کافی ہوں تو باقی لوگوں کے ذمہ سے جہاد ساقط ہوجائے گا لیکن اگر سب لوگوں نے اس کو چھوڑدیا تو سب گناہ گار ہوں گے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ہر سال کم از کم ایک مرتبہ جہاد کرنا ضروری ہے اس سے زیادہ اگر ہوجائے تو بہتر ہے جہاد کے بغیر کسی سال کا گذر جانا جائز نہیں ہے ہاں اگر مجبوری ہو کہ خرچہ نہیں یا مسلمانوں کی تعداد کم ہے اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہو یا مسلمانوں کے پہل کرنے اور اقدام سے ان کے نیست و نابود ہونے کا خطرہ ہو اگر اس قسم کی کوئی مجبوری نہ ہو تو پورے سال تک جہاد کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کتاب الام میں امام شافعی رحمۃ اللہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

② امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تو اہل اصول کا مسلک راجح ہے جو فرماتے ہیں کہ "الجهاد دعوة قهرية" کہ جہاد ایک قہری اور جارحانہ دعوت کا نام ہے تو جتنا ممکن ہوسکتا ہے اس کو قائم رکھنا چاہئے تاکہ یا مسلمان اور یا جزیہ دینے والوں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہے اس لئے جہاد کو سال میں ایک دفعہ کرنے کے ساتھ مختص نہیں کرنا چاہئے جب اس سے زیادہ کا امکان ہو تو جہاد کو معطل نہیں کرنا چاہئے باقی فقہاء نے جو سال میں ایک دفعہ قائم کرنے کو کہا ہے تو وہ

عام عادت کے مطابق کہا ہے کیونکہ عموماً سال میں ایک ہی دفعہ تیاری ہوتی ہے اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو یہ ان کے نظریہ کے منافی نہیں ہے۔ (انتہی)

(۳) حنابلہ میں سے صاحب مغنی فرماتے ہیں کہ سال بھر میں کم از کم ایک دفعہ جہاد ہونا چاہئے ہر سال میں واجب ہے کہ جہاد ہو الا یہ کہ کوئی عذر پیش آجائے اور اگر ایک سال میں کئی دفعہ جہاد کی ضرورت پڑ جائے تو کرنا واجب ہے کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے تو جب بھی ضرورت پڑے گی واجب ہوتا جائے گا۔ (انتہی)

(۴) مالکیہ میں سے علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وقت کے بادشاہ پر فرض ہے کہ وہ سال میں ایک دفعہ دشمن کی طرف مجاہدین کو روانہ کرے اور خود بھی ان کے ساتھ جائے یا اپنا قائم مقام بھیجے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دیں اور خوب ترغیب دیں اللہ کے دین کو غالب کریں اور ان لوگوں کی ایذارسانی سے پرہیز کریں یہاں تک کہ وہ دین اسلام میں داخل ہو جائیں یا جزیہ ادا کریں۔

اقبال مرحوم نے سلف صالحین کے جہاد کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے ؎

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
اہل چین چین میں، ایران میں ساسانی بھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی
پر تیرے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے؟
بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے؟

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے
سربکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے؟
قوم اپنی جو زر ومال جہاں پر پھرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی؟
تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درخیبر کس نے
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے
کاٹ کر رکھدیئے کفار کے لشکر کس نے؟

مسائل الباب

اس دوسرے باب کے متعلّق چند مسائل علامہ ابن نحاس رحمہ اللہ اور فتاویٰ تارتارخانیہ نے ذکر فرمائے ہیں میں ہر باب کے آخر میں باب کے مناسب چند مسائل بیان کروں گا تاکہ باب کے عام مسائل پر مزید روشنی پڑے گویاکہ یہ مسائل متفرقہ ہوں گے لیکن اگر اس قسم کے مسائل میسر نہیں آئے تو پھر میں مسائل الباب کے حوالے سے کچھ لکھنے سے معذور ہوں گا ان مسائل کو مسئلہ کے عنوان سے ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ چھوٹے بچے پر جہاد فرض نہیں ہے اسی طرح دیوانے پاگل اور عورت پر جہاد فرض نہیں۔

مسئلہ ایسے مریض پر جہاد فرض نہیں ہے جو بوجہ مرض لڑنے میں حصہ نہ لے سکتا ہو۔

مسئلہ یک چشم پر جہاد فرض ہے اسی طرح کسی کے سر میں درد ہو یا ڈاڑھ میں ہو یا معمولی بخار ہو یا معمولی لنگڑا ہو ان سب پر فرض ہے۔

مسئلہ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز نہیں ہے اسی طرح دادا دادی کی اجازت ضروری ہے اگر والدین نہ ہوں۔

مسئلہ اگر والدین نے پہلے اجازت دیدی تھی لیکن پھر انکار کردیا تو بیٹے کو واپس آنا پڑے گا ہاں اگر واپس آنے سے عام مجاہدین کے حوصلے پست ہو جاتے ہوں تو واپس نہ آئے لیکن اگر بیٹے نے جنگ شروع کردی اور والدین نے اجازت ختم کردی تو جہاد کی صف سے واپس لوٹ آنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

مسئلہ اگر کوئی مجاہد مقروض ہے اور قرض خواہ قرض مانگ رہا ہے اور قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت بھی نہیں ہے تو امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں یہ مقروض جہاد میں جا سکتا ہے امام اوزاعی نے بھی فرمایا ہے کہ مدیون قرض خواہ کی اجازت کے بغیر بھی جاسکتا ہے ابن المنذر رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے کہ اگر قرض کا بندوبست کرلیا ہے تو قرض خواہ کی اجازت کے بغیر جاسکتا ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

مسئلہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرض خواہ کی اجازت کے بغیر مدیون جہاد میں نہیں جاسکتا یہ قرض خواہ چاہے مسلمان ہو یا کافر۔

مسئلہ اگر قرض کا مطالبہ فوری نہ ہو تو صحیح یہی ہے کہ قرض خواہ اس کو جہاد سے نہیں روک سکتے۔

مسئلہ یہ سارے مسائل اس وقت کے ہیں جب کہ جہاد فرض کفایہ کے

درجے میں ہو لیکن اگر کفار مسلمانوں کے علاقے میں گھس آئے یا شہر کے بالائی حصوں پر مورچے بنانے شروع کردیئے یا شہر کی طرف پیش قدمی کررہے ہوں تو پھر جہاد فرض عین ہوجائے گا پھر تو بچے بڑوں کی اجازت کے بغیر نکلیں گے اسی طرح غلام مولیٰ کی اجازت کے بغیر جائے گا بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر جائے گی مدیون دائن کی اجازت کے بغیر نکلے گا۔

مسئلہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایاکہ اگر دشمن نے مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور مسلمانوں کو جنگ کا موقع ہی نہیں دیا اور قید کرنا شروع کردیا تو جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ گرفتار کرکے مجھے یہ کفار ماردیں گے تو اس کو تسلیم ہوجانا جائز نہیں بلکہ ہمت کرے اور جتنا دفاع ممکن ہو کرے اس میں اگر مارا گیا تو یہ شہادت ہے۔

مسئلہ اگر کسی عورت کو یہ اندازہ ہوجائے کہ گرفتار کرنے کے بعد یہ کفار آبروریزی کریں گے تو اس عورت پر دفاع واجب ہے خوب مقابلہ کرے اگرچہ اس میں ماری جائے کیونکہ موت سے بچنے کے لئے زنا پر راضی ہوجانا جائز نہیں اسی طرح حکم اس لڑکے کا ہے جو امرد ہو اور صاحب جمال و کمال ہو۔

مسئلہ اگر کفار کسی شہر کے اتنے قریب آگئے کہ (۴۸) میل سے مسافت کم رہ گئی تو اس شہر والوں پر جہاد فرض عین ہوجائے گا امام ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دفاعی جنگ ہے لہٰذا ہر ایک پر فرض عین ہے۔

مسئلہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر دشمن مسلمان علاقوں کے قریب آگیا لیکن ابھی تک اندر داخل نہیں ہوا ہے تو مسلمانوں پر ان کے خلاف لڑنے کے لئے نکلنا واجب ہے تاکہ اللہ کا دین غالب آجائے اور اپنے دارالخلافہ کی حفاظت ہوجائے اور دشمن ذلیل ہوجائے۔

مسئلہ علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب کفار دارالاسلام کے قریب

آجائے تو قرب و جوار کے تمام لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جائے گا اور دور والوں پر فرض کفایہ رہے گا۔

مسئلہ ایک آدمی کے پاس لوگوں کی امانتیں پڑی ہیں اور امانتوں کے مالک حضرات غائب ہیں تو یہ شخص امانتیں لوٹانے کے لئے کسی کو مقرر کرے اور خود جہاد میں نکل جائے۔

مسئلہ اگر کسی شہر میں مسائل بتانے کے لئے ایک ہی عالم موجود ہیں تو ان پر جہاد میں جانا فرض نہیں ہے کیونکہ ان کے جانے سے علم اور مسئلے مسائل سب ضائع ہو جائیں گے۔

مسئلہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ جہاد میں عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ کفار سے جنگ کریں ہاں اگر مسلمان مجبور ہو گئے کہ نفیر عام ہو گیا ہے اور ان عورتوں کی ضرورت بھی ہے تو پھر عورتوں کا لڑنے کے لئے نکلنا جائز ہو گا اس وقت ان خواتین کو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے نہ کوئی ان کو روک سکتا ہے اسی طرح اگر مسلمان ان عورتوں کی طرف محتاج نہیں ہیں لیکن یہ عورتیں دور دور سے تیراندازی کر سکتی ہیں تو بھی جانا جائز ہے یہ عمر رسیدہ عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گی روٹی پکائیں گی پانی پلائیں گی اور لڑائی میں حصہ نہیں لیں گی لیکن جوان لڑکیاں زخمیوں کی دوائی نہیں کریں گی ان کو پانی نہیں پلائیں گی بلکہ ان کے لئے جہاد میں جانا بھی جائز نہیں عمر رسیدہ عورتوں کو چاہئے کہ لشکر کے مضبوط دستوں اور زیادہ محفوظ مقامات میں رہیں، یہ سارے مسائل مشارع الاشواق اور فتاویٰ تاتارخانیہ سے لئے گئے ہیں۔

مسئلہ کفار کو دعوت اسلام دینے کے بعد تین دن سے زیادہ مہلت نہیں دینی چاہئے کیونکہ اگر زیادہ مہلت دی تو وہ لوگ فرصت کا وقت پاکر مقابلہ کی تیاری کرلیں گے رستم کے دربار میں حضرت ربعی بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی

فرمایا تھا کہ ہمارے یہاں سنت یہی ہے کہ تین دن تک مہلت دیں۔

مسئلہ جہاد فرض عین ہو یا فرض کفایہ اس کو حقیر سمجھنا یا انکار کرنا کفر ہے۔

مسئلہ علامہ سرخسیؒ اور علامہ شامیؒ نے اس ترتیب کی طرف اشارہ کیا ہے جس ترتیب سے جہاد فرض ہوا، فرماتے ہیں پس جان لو کہ جہاد کا حکم ترتیب وار نازل ہوا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کو اولاً کفار سے اعراض اور صرف تبلیغ کا حکم تھا جیسے "فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین"۔

پھر احسن طریقہ پر بحث ومباحثہ اور وعظ و نصیحت کا حکم ہوا جیسے "وجادلھم بالتی ھی احسن" اور "ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ" پھر قتال کی اجازت مل گئی جیسے "اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا" پھر اس طرح مشروط طور پر لڑنے کا حکم ہوا کہ اگر وہ لڑتے ہیں تو تم بھی لڑو جیسے "فان قاتلوکم فاقتلوھم" پھر اشہر الحرم کے علاوہ جہاد کا عام حکم ہوا جیسے "فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین" اس کے بعد پھر مطلقاً جہاد کا حکم آیا جیسے "وقاتلوا فی سبیل اللہ" کہ اللہ کے راستہ میں لڑو اور اسی پر جہاد کا حکم برقرار رہا اور تاقیامت باقی رہے گا۔ (ملخص سرخسی و شامی جلد ۳)

سچ ہے کہ ؎

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے کلمۃ اللہ رقص کرنا عین ایمان ہے

تیسری فصل:

جہاد نہ کرنے والوں پر وعیدیں

① قال الله تعالی: قل ان كان آباؤكم وابنائكم واخوانكم و ازواجكم و عشيرتكم و اموال اقترفتموها و تجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لايهدي القوم الفاسقين۔ (سورہ توبہ ۲۴)

”تو کہہ دے کہ تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم کماتے ہو اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو، تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں لڑنے سے، تو انتظار کرو کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ راستہ نہیں دیتا نافرمانوں کو“۔

فائدہ اس آیت میں نہایت جامعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کا ذکر فرماکر متنبّہ کیا کہ مسلمانوں کو ان انفرادی آسائشوں اور سہولتوں کی وجہ سے جہاد جیسے اجتماعی عمل میں سستی نہیں کرنی چاہئے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جہاد کے راستے میں تین قسم کی بڑی رکاوٹیں پیش آتی ہیں اول افراد و اشخاص، خویش و اقارب، بیوی بچوں کی محبت اور ان کی طرف سے دیگر پابندیاں، دوم اموال کی محبت اور اس کی ترقی و حفاظت، اور اس میں وسیع پیمانے پر تجارت یہ چیزیں انسان کو جہاد سے پیچھے رکھتی ہیں کثرت اموال اور اس کی محبت سے بسااوقات آدمی بزدل بھی بن جاتا ہے نیز جنگ کی وجہ سے وقتی طور پر تجارت ماند بھی پڑجاتی ہے خاص طور پر جس کافر ملک سے مال درآمد کیا جاتا ہو وہ تو بالکل بند ہوجاتا ہے تو ایسی صورت حال میں جہاد کے راستے میں اموال کی وجہ سے رکاوٹ

بالکل واضح چیز ہے۔

سوم آسائش کے مکانات نرم گرم بستر، عالی شان کمرے، ہر قسم کے کھانے پینے کا سامان، بیوی بچوں کے ساتھ سکون کی زندگی بجلی روشنی وقت پر کھانا، ٹھنڈا پانی گرمی میں ٹھنڈک اور ٹھنڈ میں گرمی کا سامان، مچھر کے کاٹنے سے بچنے کے لئے سارے انتظامات، یہ چیزیں بھی جہاد کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہیں اللہ تعالی نے اس آیت میں انہیں تین قسم کی رکاوٹوں کا ذکر فرمایا ہے۔

تفسیر عثمانی: یعنی اگر اللہ و رسول کے احکام کا امتثال اور ہجرت یا جہاد کرنے سے یہ خیال مانع ہو کہ کنبہ اور برادری چھوٹ جائے گی، آرام کے مکانوں سے نکل کر بے آرام ہونا پڑے گا، تو پھر خدا کی طرف سے حکم سزا کا انتظار کرو جو اس تن آسانی اور دنیا طلبی پر آنے والا ہے جو لوگ مشرکین کی موالات یا دنیوی خواہشات میں پھنس کر احکام الہیہ کی تعمیل نہ کریں ان کو حقیقی کامیابی کا راستہ نہیں مل سکتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو خدا تم پر ایسی ذلت مسلط کرے گا جس سے کبھی نکل نہ سکو گے یہاں تک کہ پھر اپنے دین جہاد فی سبیل اللہ کی طرف واپس آجاؤ۔

(تفسیر عثمانی صفحہ ۲۵۲)

(۲) ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین۔

"کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی تک اللہ نے معلوم نہیں کیا جو تم میں لڑنے والے ہیں اور معلوم نہیں کیا ثابت قدم رہنے والوں کو"۔

تفسیر: یعنی جنت کے جن اعلی مقامات اور بلند درجات پر خدا تم کو پہنچانا چاہتا ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں جا پہنچیں گے اور خدا تمہارا امتحان لے

کر یہ نہ دیکھے گا کہ تم میں کتنے خدا کی راہ میں لڑنے والے اور کتنے لڑائی کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں ایسا خیال نہ کرنا۔ مقامات عالیہ پر وہی لوگ فائز کئے جاتے ہیں جو خدا کے راستہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارو رسن کہاں

(تفسیر عثمانی صفحہ ۸۷)

(۳) ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولاالمومنین ولیجۃ واللہ خبیر بما تعملون۔ (سورہ توبہ آیت ۱۶)

"کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا ہے اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو بھیدی نہیں بنایا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ کو معلوم ہے"۔

تفسیر: مشروعیت جہاد کی یہاں ایک اور حکمت بیان فرمائی، یعنی ایمان اور بندگی کے زبانی دعوے کرنے والے تو بہت ہیں لیکن امتحان کی کسوٹی پر جب تک پرکھا نہ جائے کھرا اور کھوٹا ظاہر نہیں ہوتا جہاد کے ذریعہ سے خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اس کی راہ میں جان و مال نثار کرنے کو تیار ہیں اور خدا اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو رازدار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے خواہ وہ ان کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو، یہ معیار ہے جس پر مومنین کا ایمان پرکھا جاتا ہے جب تک عملی جہاد نہ ہو صرف زبانی جمع خرچ سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

(تفسیر عثمانی صفحہ ۲۵۱)

(۴) یاایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل

اللہ اثاقلتم الی الارض، ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ؟ فما متاع الحیاۃ الدنیا فی الاخرۃ الاقلیل الاتنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شئی قدیر۔ (سورہ توبہ آیت ۳۹،۳۸)

"اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوگیا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کرلی سو دنیوی زندگی کا تمتع کچھ بھی نہیں آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کرے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے"۔

فائدہ: یہ آیتیں غزوہ تبوک کے موقع پر اتری ہیں بلکہ سورت توبہ کا اکثر حصہ اسی غزوہ کے متعلق اترا ہے جس میں منافقین کے تمام نامناسب بہانوں اور جہاد سے بچنے کے حیلوں کا ذکر کیا گیا ہے چونکہ یہ سورت نزول قرآن کے اعتبار سے آخری بڑی سورتوں میں شمار ہوتی ہے اس لئے اس کے تمام احکام دوٹوک اٹل اور غیر منسوخ و مستحکم ہیں اسی لئے حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سورت کے درس کو مجاہدین کی جماعت میں لازمی قرار دیتے تھے سرزمین شام میں جہاد کے دوران حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے درس اور تعلیم پر مامور تھے مذکورہ بالا دو آیتوں میں سے پہلی آیت کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ترغیب جہاد دے کر مسلمانوں کو خوب ابھارا ہے اور سستی پر عار دلائی ہے کہ یہ منافقین اتنے بزدل ہوگئے ہیں کہ جہاد سے بچنے کے لئے زمین سے چپک رہے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت دنیا کا ذکر کیا ہے کہ جہاد سے بچنے کی اصل وجہ حب دنیا ہے پھر فرمایا کہ دنیا کیا چیز ہے یہ تو فانی ہے فانی کو باقی کے مقابلہ میں کیوں اختیار کرتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاد چھوڑو گے تو ذلیل ہوجاؤ گے کیونکہ ایک تو اللہ کے عذاب میں آجاؤ گے دوسرا یہ کہ صفحہ ہستی سے مٹ جاؤ گے قوموں میں تمہارا نام و نشان

باقی نہیں رہے گا اور تمہاری جگہ دوسری قومیں آجائیں گی۔

ان آیتوں کی مختصر تفسیر بھی ملاحظہ فرمالیجئے، فرمایاکہ "اثاقلتم الی الارض" میں بہت زیادہ ڈانٹ ہے اور جہاد چھوڑنے اور اس کی طرف جلدی نہ کرنے پر بہت سخت زجر اور سرزنش ہے "یعذبکم عذابا الیما" کے بارے میں ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں دردناک عذاب یہ ہے کہ کفار تم پر غالب آجائیں گے اور آخرت میں دردناک عذاب دوزخ کی آگ ہے۔

علامہ قشیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہاد میں تثاقل اور سستی اگر اس وجہ سے ہے کہ وہ شخص جہاد کو پسند نہیں کرتا تو یہ ہر مسلمان کے لئے حرام ہے اور اگر وہ جہاد کو ناپسند نہیں کرتا ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کرنے اور حکم دینے کے بعد سستی کرتا ہے تو یہ صرف اسی شخص کے لئے حرام ہے اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو پھر جہاد فرض کفایہ ہے بعض مفسرین نے فرمایاکہ جب کفار کا غلبہ ہوجائے تو پھر امام الحرب کے نفیر عام کے بغیر بھی جہاد فرض ہوجاتا ہے کیونکہ یہاں امیر کا حکم جہاد کو فرض نہیں کرتا بلکہ جہاد تو غلبہ کفار کی وجہ سے فرض ہوجائے گا ہاں امیر کا حکم ماننا اور اطاعت کرنا الگ فریضہ ہے امیر کا خاص حکم خاص آدمی کے لئے بوجہ اطاعت امیر جہاد کو فرض عین بناتا ہے۔ (خلاصہ تفسیر قرطبی جلد ۸ صفحہ ۱۴۲)

(۵) فرح المخلفون بمقعدهم خلاف رسول الله وكرهوا ان يجاهدوا باموالهم وانفسهم فى سبيل الله وقالوا لا تنفروا فى الحر قل نار جهنم اشد حرا لو كانوا يفقهون۔ (سورہ توبہ ۸۱)

"خوش ہوگئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوکر اور گھبرائے اس سے کہ لڑیں اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں تو کہہ کہ دوزخ کی آگ سخت گرم ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی"۔

یعنی اگر ان کو سمجھ ہوتی تو خیال کرتے یہاں کی گرمی سے بچ کر جس گرمی کی

طرف جارہے ہو وہ کہیں زیادہ سخت ہے یہ تو وہی مثال ہوئی کہ دھوپ سے بھاگ کر آگ کی پناہ لی۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۶۴)

جہاد چھوڑنا اجتماعی ذلت ہے

حدیث نمبر ① وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تبایعتم بالعینۃ واخذتم اذناب البقر ورضیتم بالزرع وترکتم الجہاد سلط اللہ علیکم ذلا لاینزعہ حتی ترجعوا الی دینکم۔ (رواہ ابو داؤد باسناد حسن)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ''عینہ'' کا کاروبار شروع کردو گے اور بیلوں کی دموں کو پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کردے گا اور اس کو تم سے اس وقت تک نہیں ہٹائے گا جب تک کہ تم اپنے دین (جہاد) کی طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے''۔

فائدہ ''عینہ'' ایک ناجائز بیع وشراء ہے مطلب یہ ہوا کہ ناجائز کاروبار، دنیا کی محبت اور اس کے پیچھے پڑ کر جہاد فی سبیل اللہ کا چھوڑنا اجتماعی ذلت کو دعوت دینا ہے مشکوۃ شریف صفحہ ۲۵۷ پر ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث منقول ہے وہ اس طرح کہ ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی آدمی کے گھر میں ہل اور کھیتی باڑی کا کچھ سامان دیکھا تو فرمانے لگے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ ہل کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اس کے گھر میں ذلت داخل کر دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ بزدلی کی وجہ سے اس شخص نے ہل جوتنا شروع کیا ہوا ہے اس میں پست ہمتی کی بات بھی ہے اور حکام کو کئی قسم کے ٹیکس بھی دینے پڑتے ہیں اس کی بجائے اگر یہ شخص جہاد فی سبیل اللہ کے راستے کو اپناتا

تو عزت کی روزی بھی مل جاتی آزادی بھی مل جاتی اور دین اسلام بھی بلند ہو جاتا۔

جذبہ جہاد نہ رکھنے والا منافق کی موت مرے گا

حدیث نمبر (۲) وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق۔ (مسلم شریف)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مرا اور اس نے نہ جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا جذبہ پیدا ہوا اس کی موت ایک طرح کے نفاق پر ہوگی"۔

مطلب یہ کہ اس نے نہ صرف یہ کہ اپنی پوری زندگی میں کبھی جہاد نہیں کیا بلکہ کبھی جہاد کرنے کا قصدوارادہ بھی نہیں کیا اور نہ کسی موقع پر یہ کہا کہ کاش میں بھی جہاد کرتا، اور چونکہ یہ منافقین کی خصلت ہے کہ وہ جہاد کے وقت منہ چھپا کر گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں اور ان کے دل میں جہاد کرنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا بموجب حدیث، جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے، یہ مومن بھی منافقین کے مشابہ ہوا۔ (مظاہر حق جلد ۳ صفحہ ۷۳)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ جہاد ہر حال میں فرض عین ہوتا ہے ان حضرات میں سعید بن مسیب رحمہ اللہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ابن شبرمہ رحمہ اللہ وغیرہ علماء زیادہ مشہور ہیں۔

حدیث نمبر (۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس پر جہاد کا کوئی اثر نہیں ہوگا تو وہ گویا اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ

اس کا دین ناقص ہو گا‘‘۔

تشریح اثر سے مراد علامت و نشان ہے حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس حال میں اس دنیا سے رخصت ہو گا کہ نہ تو اس کے جسم پر جہاد کی کوئی علامت ہوگی جیسے زخم یا راستے کا غبار یا جسمانی تکلیف کا کوئی نشان، اور نہ اس کے نامہ اعمال میں شرکت جہاد کا کوئی ثبوت ہو گا جیسے جہاد اور مجاہدین کی ضروریات میں اپنا مال خرچ کرنا، یا مجاہدین کو سامان جہاد فراہم کرنا تو گویا وہ اس حالت میں مرے گا کہ اس کے دین میں رخنہ (نقص) ہو گا۔ (مظاہر حق جلد ۳ صفحہ ۷۴۷)

ترک جہاد مصائب کو دعوت دینا ہے

حدیث نمبر ④ ایک اور حدیث میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نہ کبھی جہاد کیا نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد دیا اور نہ کبھی کسی مجاہد کی فی سبیل اللہ یہ خدمت انجام دی کہ اس کے اہل و عیال کی نگرانی کی تو قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نازل فرمائے گا۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جہاد میں کسی نہ کسی طرح حصہ ضرور لے اگر محاذ پر جاکر لڑنے کی قوت و قدرت نہیں تو مجاہدین کو سامان فراہم کرنے میں حصہ لے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو خالص اللہ کی رضا کے لئے مجاہدین کے اہل و عیال کی خدمت کرے اور جو لوگ جہاد کے کسی کام میں حصہ نہ لیں وہ خدا کے عذاب اور مصائب کو دعوت دیتے ہیں۔

(رسالہ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ صفحہ ۴۹)

حدیث نمبر ⑤ اسی مضمون کی ایک اور حدیث بروایت مکحول رحمہ اللہ اس

طرح منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھرانے سے نہ تو کوئی غازی بن کر نکلا نہ انہوں نے کسی غازی کو تیار کر کے بھیجا اور نہ انہوں نے کسی غازی کے گھر کی دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ موت سے پہلے پہلے ان لوگوں پر عذاب نازل کرے گا۔ (یہ حدیث مرسل ہے)

حدیث نمبر ⑥ صاحب شفاء الصدور نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کرنا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور جس شخص نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہنائے گا اور اس پر مصیبتیں عام ہو جائیں گی اور وہ ذلیل ہو کر ظلم کو برداشت کرے گا اور انصاف سے محروم رہے گا۔

حدیث نمبر ⑦ ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک آسمان سے بارش جاری رہے گی یہ جہاد تر و تازہ اور میٹھا رہے گا اور لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ اس وقت کے قاری (اور پڑھے لکھے لوگ) کہیں گے کہ یہ زمانہ جہاد کا نہیں ہے پس جو شخص اس زمانے کو پالے تو یہ جہاد کا بہترین زمانہ ہو گا صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی شخص اس طرح بات بھی کر سکتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہ بات وہ شخص کرے گا جس پر اللہ اور فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہو گی۔

حدیث نمبر ⑧ ابو عمرو قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاصی اور گناہ آدمی کو جہاد سے ایسا روکتے ہیں جیسا کہ ایک قرض خواہ اپنے مدیون کو روکتا ہے۔

ترک جہاد پر عمومی عذاب

حدیث نمبر ⑨ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سال بعد ایک دفعہ خطبہ دینے لگے اور رونے کی وجہ سے آپ کی ہچکیاں بندھ گئیں تھیں آپ نے فرمایا اے لوگو میں نے ایک سال پہلے اسی ماہ اسی جگہ منبر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا، جس قوم نے بھی جہاد فی سبیل اللہ چھوڑدیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کیا ااور جس قوم نے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑدیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عام عذاب میں مبتلا کردیا۔

اسی طرح ایک اور حدیث طبرانی میں اختصار کے ساتھ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس قوم نے بھی جہاد کو ترک کردیا اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب ڈالے گا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ بیعت خلافت کے بعد آپ منبر پر آکر ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمانے لگے کہ جس قوم نے بھی جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑدیا اللہ تعالیٰ نے ان پر فقر و فاقہ مسلط کردیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی مضمون کی ایک اور حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ساری اطاعت سپرد کردی اب جو چاہے مومن بنے اور جو چاہے کفر کرے بے شک ہم نے ظالموں کے واسطے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے اس ارشاد پر کسی نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حدیث ہم نے سنی اس کے بعد کوئی شخص جہاد کو چھوڑ کر گھر میں بیٹھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جس کو اللہ نے ملعون بنایا اور اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اس کے لئے اللہ نے عظیم

عذاب تیار کیا یہ آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو جہاد کو نہیں مانیں گے (مگر) بے شک میرے رب نے پکا وعدہ کیا ہے کہ اس طرح عقیدہ رکھنے والا جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو اللہ اس کو ایسا عذاب دے گا کہ اس کے سوا کسی کو نہیں دیا ہو گا۔ (یہ ساری حدیثیں اور روایتیں کتاب مشارع الاشواق سے لی گئی ہیں جو علامہ ابن نحاس کی تالیف لطیف ہے)

وادیٔ نجد میں وہ شور سلاسل نہ رہا
قیس دیوانہ نظارۂ محمل نہ رہا
حوصلے وہ نہ رہے ہم نہ رہے دل نہ رہا
گھر یہ اجڑا ہے کہ تو رونق محفل نہ رہا
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہرو منزل ہی نہیں
ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا ابراھیم پدر، اور پسر آذر ہیں

اے میرے مسلمان بھائی

ابن نحاس رحمہ اللہ نے مشارع الاشواق میں ان مسلمان بھائیوں سے اپیلیں اور درخواستیں کی ہیں جنہوں نے جہاد کو بالکل چھوڑ دیا ہے یا اس میں سستی کر رہے ہیں اپیلوں کے اس طویل سلسلہ کے بعد ابن نحاس رحمہ اللہ نے دنیا کی بے ثباتی اور اس کا سریع الزوال ہونا بیان کیا ہے کہ جب دنیا اتنی جلدی فانی ہونے والی چیز ہے تو اتنے بڑے عمل میں آدمی کو سستی نہیں کرنی چاہئے پھر اس کے بعد آپ

رحمہ اللہ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر کیا ہے اور وہاں کی حوروں اور راحتوں کا تفصیلی نقشہ پیش کیا ہے تاکہ ہر مسلمان مجاہد بن کر جہاد کرے اور ان نعمتوں اور راحتوں کو حاصل کرے ان میں سے چند گذارشات نقل کرتا ہوں کیونکہ سب کا نقل کرنا دشوار بھی ہے اور طویل بھی۔

اے فریضہ جہاد سے اعراض کرنے والے بھائی: اور اے راہ راست اور راہ توفیق سے منہ موڑنے والے، خدا کی قسم تو نے جہاد سے دوری اختیار کرکے کامیابی سے محرومی کا راستہ اختیار کیا ہے کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ لڑائی سے پیچھے رہنے اور بہادروں کے معرکوں میں داخل ہونے اور راہ خدا میں جان و مال کی قربانی میں بخل کرنے کا سبب آپ کے ہاں موت کا خوف ہے یا بقاء کی طویل امیدیں ہیں یا اہل و عیال اور دوست و احباب سے فراق یا خادموں، ماتحتوں اور بھائیوں و رشتہ داروں یا دوستوں بیوی بچوں سے محبت ہے یا عالیشان محلات، بڑے بڑے عہدے عمدہ کھانے اور پینے کا سامان ہے یا نیک اعمال کمانے کا آپ کو شوق نہیں یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہے جس نے آپ کو جہاد کے اس مقدس فریضہ اور رب العالمین کے قرب سے دور کردیا ہے اگر ایسا ہے تو خدا کی قسم یہ اچھا اور مستحسن اقدام نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں آپ کی موت کو موخر نہیں کرسکتیں بلکہ موت اپنے ہی وقت پر ضرور آکر رہے گی کیونکہ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا لازم ہے پھر اس موت کے بعد دیکھا جائے گا کہ یہ شخص خوش قسمت تھا یا بد قسمت اگر نیک بخت تھا تو جنت کی عظیم نعمتوں کی طرف جانا ہوگا اور اگر بد بخت تھا تو جہنم کی آگ کی طرف جانا ہوگا دیکھو میرے بھائی، شہید کو موت کے وقت چیونٹی کے کاٹنے سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی ہے تو پھر آپ اس سنہری موقع کو کیوں ضائع کررہے ہو؟ جس کی بدولت آپ قبر کے عذاب اور آخرت کے عتاب اور محشر کی ہولناکیوں سے امن میں رہو گے کیونکہ شہداء تو زندہ ہوتے ہیں اور ان کو طرح طرح کی نعمتیں ملتی ہیں، عزت کی اس موت اور عام موت میں کتنا بڑا فرق ہے دنیا تو فانی چیز ہے بلکہ یہ تو دھوکہ کا

سامان ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس دنیا کی وجہ سے تجھ سے قیامت کے روز سوال ہو گا کہ کہاں سے مال کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا فقراء تو پانچ سو سال پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے اور اغنیاء حساب کتاب کی وجہ سے رکے ہوئے ہوں گے۔

اے میرے بھائی! اگر آپ اہل و عیال اور بیوی بچوں کی وجہ سے جہاد میں نہیں جاسکتے تو یاد رکھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انما اموالکم و اولادکم فتنۃ کہ یہ مال و اولاد تو انسان کے لئے باعث فتنہ ہے۔

دیکھو بھائی اللہ تعالیٰ تو بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے اس اللہ نے تیری پرورش ماں باپ سے پہلے کی ماں کے پیٹ میں تیری حفاظت کی تیرے غذا کا انتظام کیا اور تجھے ہر مقام پر خوب پالا اور جب تو بڑا ہوا تو تجھے اپنے احکامات سے نوازا تیرے اپنے بچوں نے تو تجھے کھالیا تو نے ان کی پرورش کی ان پر خرچ کیا اس کا تقاضہ یہ تو نہیں کہ وہی بچے تیرے لئے دوزخ اور عذاب عظیم کا ذریعہ بنیں تم نے اپنی تمام راحتوں کو ان بیٹوں پر قربان کیا اب یہی بچے آپ کو جہنم کی طرف دھکیل رہے ہیں اور جنت کی تمام راحتوں سے محروم کر رہے ہیں۔

پھر یہ بھی دیکھو کہ جہاد کے بغیر بھی تو موت آتی ہے اس وقت تم قبر میں پڑے ہوگے اور تیرا مال تقسیم ہو گا اس وقت تو کہے گا کہ اے کاش اگر میں شہید ہو جاتا، تو تجھے آواز آئے گی کہ نہیں نہیں شہادت تو اب بہت دور رہ گئی اب تو صرف افسوس و ارمان اور نعمتوں سے حرمان کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

اے میرے بھائی! اگر آپ جہاد کے لئے اس لئے نہیں جاتے کہ دوست احباب رشتہ دار رہ جائیں گے تو یاد رکھ قیامت کے روز یہ اعلان ہو گا "الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین"

یعنی اس روز دوست دوست کا دشمن ہو گا مگر پرہیزگار، اب اگر یہ دوستی اللہ کے لئے ہو اور نیک اعمال کی وجہ سے ہو تو پھر سب دوستوں کی ملاقات "علیین"

میں ہو جائے گی ورنہ دوری ہی دوری ہوگی حدیث میں ہے زندگی جس طرح چاہو گزار لو مگر یہ یاد رکھو کہ تجھے مرنا ہے اور جس سے محبت و دوستی رکھنا ہے رکھو مگر یہ یاد رکھ کہ تجھے اس سے جدا ہونا ہے اور عمل جس طرح چاہو کرو مگر یہ ذہن میں رکھو کہ بدلہ ملے گا۔

اے میرے بھائی! اگر آپ کو منصب اور جاہ و عزت نے جہاد سے پیچھے بٹھا رکھا ہے تو یاد رکھ تیرے جیسے بہت مرتبوں والے اس دنیا سے چلے گئے اور انہیں کا بچا ہوا منصب تجھ تک پہنچا ہے اور عنقریب سایہ کی طرح یہ بھی ڈھل جائے گا اور یہ منصب ہے بھی کیا چیز یہ تو سوائے مصائب و مشکلات اور محنت و مشقات اور سوء خاتمہ و ندامات اور کثرت اعداء اور بغض و حسد کے کچھ بھی نہیں۔

اس منصب کے مقابلہ میں جنت کی نعمتوں کو دیکھو کہ وہاں ایک چابک دستی کی برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے وہاں ادنی جنتی کے گرد دس ہزار خدام تیار ہوں گے اور جنتی کے سر پر ادنی موتی ایسا چمکتا ہوگا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کرکے رکھ دے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ادنی جنتی کے لئے وہاں کے ۸۰ ہزار خادم ہوں گے اور ۷۲ بیویاں ہوں گی اور اس کا خیمہ موتی جواہرات اور یاقوت و زمرد پر مشتمل اتنا وسیع ہوگا جتنا کہ یہاں سے سرزمین شام کا فاصلہ ہے۔

اے میرے بھائی! اگر آپ کو جہاد سے آپ کے محلات روک رہے ہیں جو آرائشیں اور آسائشیں ہیں تو یاد رکھو یہ مٹی پتھر لوہے لکڑیوں اور بانس وغیرہ سے بنا ہوا ہے اس میں اگر جھاڑو نہ دی تو گندگی کا ڈھیر ہے چراغ نہ جلایا تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے اگر دیکھ بھال نہ کی گئی تو فوراً منہدم ہو جائے گا اور اگر آپ نے اس کی خوب نگرانی بھی کی پھر بھی انجام کار خراب ہو جائے گا اور صفحہ وجود پر اس کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔

صبح و شام اعلان ہوتا ہے ؎

له ملك ينادي كل يوم
لدوا للموت وابنوا للخراب

یعنی فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ لوگو! بچوں کو پیدا کرو انجام کار موت ہوگی اور عمارتیں بناؤ انجام کار خرابی اور ویرانی ہوگی اے دھوکہ میں پڑے ہوئے انسان! اس فانی و ویرانی کے گھر سے جلدی جلدی ان محلات کی طرف دوڑ کر جاؤ جس کی نعمتیں بے شمار ہیں اس میں نہریں جاری ہیں اور اس کی خوشیاں ہمیشہ کے لئے ہیں۔

اگر آپ اس کی عمارت کے متعلق پوچھیں تو ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے جس میں تھکاوٹ نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی اس کی مٹی مشک خالص ہے اور اس کے سنگریزے موتی و جواہرات ہیں۔

اگر آپ اس کے بستر کے متعلق پوچھیں تو عمدہ ریشم نیچے کے استر میں لگے ہوئے ہیں پس اوپر حصے کا کیا کہنا چالیس سال تک بچھانے والوں نے اس کی حفاظت کی ہے جس پر کوئی سویا نہیں

اگر آپ جنت کے کھانوں کے متعلق سوال کریں تو وہاں دسترخوان بچھے ہوئے ہیں کھانے دائمی ہیں پھل نہ ختم ہونے والے ہیں نہ ممنوع ہیں بلکہ ہر وقت پکے ہوئے پھل جو چاہیں موجود ہوں گے اور پرندوں کا ہر قسم کا گوشت تیار ملے گا پھر اس کے بعد مہر شدہ مزیدار شراب ملے گی ان کھانوں سے نہ تو پاخانہ آئے گا نہ پیشاب کی ضرورت ہوگی نہ ناک کی آلائش ہوگی نہ تھوک کی ضرورت پڑے گی۔

اگر آپ جنت کے خادموں کے متعلق پوچھیں تو موتیوں کی طرح نوجوان خوبصورت لڑکے ہوں گے۔

اگر آپ یہ سوال کریں کہ کب تک وہاں رہیں گے اور ان نعمتوں اور آسائشوں سے فائدہ اٹھائیں گے تو جواب یہ کہ "هم فيها خالدون" ہمیشہ ہمیشہ وہاں ہوں گے زندگی ہے موت نہیں جوانی ہے بڑھاپا نہیں صحت ہوگی بیماری نہیں خوشی ہوگی غم نہیں امن و امان میں ہوں گے بدامنی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جس کی خبر دی گئی ہے ورنہ وہاں ایسی نعمتیں ہیں کہ کسی فرد بشر نے نہ دیکھی نہ سنی ہیں اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔

اے میرے مسلمان بھائی! دیر نہ کر جلدی اٹھ اور جہاد کی تیاری کر، ان نعمتوں کی قیمت کی فکر کر، اور شیطان کے تاخیری حربوں سے ڈر، کیونکہ شیطان بڑا مکار، عیار، شطار اور دعار ہے۔

اس کی چالوں سے جان بچاؤ اور اللہ کے راستے پر چل پڑو اور چلتے چلتے آگے بڑھو کیونکہ ؎

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو
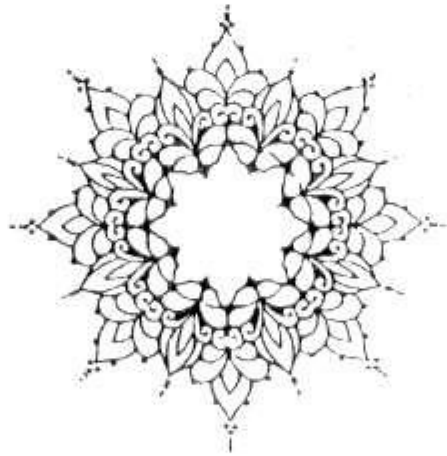
سر کفر کے عفریت کا قدموں میں کچل دو
ہے سامنے دشمن اسے پیغامِ اجل دو
جانباز جوانو رُخ حالات بدل دو
دل میں ہیں جو ارمان شجاعت کے نکالو
اے لشکرِ اسلام کے جانباز جیالو

(بقیہ صفحہ ۱۰۷)

تیسرا باب

فضائل جہاد

قرآن کریم میں جہاد کے فضائل

قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کے جاننے والے علماء اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں جہاد فی سبیل اللہ کے بہت زیادہ فضائل موجود ہیں شریعت مقدسہ میں ایمان کے بعد سب سے زیادہ فضائل جہاد کے ہیں اور پھر علم کے فضائل ہیں۔ جہاد کے متعلّق ان تمام فضائل کو جمع کرنا تو بہت مشکل ہے البتہ جتنا ممکن ہوگا میں نقل کروں گا تو لیجئے پہلے چند آیات ملاحظہ فرمائیں اور پھر چند احادیث کا تذکرہ ہوگا۔

① قال الله تعالے لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل الله باموالهم وانفسهم۔ فضل الله المجاهدین باموالهم وانفسهم علی القاعدین درجة، وکلا وعدالله الحسنی وفضل الله المجاهدین علی القاعدین اجرا عظیما﴾ (سورت النساء: ۹۵)

”فرمایا برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں لڑنے والے ہیں اپنے مال سے اور جان سے اللہ نے بڑھادیا اپنے مال اور جان سے لڑنے والوں کا درجہ بیٹھے رہنے والوں پر، اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں سے اجر عظیم میں“۔

② وقال تعالے ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل اویغلب فسوف نوتیہ اجرا عظیما۔ (سورۃ النساء آیت: ۷۴)

فرمایا اور جو کوئی اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے، یا غالب ہوجائے تو ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب۔

③ وقال اللہ تعالے الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنات لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم۔

(سورۃ توبہ آیت ۲۰ تا ۲۲)

فرمایا جو ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ان کے لئے اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی طرف سے اپنی مہربانی کی خوشخبری دیتا ہے اور اپنی رضامندی کی اور باغوں کی جن میں ان کو ہمیشہ کا آرام ہے رہا کریں ان میں مدام بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

④ وقال اللہ تعالے۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التورات والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ، فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم۔ (سورت توبہ: ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ نے خریدلی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہوچکا اس کے ذمہ پر سچا تورات اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا کرنے والا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

۵ وقال اللہ تعالےٰ یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تومنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون یغفرلکم ذنوبکم ویدخلکم جنات تجری من تحتھا الانھار ومساکن طیبۃ فی جنات عدن ذلک الفوز العظیم۔
(سورت الصف)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچائے گی، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو، وہ تمہارے گناہوں کو بخشے گا اور داخل کرے گا تم کو جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اور ستھرے گھروں میں ہمیشہ رہنے کی جنتوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

۶ وقال تعالےٰ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص۔ (سورت صف)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک اللہ محبوب رکھتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں صف باندھ کر گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

تفسیر: بندہ کو لاف زنی اور دعوے کی بات سے ڈرنا چاہئے کہ پیچھے مشکل پڑتی ہے زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے لیکن اس کا نبھانا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے بہت کچھ، اور کرے کچھ نہیں، روایات میں ہے کہ ایک جگہ مسلمان جمع تھے کہنے لگے ہم کو اگر معلوم ہوجائے کہ کونسا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو وہی اختیار کریں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں یعنی دیکھو! سنبھل کر کہو، لو ہم بتلائے دیتے ہیں کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ (جہاد) میں اُس کے دشمنوں کے

مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں، اور میدان جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلادیا گیا ہے۔

مذکورہ آیات کی تفسیر اور تشریح تو بہت زیادہ ہے سب کو نقل کرنا دشوار ہے البتہ نمبر۳ میں سورت توبہ کی جو آیات ۲۰، ۲۱، ۲۲ ہیں اس کی تفسیر نقل کرتا ہوں تاکہ وضاحت ہوجائے۔

تفسیر: یعنی اس کے یہاں ثواب اور درجات کی کیا کمی ہے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے، پہلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا۔ ① ایمان ② جہاد ③ ہجرت۔ ان تین پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی۔ ① رحمت ② رضوان ③ خلود فی الجنۃ۔ ابو حیانؒ نے لکھا ہے کہ رحمت ایمان پر مرتب ہے، ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ اور رضوان جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی حظوظ وتعلقات ترک کرکے خدا کے راستے میں جان ومال نثار کرتا اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے لہٰذا اس کا صلہ بھی انتہائی ہونا چاہئے اور وہ حق تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔

باقی ہجرت وہ خدا کے لئے وطن مالوف گھربار چھوڑنے کا نام ہے اس لئے مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملے گا جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسائش و راحت سے رہنا ہوگا جس سے ہجرت کرنے کی کبھی نوبت نہیں آئے گی۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۵۱)

اقبال مرحوم نے مجاہد کی صفت یہ بیان کی۔

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے؟
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اب فتحِ مبیں فتحِ مبیں پڑھتے رہو تم
سیلابِ صفت بڑھتے رہو بڑھتے رہو تم
طوفاں کی طرح چڑھتے رہو چڑھتے رہو تم
دریا ہی نہیں بڑھ کے سمندر بھی کھنگالو
اے لشکرِ اسلام کے جانباز جیالو

تم خالدؓ و ضرارؓ کی عظمت کا نشاں ہو
تم قاسمؒ و محمودؒ کی غیرت کا بیاں ہو
تم طارقؒ و ٹیپوؒ کے عزائم کا جہاں ہو
ڈٹ جاؤ اگر تم تو زمانے کو جھکا لو
اے لشکرِ اسلام کے جانباز جیالو

اے حق کے پرستار صداقت کے نقیبو
اے منبر و محراب کے پُر جوش خطیبو
اے گرم سخن شاعر و فنکار ادیبو!
اب اپنے قلم توڑ کے تلوار بنا لو
اے لشکرِ اسلام کے جانباز جیالو

○

پہلی فصل:

احادیث مقدسہ میں جہاد کے فضائل

حدیث نمبر ① وعن ابی قتادة رضی الله تعالی عنه قال خطب رسول الله صلی الله علیه وسلم، فذکر الجهاد. فلم یفضل علیه شیئا الا المکتوبة (رواہ ابوداؤد الطیاسیؒ)

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں آپؐ نے جہاد کی فضیلت بیان کی پس آپؐ نے فرض نماز کے علاوہ ہر عمل سے جہاد کو افضل قرار دیا۔

حدیث نمبر ② وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم، ای الاعمال افضل؟ قال الصلوة علی وقتها قلت ثم ای؟ قال بر الوالدین قلت ثم ای؟ قال الجهاد فی سبیل الله (رواہ البخاری)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا سب سے افضل عمل ہے میں نے پوچھا کہ اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے آپؐ نے فرمایا کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری، میں نے پوچھا کہ اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔

حدیث نمبر ③ وعن معاذ بن جبل رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال والذی نفسی بیده ماشحب وجه ولا

اغبرت قدم فی عمل یبتغی به درجات الجنة بعد الصلاة المفروضة کجهاد فی سبیل الله ولا ثقل میزان عبد کدابة تنفق فی سبیل الله اویحمل علیها فی سبیل الله۔

(رواہ ابن المبارکؒ فی کتاب الجہاد صفحہ ۷۷)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ فرض نماز کے بعد درجات جنت حاصل کرنے میں جہاد سے بڑھ کر ایسا کوئی عمل نہیں جس میں بندے کا چہرہ متغیر ہو کر مرجھا جائے یا اس کے پاؤں غبار آلود ہو جائے اور جہاد فی سبیل اللہ میں (اگر) کسی کا گھوڑا مرجائے یا اس پر کسی کو سوار کیا جائے تو اس سے بڑھ کر میزان اعمال میں کسی کا کوئی وزنی عمل نہیں۔

حدیث نمبر ④ بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کو تمام اعمال سے افضل سمجھتے تھے۔

فائدہ ان احادیث میں جہاد سے فرض نماز کو مقدم رکھا گیا ہے کہ فرض نماز کے بعد جہاد فی سبیل اللہ سب سے افضل عمل ہے اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جہاد نماز کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں نماز پڑھتا ہوں لہٰذا میں بھی مجاہد ہوں ان احادیث میں بتادیا گیا ہے کہ یہ دو الگ الگ شریعت کے احکامات ہیں ایک کا نام نماز ہے دوسرے کا نام جہاد ہے تو جہاں نماز فرض ہے وہیں پر جہاد بھی فرض ہے۔ دونوں فریضے ادا کرنا مسلمان کی ذمہ داری ہے ان احادیث میں یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ نماز ایک اہم فریضہ ہے اس میں کسی شخص کو سستی نہیں کرنی چاہئے چاہے وہ مجاہد ہو یا کوئی اور ہو کیونکہ جہاد سے جہاں شریعت کے دیگر احکام قائم ہو جاتے ہیں وہاں سر فہرست نماز قائم ہو جاتی ہے تو جو مجاہد اعلاء کلمۃ اللہ

کے لئے لڑتا ہے ان کے دل ودماغ میں یہ بات ہو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ ہوجائیں اور مخلوق خدا میں ایمان کے بعد نماز اور دیگر اعمال جاری ہوجائیں۔

ان احادیث کو دیکھ کر فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب فتح القدیر نے افضلیت اعمال پر بحث کی ہے کہ اسلام میں ایمان کے بعد سب سے بڑھ کر کس عمل کا مقام ہے تو فتح القدیر نے جہاد اور نماز میں ایک دوسرے پر فضیلت کی بحث اٹھائی ہے کچھ احادیث کو صاحب فتح القدیر نے اس پر پیش کی ہے کہ جہاد ایمان کے بعد سب سے افضل ہے اور کچھ احادیث اس پر پیش کی ہے کہ ایمان کے بعد سب سے افضل عمل نماز ہے انہوں نے نماز کی افضلیت کو ترجیح دے دی ہے کیونکہ نماز ہر حالت میں مکلّف پر فرض عین ہوتی ہے اور جہاد کبھی فرض کفایہ اور کبھی فرض عین ہوجاتا ہے کچھ فقہاء نے ایمان کے بعد جہاد کو مطلقاً افضل قرار دیا ہے اور کئی احادیث میں اس فضیلت کا ذکر بھی موجود ہے خود صاحب فتح القدیر نے جو اس بحث کو اٹھایا ہے تو اگرچہ انہوں نے مذکورہ احادیث کی روشنی میں فرض نماز کو مطلقاً افضل قرار دیا ہے لیکن پھر بھی ایمان کے بعد فرض نماز اور جہاد کا تقابل کوئی معمولی بات نہیں ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ جہاد جب فرض عین ہوجاتا ہے اور اس کے لئے نفیر عام ہوجائے تو پھر جہاد نماز سے افضل ہے کیونکہ جہاد کی وجہ سے نماز اور نمازی کی حفاظت ہوتی ہے اگر اس دفاعی حالت میں بھی دشمن کو نہ روکا گیا اور جہاد کا علم بلند نہ کیا گیا تو پھر نہ نماز رہے گی اور نہ نمازی، نہ نماز کی جگہ رہے گی اور نہ مسلمانوں کے عبادت خانے رہیں گے جہاد کی یہ اہمیت ان احادیث اور ان تاریخی واقعات سے بھی خوب روشن ہوجاتی ہے جس میں جہاد کو نماز پر مقدم رکھا گیا ہے مثلاً جنگ خندق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تین نمازیں ظہر، عصر، مغرب قضاء ہوگئیں لیکن جہاد کے عمل کو مؤخر نہیں کیا گیا اسی طرح جہاد کے سفروں میں نماز قصر ادا کی گئی صلوۃ خوف پڑھی گئی وضوء کے بجائے تیمّم کو جائز رکھا گیا مگر جہاد

کے عمل کو قائم رکھا گیا جہاد کی وجہ سے رمضان کے فرض روزوں کو توڑ کر اس کی قضاء کی گئی مگر جہاد کو موقوف نہ ہونے دیا الغرض کئی عبادات کے نقشوں میں تبدیلی کو جہاد مقدس کی وجہ سے برداشت کی گئی لیکن جہاد کے نقشے کو قائم رکھا گیا یہ چیزیں خود جہاد کی اہمیت کے لئے کافی ہیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبی حدیث میں اسلام کے بہت سارے اعمال کو ذکر فرماکر آخر میں فرمایا کہ اسلام کے کوہان کی چوٹی اور بلند حصہ جہاد ہے اس حدیث میں بھی جہاد کی اہمیت دوسرے اعمال پر واضح ہے کیونکہ جہاد تمام اعمال کا محافظ ہے۔

جہاد جنت کا مختصر ترین راستہ ہے

حدیث نمبر ⑤ ابن قدامہؒ نے المغنی جلد ۱ صفحہ ۴ پر ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں الجهاد مختصر طريق الجنة۔
یعنی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ جہاد جنت کا مختصر راستہ ہے۔

ساٹھ سال کی عبادت سے جہاد افضل ہے

حدیث نمبر ⑥ وعن ابی امامۃ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفس محمد بيده لغدوة فى سبيل الله اوروحة خير من الدنيا ومافيها ولمقام احدكم فى الصف خير من صلوته ستين سنة۔ (رواہ احمد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں ایک مرتبہ صبح یا شام کو نکلنا

ساری دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے اور ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا گھر میں رہ کر ساٹھ برس کی نمازوں سے بہتر ہے۔

دین اسلام کی بقاء جہاد سے ہے

حدیث نمبر (۷) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا (کیونکہ) مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لئے قیامت تک لڑتی رہے گی۔ (مسلم شریف)

تشریح یعنی روئے زمین جہاد سے خالی نہیں رہے گی کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی صورت میں جہاد ہمیشہ ہوتا رہے گا اس لڑنے والی جماعت کی وجہ سے یہ دین قائم ودائم رہے گا بعض نے کہا کہ یہ جماعت سرزمین شام پر ہوگی بعض نے فرمایا مغربی ممالک میں کوئی جماعت مراد ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مکان وزمان کے تعیّن کے بغیر کسی بھی حصے میں مجاہدین کی کوئی بھی جماعت اس حدیث کا مصداق بن سکتی ہے، مظاہر حق اور ملا علی قاریؒ نے یہی تشریح کی ہے الحمدللہ آج دنیا میں مسلمان مختلف جگہوں میں جہاد کا علم بلند کئے ہوئے ہیں کشمیر تاجکستان، اور شیشان میں مجاہدین برسرعمل ہیں فلسطین، بوسنیا اور برما میں جہاد کا عمل جاری ہے اگر کوئی مسلمان اس میں جسمانی یا مالی طور پر شریک نہیں ہوسکتا ہے تو یہ ان پر فرض ہے کہ وہ نظریاتی اور جذباتی طور پر ان مجاہدین سے ہمدردی رکھے ان کے دکھ سکھ میں شامل ہو کر اپنی دعاؤں میں ان کو نمایاں جگہ دیں۔ ایک حدیث میں حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کے امور کا اہتمام نہیں کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے، اہتمام ایک جامع لفظ ہے مسلمانوں کے احوال کی خبر گیری کرنا اور ان کے درد دکھ میں ہمدردی کا اظہار کرنا ان کی مدد کرنا ان کے احوال سے اپنے آپ کو باخبر رکھنا اور جو کچھ ان سے ہوسکے وہ کرنا یہ سب اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہیں یعنی عالم کے

مسلمانوں کے احوال میں دلچسپی لینا ضروری ہے اور اس سے بے پرواہ ہونا تباہی ہے۔

ہندوستان سے جہاد کی خاص فضیلت اور اہمیت

حدیث نمبر ۸ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ہندوستان کے جہاد کا وعدہ فرمایا ہے اگر میں نے اپنی زندگی میں اس کو پالیا تو میں اپنا سارا مال اور اپنی جان اس میں خرچ کروں گا پھر اگر میں قتل کردیا گیا تو افضل الشھداء ہوجاؤں گا اور اگر زندہ لوٹا تو میں جہنم سے آزاد ابو ہریرہ ہوں گا۔ (نسائی شریف)

حدیث نمبر ۹ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دو جماعتیں ایسی ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے نجات لکھ دی ہے ایک وہ جماعت ہے جو ہندوستان پر جہاد کرے گی، دوسری وہ جماعت جو آخر زمانہ میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد ان کے ساتھ ہوکر جہاد میں شریک ہوگی۔

(طبرانی شریف)

فائدہ ان دونوں حدیثوں میں جو فضائل غزوۂ ہند کے ارشاد فرمائے گئے ہیں اس میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان پر جہاد تو پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک مختلف زمانوں میں ہوتے رہے ہیں اور سب سے پہلا سندھ کی طرف محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد ہے جس میں بعض صحابہ اور اکثر تابعین کی شرکت نقل کی جاتی ہے تو کیا اس سے مراد صرف پہلا جہاد ہے یا جتنے جہاد ہوچکے ہیں یا آیندہ ہوں گے وہ سب اس میں شامل ہیں؟

الفاظ حدیث میں غور کرنے سے حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے الفاظ

عام ہیں اس کو کسی خاص جہاد کے ساتھ مخصوص اور مقید کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس لئے جتنے جہاد ہندوستان میں مختلف زمانوں میں ہوتے رہے وہ بھی اور پاکستان کا حالیہ جہاد بھی، یعنی ۱۹۶۵ء کی جنگ اور آئندہ جو جہاد ہندوستان کے کفار کے خلاف ہو گا وہ سب اس عظیم الشان بشارت میں شامل ہیں۔

(بحوالہ رسالہ جہاد تالیف مفتی محمد شفیع ؒ صفحہ ۴۸)

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی، تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایران کو؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزدان کو؟
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ہو اللہ احد کہتے تھے

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
تیغوں کے سائے میں پل کر جواں ہوئے ہم
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کا جذبہ جہاد

حدیث نمبر ⑩ امام محمدؒ نے اپنی کتاب کتاب الآثار صفحہ ۱۹۳ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھائی اور کسی بھی رکعت میں قرأت نہیں پڑھی جب فارغ ہوئے تو ان کے ساتھیوں نے ان سے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو قرأت پڑھنے سے کسی چیز نے روک دیا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کیا میں نے قرأت نہیں پڑھی؟ اچھا، میں نے ملک شام کی طرف گذشتہ رات ایک لشکر روانہ کیا تھا میں اسے منزل بہ منزل اتارتا رہا یہاں تک کہ انہیں ملک شام تک پہنچادیا پھر سب نے مل کر نماز دوبارہ لوٹائی۔

فائدہ اس واقعہ سے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے خلفاء اور صحابہ کرام کے ہاں جہاد کی کتنی بڑی اہمیت تھی کہ پوری نماز میں قرأت کا خیال ہی نہ رہا بلکہ اسلامی لشکر کے امور میں دوران نماز ایسے مستغرق اور منہمک رہے کہ ساتھیوں نے یاد دلایا کہ آپ نے قرأت چھوڑ دی، جس کے جواب میں امیر المؤمنین نے اپنا عذر بیان کیا جس سے جہاد مقدس کی اہمیت واضح ہوگئی علماء طلباء اور صلحاء مسلمانوں کو چاہئے کہ اس واقعہ سے جہاد کی اہمیت کو پہچان لیں اس واقعہ میں عبرت کا بڑا سامان ہے۔ مسلمانوں اور خاص کر علماء پر لازم ہے کہ وہ صیغہ جہاد کو متحرک کریں اور اس کو اپنے درسوں اور مدرسوں، مسجدوں اور تقریروں میں وہ مقام دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور خلفاء راشدین نے دیا ہے۔

حدیث نمبر ⑪ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک فرمان ہے کہ جس شخص نے کسی مجاہد کو تیار کر کے جہاد پر روانہ کیا تو اس نے خود جہاد کیا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں مارا جانا قرض کے سوا تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں اتنا وقت لڑے جتنا کہ اونٹنی کے دودھ نکالنے میں درمیان کا وقفہ ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

ایک اور حدیث میں حضور اکرم ؐ کا اس طرح ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں نکلا، پھر وہ اپنی طبعی موت مرا یا مارا گیا یا اس کے گھوڑے یا اونٹ نے اسے کچل ڈالا یا کسی زہریلے جانور نے اس کو ڈس لیا یا یونہی کسی بیماری سے اللہ نے جس طرح چاہا اس کی موت بستر پر آئی پس وہ شہید ہے، اور اس کے لئے جنت ہے۔

ایک اور طویل حدیث میں حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ ایک اور چیز ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ جنت میں بندے کو سو درجات تک بلند فرماتا ہے پھر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔

صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا چیز ہے حضور اکرم ؐ نے فرمایا وہ اللہ کے راستے میں جہاد ہے، وہ اللہ کے راستے میں جہاد ہے، وہ اللہ کے راستے میں جہاد ہے۔ (مشکوۃ شریف)

ایک اور حدیث میں حضور اکرم ؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں ایک دن دوسرے ایک ہزار دنوں سے افضل ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے بال اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں سفید ہوگئے، (یعنی جہاد میں بڑھاپا آگیا) تو یہ اس شخص کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا اسی طرح دوسری ایک حدیث میں حضور اکرم نے فرمایا کہ ہر امت کے لئے رہبانیت اور درویشانہ زندگی ہے اور میری اس امت کی رہبانیت اور درویشی اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے، یہ تینوں حدیثیں عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "کتاب الجہاد" میں ذکر کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے لئے سب سے زیادہ پاک کمائی مال کا وہ حصہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں مال غنیمت سے حاصل ہو جائے۔

یہ روایت کنزل العمال نے ذکر کیا ہے اسی کتاب میں ایک اور حدیث ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ میں ایک گھڑی ٹھرنا حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کی رات قیام کرنے سے افضل ہے۔

کنزل العمال ہی کی ایک اور حدیث میں حضور اکرم کا ارشاد عالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں چند گھنٹے گذارنا پچاس (نفلی) حج کے ثواب سے زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

حضرت عمرو بن عبسہؓ نے ایک روایت بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرمؐ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول یہ اسلام کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تیرا دل مسلمان ہو جائے اور تیرے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اس شخص نے پوچھا کہ بہتر اسلام کونسا ہے؟ حضور نے فرمایا بہتر اسلام ایمان ہے اس نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں، اور قیامت پر ایمان لانے کا نام ایمان ہے اس نے پوچھا کہ کونسا ایمان سب سے بہتر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجرت والا ایمان اس نے پوچھا کہ ہجرت کیا چیز ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تمام برائیوں کا چھوڑنا ہجرت ہے اس نے پوچھا کہ سب سے افضل ہجرت کونسی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جہاد والی ہجرت اس شخص نے پوچھا کہ جہاد کیا چیز ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفار سے میدان جنگ میں لڑنے کا نام جہاد ہے اس نے پوچھا کہ سب سے افضل جہاد کونسا ہے؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ افضل جہاد اس شخص کا جہاد ہے جس میں اس کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خود بھی شہید ہو جائے۔ (طبرانی شریف)

اس روایت میں امام بیہقی نے مزید یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ اس شخص نے

دوسری فصل:

ایمان کے بعد جہاد تمام اعمال سے افضل عمل ہے

حدیث نمبر ① وعن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی علیہ وسلم ای العمل افضل؟ قال ایمان باللہ ورسولہ قیل ثم ماذا؟ قال الجھاد فی سبیل اللہ، قیل ثم ماذا؟ قال حج مبرور۔ (بخاری و مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پوچھا گیا کہ پھر کونسا عمل ہے؟ فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا پوچھا گیا کہ پھر کونسا عمل ہے؟ فرمایا مقبول حج۔

حدیث نمبر ② وعن ابی ھریرة رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الاعمال عند اللہ تعالی ایمان لاشک فیہ وغزو لا غلول فیہ وحج مبرور۔

(صحیح ابن خزیمہ و ابن حبان)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل عمل وہ ایمان ہے جس میں کوئی تردد اور شک نہ ہو اور پھر سب سے افضل عمل وہ جہاد ہے جس میں مال غنیمت وغیرہ میں خیانت نہ ہو اور پھر مقبول حج ہے۔

حدیث نمبر ③ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے جواب میں

پوچھا جہاد کیا ہے؟ تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جہاد یہ ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جہاد کرو اور کفار سے لڑنے میں بزدلی نہ دکھاؤ اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو۔

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟
نوع انساں کو غلامی سے بچایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟
تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو؟
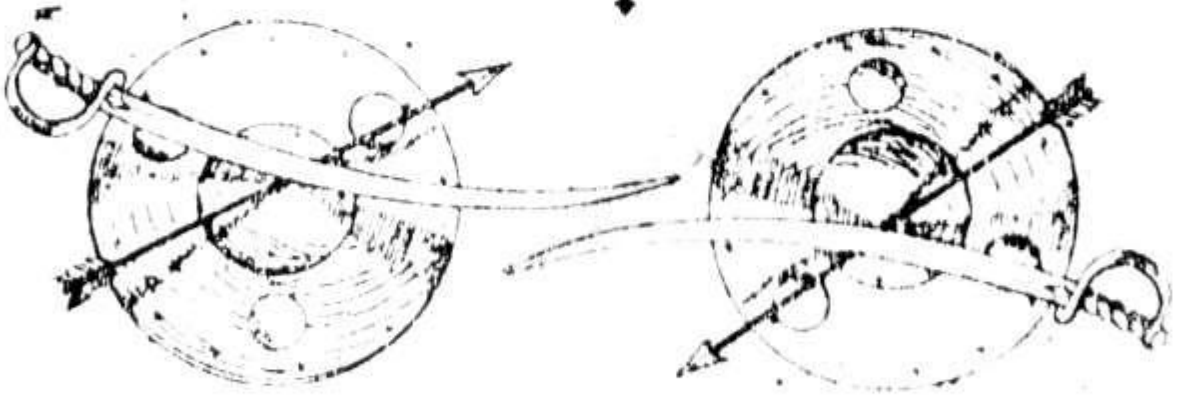
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ، لاشریک لہ پر ایمان لانا اور اس کے بعد جہاد اور اس کے بعد مقبول حج جو ایمان اور جہاد کے علاوہ سارے اعمال پر فضیلت رکھتا ہے۔ (مسند احمد)

حدیث نمبر (۴) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا میں نے سوال کیا کہ آزاد کرنے کے لئے کونسا غلام افضل ہے، حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ وہ غلام جو زیادہ قیمتی ہو اور مالک کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہو۔ (بخاری و مسلم شریف)

حدیث نمبر (۵) حضرت حنظلہ کاتب وحی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا آپ ؐ فرما رہے تھے کہ جہاد تمہارے تمام اعمال سے بہتر عمل ہے۔ (ابن عساکرؒ)

حدیث نمبر (۶) ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خطبہ دیا خطبہ میں آپ ؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے راستے میں جہاد تمام اعمال سے افضل ہے۔ اس وقت ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے یہ بتلایئے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارا جاؤں تو میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں!۔ (مسلم شریف)

فائدہ میں نے یہاں چند احادیث کو ذکر کیا اگر تمام احادیث کو جمع کیا جائے تو اس عنوان کے تحت بہت بڑا ذخیرہ اکٹھا ہو جائے گا ان احادیث سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ایمان کے بعد جہاد سارے اعمال سے افضل عمل ہے چنانچہ انہیں احادیث کو دیکھ کر علماء کے ایک طبقہ نے ایمان کے بعد مطلقاً جہاد کو افضل قرار دیا ہے۔ اس سے پہلے یہ بحث ہو چکی ہے کہ آیا فرض نماز مطلقاً افضل ہے یا

جہاد افضل ہے زیر نظر احادیث سے دوسری رائے کی تائید ہوتی ہے بہرحال ہمیں اس میں دلچسپی نہیں ہے کہ جہاد کو فرض نماز سے افضل قرار دیں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ کم از کم ہم جہاد کو اسلام کا ایک اہم حکم تسلیم کریں اور اس کو فرض کے درجے میں مان کر اس کے قیام کی فکر کریں صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو اہم سمجھ کر اس پر عمل کیا اور اس کی برکت سے مشرق و مغرب میں انہوں نے اسلام کے جھنڈے بلند کئے دنیا کے ہر بڑے شہر اور ہر ملک میں انہوں نے اپنے زمانے میں اپنا مقدس خون بہایا اور اس وقت دنیا کے آباد علاقوں میں تقریباً ہر جگہ پہنچ کر صحابہ اکرام نے جہاد کیا پھر وہ غازی بنے اور یا شہید ہو کر ان علاقوں میں ان کی قبریں بنیں۔

مذکورہ احادیث کے بعد آپ ان احادیث کو بھی ملاحظہ فرمائیں جن میں جہاد کو خاص خاص اعمال پر فضیلت دی گئی ہے۔

تعمیر مسجد الحرام اور حاجیوں کو پانی پلانے سے جہاد افضل ہے

حدیث نمبر (۷) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم کے ممبر کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے کہا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ کوئی عمل نہ کروں ایک دوسرے شخص نے کہا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد تعمیر مسجد الحرام کے علاوہ کوئی عمل نہ کروں ایک تیسرے شخص نے کہا کہ نہیں بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ان اعمال سے افضل ہے جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو ڈانٹ کر فرمایا کہ جمعہ کے دن حضور اکرم ؐ کے ممبر کے

پاس شور مت کرو جمعہ کی نماز کے بعد میں خود جاکر حضور اکرم ؐ سے فتویٰ پوچھ لوں گا اس قضیہ کے فیصلے کے لئے حضور اکرم ؐ پر یہ آیت اتری اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام الخ ترجمہ: کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا اس شخص کے برابر کردیا جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور اللہ کی راہ میں لڑا، یہ برابر نہیں ہے اللہ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہیں دیتا۔

تفسیر: مشرکین مکہ کو اس پر بڑا فخر وناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں انہیں پانی پلاتے ہیں کھانا کپڑا دیتے ہیں اور مسجد حرام کی مرمت یا کسوۂ کعبہ یا تیل وبتی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اگر مسلمان اپنے جہاد وہجرت پر نازاں ہیں تو ہمارے پاس عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے ایک زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مقابلہ میں اسی طرح کی بحث کی تھی اس پر یہ آیات اتریں، یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا ظاہری طور پر بسانا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سے کسی ایک کے برابر بھی نہیں ہوسکتا، افضل ہونا تو کجا؟

(تفسیر عثمانی صفحہ ۲۵۱)

جہاد کا اذان سے افضل ہونا

حدیث نمبر ⑧ حضرت سعد بن عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مسلسل اذان دی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی میں اذان دی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اذان نہیں دی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ تک اذان

دی اس کے بعد میں نے ابوبکر کی زندگی تک اذان اس لئے دے دی کہ مجھ پر ان کے احسانات تھے، (اب حقیقت یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے بلال تیرے اعمال میں جہاد سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے، یہ کہہ کر حضرت بلال جہاد کے لئے چلے گئے۔ (ابن ابی شیبہ)

اس روایت کو طبرانی نے کچھ اضافہ کے ساتھ اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ "یا خلیفۃ رسول اللہ" اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مؤمن کا سب سے افضل عمل اللہ کے راستے میں جہاد ہے اب میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ باقی وقت جہاد کے لئے وقف کردوں یہاں تک کہ موت آجائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے بلال میں تجھے اپنے حق اپنے احترام، اور اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے چھوڑ کر نہ جائیں کیونکہ میں بوڑھا ہوچکا ہوں ضعف لاحق ہوگیا ہے اور موت قریب آچکی ہے اس پر حضرت بلال حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رک گئے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلالؓ سے یہی درخواست کی لیکن حضرت بلالؓ نے انکار کیا حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اے بلال! پھر اذان دینے کے لئے کون ہوگا؟ حضرت بلال نے فرمایا کہ اس کے لئے سعد بن عائذ قرظی مناسب ہیں کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد قباء کے مؤذن رہ چکے ہیں تب حضرت عمرؓ نے اذان کا شعبہ حضرت سعد بن عائذ کے حوالہ کردیا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل جہاد ہے

حدیث نمبر ⑨ حضرت عبد اللہ بن سلام سے روایت ہے کہ صحابہ کی ایک

جماعت ایک مجلس میں بیٹھ گئی ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو سارے اعمال میں محبوب ترین عمل کونسا ہے تاکہ ہم اس کو اپناتے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورت الصف اتار دی (جس میں یہ آیت ہے) ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو محبوب رکھتے ہیں جو اس کے راستے میں قطار باندھ کر لڑتے ہیں۔ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورت پڑھ کر ہمیں سنائی۔ (ترمذی شریف)

اسی طرح ایک روایت بیہقی نے سنن میں ذکر کیا ہے کہ اصحاب رسول میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قاصد بھیج دیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معلوم کرے کہ اعمال میں سب سے محبوب عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں کونسا ہے؟

روای کا بیان ہے کہ ہم میں سے بوجہ ہیبت و خوف کوئی بھی نہیں گیا البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لوگوں کو ایک ایک کرکے بلایا اور سب کو اکٹھا کیا پھر ہم لوگوں کے بارے میں سورت صف اتری تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پوری سورت پڑھ کر سنائی۔

اسی طرح کی ایک اور روایت کو عبد اللہ بن مبارکؒ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ نے کہا کہ کاش ہمیں معلوم ہو جائے کہ سب سے افضل اور محبوب عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں کونسا عمل ہے تو سورت صف کی یہ آیتیں اتریں یاایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ الخ "اے ایمان والو! کیا میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک دردناک عذاب سے"۔

ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو،

جب یہ آیت اتری تو کچھ لوگوں نے جہاد کے عمل کو بھاری اور ناگوار سمجھا جس

پر یہ آیت اُتری، ”اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے ہو، اللہ کے ہاں بڑی بیزاری کی بات ہے کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں صف باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

حکایت نمبر ① خطیب نے تاریخ بغداد میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کو وفات کے بعد حضرت فضیل بن عیاضؒ نے خواب میں دیکھا حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ اپنے اعمال میں سے کس عمل کو سب سے افضل پایا انہوں نے جواب دیا کہ جس عمل میں زندگی بھر میں تھا وہی سب سے افضل تھا میں نے کہا کہ جہاد اور رباط کا جو عمل تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے پوچھا کہ تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ میری ایسی مغفرت ہوئی کہ مغفرت کی انتہاء ہو گئی۔

حکایت نمبر ② فضل بن زیاد نے بیان کیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے ایک غزوہ کا تذکرہ ہوا میں نے آپ سے سنا کہ آپ رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ نیک اعمال میں غزوہ اور جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں، کیونکہ یہ لوگ دین اسلام سے دشمن کا دفاع کرتے ہیں، میدان جنگ میں دشمن سے ٹکر لینے کے برابر کوئی عمل نہیں اور خود بنفس نفیس جہاد میں شریک ہونا تمام اعمال سے افضل عمل ہے۔

حکایت نمبر ③ ابن عساکر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان جب شدید بیماری میں مبتلا تھے تو کچھ لوگ عیادت کے لئے آپ کے پاس آئے عبد الملک بن مروان نے فرمایا کہ آپ لوگ میرے پاس اس وقت تشریف لائے ہیں کہ میں دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف متوجہ ہو رہا ہوں میں نے اپنے سارے اعمال کو جب ٹٹولا تو مجھے نجات کے لئے سب سے پر اُمید عمل

وہ نظر آیا جو میں نے اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے راستے میں جہاد کیا تھا۔

گوشہ نشین ہو کر عبادت میں لگنے سے جہاد افضل ہے

حدیث نمبر ⑩ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص کا گزر ایک ایسی وادی پر ہوا جہاں ٹھنڈے میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا اس شخص نے کہا کاش میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اس گھاٹی میں رہتا پھر کہا کہ یہ قدم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کے بغیر نہیں اٹھاؤں گا چنانچہ اس نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لینے کی درخواست کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا مت کرو کیونکہ تم میں سے کسی ایک کا میدان جہاد میں رہنا گھر کے ستر سالہ نمازوں سے زیادہ افضل ہے کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر کے جنت میں داخل فرمادے۔

اللہ کے راستے میں لڑو کیونکہ جو شخص اللہ کے راستے میں اتنی دیر تک بھی لڑا جتنی دیر اونٹنی کے وقفے کے دودھ نکالنے میں لگتی ہے تو اس شخص کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (بیہقی)

تشریح اونٹنی کا دودھ جو لوگ نکالتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ یہ دودھ کئی مرحلوں پر نکالا جاتا ہے ایک بار جب دودھ نکال کر تھنوں میں دودھ ختم ہو جاتا ہے تو وہ لوگ اونٹنی کے بچے کو پھر اونٹنی کی طرف چھوڑتے ہیں چنانچہ اونٹنی پھر تھنوں میں دودھ بھر لیتی ہے جب دودھ بھر جاتا ہے تو دودھ نکالنے والا بچے کو ہٹا کر پھر دودھ نکالنا شروع کر دیتا ہے اس طرح کا عمل تین چار بار تک جاری رہتا ہے اسی کو حدیث میں "فواق" کہا گیا ہے جو تھوڑا سا وقفہ ہوتا ہے بعض اہل لغت نے فواق کا مفہوم یہ بھی بیان کیا ہے کہ دودھ نکالنے والا جب اونٹنی کے پستانوں کو ہاتھوں میں پکڑ کر

نیچے کی طرف دبا کر دودھ نکال کر پھر ہاتھوں کو اوپر کی جانب مزید دودھ حاصل کرنے کے لئے لے جاتا ہے اسی میں بیچ کے وقفے کو فواق کہا گیا ہے بہرحال دونوں صورتوں سے مراد تھوڑے سے وقت کا میدان جہاد میں لگانے کی ترغیب ہے۔

حدیث نمبر (۱۱) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو رتبہ کے لحاظ سے سب سے بہتر آدمی نہ بتاؤں؟ یہ وہ آدمی ہے جس نے ہر وقت اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑے کی لگام پکڑ رکھی ہے پھر فرمایا کہ اس مجاہد کے بعد تمہیں بہتر آدمی نہ بتلاؤں؟ یہ وہ آدمی ہے جو اپنی بکریوں میں الگ تھلگ بیٹھا ہے نماز قائم رکھتا ہے زکوۃ ادا کرتا ہے اور اللہ کی عبادت کرتا ہے اور شرک نہیں کرتا۔ (مسلم شریف)

تشریح الگ تھلگ رہنے میں اس وقت ثواب ہے جب کہ دنیا پر فتنے غالب آجائیں اور ایمان بچانا شہروں میں دشوار ہو جائے ایمان بچانے کی غرض سے کوئی آدمی پہاڑوں کی طرف بھاگ اٹھتا ہے اور وہاں عبادت میں مشغول رہتا ہے اگر دنیا کی صورت حال اس کی طرف نہ ہو تو پھر الگ تھلگ رہنے میں ثواب کے بجائے گناہ کا خطرہ ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے۔

حدیث نمبر (۱۲) ابن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر جہاد میں اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو موجود نہ پایا بعد میں ملاقات کے وقت اس صحابی نے کہا کہ میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ کسی پہاڑ میں جاکر بیٹھ جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا مت کرو بلکہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہ کرے کیونکہ اسلام کی سربلندی کے لئے میدان جہاد میں ایک گھڑی گذارنا تنہائی کے چالیس سالہ عبادت سے افضل ہے۔ (بیہقی)

عبداللہ بن مبارکؒ کا خط

محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ طرسوس مقام پر عبد اللہ بن مبارکؒ نے مجھے چند اشعار پڑھ کر سنائے اور پھر مکہ مکرمہ میں فضیل بن عیاضؒ کے نام یہ اشعار میری وساطت سے روانہ کردیے، اشعار یہ ہیں۔

یا عابد الحرمین لوابصرتنا
لعلمت انک بالعبادة تلعب

"اے حرمین شریفین میں عبادت کرنے والے! اگر تو ہماری حالت کو دیکھ لے تو جان لوگے کہ تو عبادت سے کھیل رہا ہے"۔

من کان یخضب خده بدموعه
فنحورنا بدمائنا تتخضب

"عبادت میں رو رو کر جو اپنے رخسار کو اپنے آنسوؤں سے تر کرے (وہ ان کو مبارک) ہمارے سینے تو اپنے سرخ خون سے رنگین ہوتے ہیں"۔

اوکان یتعب خیله فی باطل
فخیولنا یوم الصبیحة تتعب

"یا جو شخص اپنے گھوڑوں کو باطل میں تھکادے (وہ ایسا کرے) ہمارے گھوڑے تو جہاد کے میدان جنگ میں تھک جاتے ہیں"۔

ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا
رھج السنابک والغبار الاطیب

"مشک و عنبر کی خوشبو تمہیں مبارک ہو، ہماری خوشبو تو گھوڑوں

کے سموں کا غبار اور جہاد کی پاکیزہ مٹی ہے"۔

ولقد اتانامن مقال نبینا
قول صحیح صادق لایکذب

"ہمارے پاس تو پیارے نبی کا سچا، صحیح اور ناقابل تکذیب فرمان آیا ہے"۔

لا یجتمع وغبار خیل اللہ فی
انف امرئی ودخان نار تلھب

"کہ اللہ تعالیٰ کے شہسوار دستے کا غبار اور بھڑکتی ہوئی آگ کا دھواں مجاہد کے جسم میں جمع نہیں ہو سکتا"۔

ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا
لیس الشھید بمیت لایکذب

"یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو ہمارے درمیان ناقابل تردید اعلان کرتی ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے"۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے مکہ مکرمہ میں فضیل بن عیاضؒ کو عبد اللہ بن مبارکؒ کا خط پہنچادیا اور اس نے کھول کر پڑھا تو زار وقطار رونے لگے اور پھر فرمایا کہ صدق ابو عبد الرحمن یعنی عبد اللہ مبارک نے سچ فرمایا ہے، اور میری خیر خواہی کی،

فائدہ عبد اللہ بن مبارکؒ امام ابو حنیفہؒ کے بڑے تلامذہ میں سے ہیں اور ایک ہی وقت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام بشری کمالات سے نوازا تھا محدث بھی تھے تو فقیہ بھی تھے اعلے درجہ کے شاعر بھی تھے تو عربی لغت کے بڑے ماہر بھی تھے سخاوت سے متصف تھے تو اعلی درجہ کے بہادر بھی تھے انتہائی عابد بھی تھے تو اعلی تاجر بھی تھے۔ عابد وزاھد بھی تھے تو اعلی درجہ کے مجاہد بھی تھے اپنی زندگی کا ایک تہائی حصہ

جہاد کے لئے وقف کر رکھا تھا انہوں نے میدان جنگ سے یہ خط حضرت فضیل بن عیاضؒ کو لکھا ہے جو حرمین شریفین میں زیادہ تر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور یہ بھی امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے تھے بہت اونچے درجے کے زاہد اور عابد تھے ہارون الرشید بادشاہ ان کی ملاقات کے لئے ترستا تھا ان کو جب خط ملا تو بہت روئے اور کہا کہ واقعی ہم سے وہ لوگ درجات میں بلند ہیں جو جہاد کے میدان میں مشغول ہیں اس واقعہ سے اور اس سے پہلے تین صحابہ کے واقعات سے ہر مسلمان کو سمجھ لینا چاہئے کہ جہاد اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی عبادت ہے اور اس کی تمام عبادات پر بڑی فضیلت ہے ایک صحابی کی عبادت اور گوشہ نشینی کتنی بڑی چیز ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی عبادتوں میں کتنا اخلاص تھا ان کا عمل کتنا مقبول تھا حلال کھاکر عبادت میں محنت کرنا کتنا بڑا مقام تھا لیکن پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گوشہ تنہائی میں عبادت سے منع فرماکر جہاد کے میدان میں لاکھڑا کیا ان کے مقابلے میں ہماری کیا عبادت ہے نہ محنت ہے نہ اخلاص ہے، نہ قبولیت کی اتنی امید ہے اس کے باوجود اگر ہم اپنے اس معمولی محنت پر راضی ہوکر جہاد کو چھوڑ بیٹھیں گے تو یہ فائدہ کے بجائے باعث نقصان ہوگا۔

بعض روایات میں ذکر اللہ کو جہاد سے ثواب میں زیادہ بتایا گیا ہے تو یاد رکھیں کسی چیز میں ثواب کا زیادہ ملنا یہ اس کی افضلیت کی دلیل نہیں ہے اللہ تعالیٰ بعض اوقات ایک کم تر عمل پر زیادہ ثواب مرحمت فرماتا ہے نیز جہاد تو ذکر اللہ کا گڑھ ہے سر پر گولیاں چل رہی ہیں وہاں تو صرف اللہ ہی اللہ رہتا ہے۔

اسی طرح عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت میں حدیث وارد ہے کہ وہ جہاد سے بھی ثواب میں بڑھ کر ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی ایک مفضول عمل پر افضل عمل سے بڑھ کر ثواب عطا کرتا ہے وہ خالق ومالک ہے جو چاہے کرے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ایک جزئی فضیلت ہوتی ہے اور ایک کلی فضیلت تو جہاد کے مقابلے میں بعض دوسرے اعمال کو جزئی یا وقتی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے یہ جہاد کی

مطلق فضیلت کے منافی نہیں ہے۔

بعض دفعہ ایک چیز کسی خاص اعتبار سے افضل ہوجاتی ہے تو وہ بھی ایک وقتی اور اعتباری فضیلت ہوتی ہے بعض دفعہ میدان جہاد میں عمل جہاد شروع نہیں ہوتا ہے تو ایسے وقت میں بھی بعض دیگر اعمال کی فضیلت آئی ہے تو اس کو اگر دیکھا جائے تو پھر مطلب یہ ہوا کہ ذکر اللہ یا عشرہ ذوالحجہ یا دیگر اعمال کی جو فضیلت جہاد کے مقابلے میں وارد ہے یہ اس وقت کی بات ہے کہ جہاد کا عمل شروع نہیں جب جہاد کا عمل شروع ہوجائے تو پھر افضل عمل جہاد ہی ہے ؎

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں
تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰؑ ہی نہیں

اسلام میں جہاد کا ہم پلہ کوئی عمل نہیں ہو سکتا

حدیث نمبر ① وعن ابی ھریرۃ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال دلنی علی عمل یعدل الجھاد قال لا اجدہ، قال ھل تستطیع اذا خرج المجاھدان تدخل مسجدک فتقوم ولا تفتر وتصوم ولا تفطر؟؟ قال ومن یستطیع ذلک؟؟ قال ابو ھریرۃ ان فرس المجاھد لیستن فی طولہ فیکتب لہ حسنات۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو جہاد کا ہم پلہ ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا ہوں۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تم ایسا کر سکتے ہو

کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکل جائے اور تم اپنی مسجد میں داخل ہو کر مسلسل نمازیں پڑھو جس میں کوئی فتور نہ ہو اور ایسے روزے رکھو کہ جس میں افطار نہ ہو؟؟ اس شخص نے کہا کہ اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟ ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجاہد کا گھوڑا اگر رسی میں چند قدم اچھلتا کودتا ہے تو اس کا بھی مجاہد کو ثواب لکھ کر دیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر (۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے برابر کونسا عمل ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے ہو، ان لوگوں نے دو تین بار اپنا سوال دہرایا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ جواب میں فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے ہو پھر تیسری بار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال اس روزہ دار تہجد گذار تلاوت کرنے والے کی ہے جو روزہ اور تہجد سے کبھی تھکتا ہی نہیں یہاں تک کہ مجاہد اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔

حدیث نمبر (۳) ابن عساکرؒ نے سند کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن مدینہ منورہ میں ممبر پر خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا اے مدینہ والو! کیا تم جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا حصہ نہیں بناتے ہو؟ کیا تم اہل شام وعراق اور اہل مصر کے اپنے بھائیوں کو نہیں دیکھتے ہو؟ (جو جہاد میں لگے ہوئے ہیں) خدا کی قسم تم میں سے ایک شخص جو اللہ کے راستے جہاد میں ایک دن کا عمل کرتا ہے، وہ اس کے گھر کے ایک ہزار ایسے دنوں سے افضل ہے جس میں مسلسل روزہ اور مسلسل نماز ہو۔

فائدہ یہی وہ فرامین اور فضائل ہیں جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تمام لذتوں کو چھوڑ کر دشت وبیاباں، دروں اور پہاڑوں کا رخ کیا اور ہر

جگہ حق کے ایسے معرکے کئے کہ آج ان تمام کارناموں کو کوئی آدمی لکھ نہیں سکتا جو
کام انہوں نے اپنے عمل سے کر کے دکھایا ہم اس کے لکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں
دنیا کے تمام بڑے خطوں میں پہنچ کر صحابہ نے دین اسلام کی سربلندی کے لئے خون کا
نذرانہ پیش کیا اور جان کی بازی لگائی آج ہم اس فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ کوئی ایسا
جملہ مل جائے جس کی آڑ لے کر ہم جہاد سے جان چھڑالیں مذکورہ بالا یہ صحیح حدیثیں
کیا کسی کو سر چھپانے کی اجازت دیتی ہیں یا کیا اس میں کوئی گنجائش ہے کہ ایک
آدمی جہاد کے میدان سے پیچھے رہ جائے؟ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان احادیث
پر عمل کریں۔ یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک مستحب حکم کو شریعت کے اس عظیم
فریضے کے مقابلے میں بڑھا چڑھا کر پیش کریں اسلام میں جہاد فرض ہے چاہے فرض
کفایہ ہو یا فرض عین ہو، اس فرض کا مقابلہ کسی مستحب یا مسنون بلکہ واجب سے
نہیں ہو سکتا ہے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کی تشریحات میں اپنی کتاب
فتح الباری میں جابجا بہت کچھ لکھا ہے۔

چند کلمات بطور تبرک نقل کرتا ہوں فرماتے ہیں۔

یہ حدیث عظمت جہاد پر مشتمل ہے کیونکہ روزہ وغیرہ جتنے بھی اعمال کے فضائل
مذکور ہوئے ہیں جہاد کو سب کے برابر قرار دیا گیا ہے یہاں تک کہ ایک مجاہد کے تمام
حالات اور اس کے ساری حرکات و سکنات کو اس شخص کے اعمال کا ہم پلہ قرار دیا
گیا جو دائمی نماز وغیرہ میں مشغول ہو یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
صحابی سے فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے ہو اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی
کہ فضائل کو قیاس سے معلوم نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
محض احسان واکرام ہے جسے چاہے عطا کرے اس حدیث سے اس بات پر بھی
استدلال کیا گیا ہے کہ جہاد مطلقاً تمام اعمال سے افضل ہے ابن دقیق العیدؒ نے فرمایا
قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جہاد ان اعمال میں سب سے افضل ہو جو اعمال وسائل کے
قبیلے سے ہیں کیونکہ جہاد بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور دین کے پھیلانے کا وسیلہ ہے۔ اور

کفر کے بجھانے مٹانے کا ذریعہ ہے لہٰذا وسیلہ کے اعتبار سے اس کی افضلیت تمام اعمال پر ہوگی علامہ سرخسیؒ نے بھی افضلیت جہاد پر ایک عمدہ کلام کیا ہے کافی تفصیل ہے شوقین حضرات مبسوط سرخی کتاب الجہاد میں دیکھ لیں۔

اس سے پہلے ان احادیث کا تذکرہ ہوا ہے جن میں جہاد مقدس کا بیان تھا اب ان احادیث کو نقل کیا جارہا ہے جن میں مجاہدین کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے اس سے ہر مسلمان آسانی سے یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ اسلام نے اپنے دفاعی لائن کو کتنی اہمیت دی ہے اور اس کو کتنا مضبوط رکھا ہے اور اس کے ہر ہر شعبہ کو کس طرح کھول کر بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔
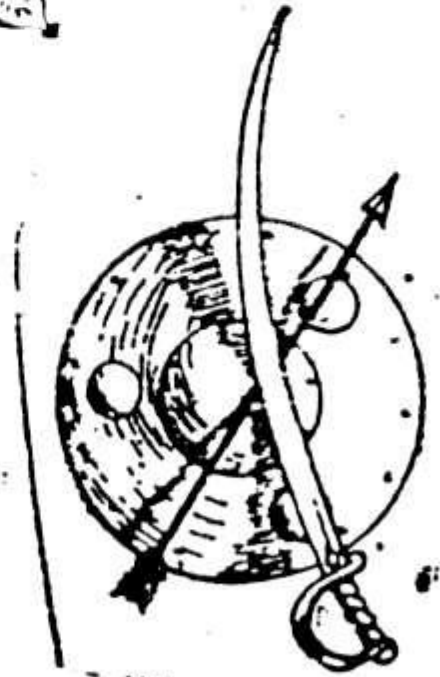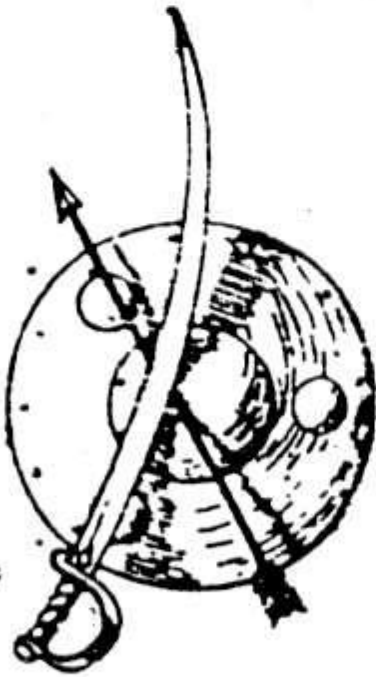
تیسری فصل:

مجاہدین کے فضائل

﴿قال اللہ تعالی وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما درجات منہ ومغفرۃ ورحمۃ وکان اللہ غفورا رحیما﴾ (سورت نساء)

"اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف سے اور بخشش ہے اور مہربانی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

حدیث نمبر ① وعن ابی سعید الخدری قال اتی رجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ای الناس افضل؟ قال مومن یجاھد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ قال ثم من؟ قال رجل معتزل فی شعب من الشعاب یعبد ربہ ویدع الناس من شرہ۔

(بخاری و مسلم شریف)

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پوچھنے لگے کہ لوگوں میں سب سے **افضل** کون ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مؤمن جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اس شخص نے پوچھا کہ اس کے بعد کون **افضل** ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جو کنارکش ہو کر کسی گھاٹی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہو اور مخلوق خدا کو اپنی شرارت سے محفوظ رکھتا ہو۔

حدیث نمبر ② یوسف بن یعقوب نے اپنے بڑے شیوخ سے ایک حدیث

نقل کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہدین کی ایذا رسانی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ مجاہدین کی وجہ سے ایسے ہی غضبناک ہوجاتے ہیں جس طرح کہ انبیاء کرام اور رسولوں کی وجہ سے غضب ناک ہوجاتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ مجاہدین کی دعاء ایسا ہی قبول فرماتا ہے جیسا کہ انبیاء اور رسول کا قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مجاہد سے زیادہ قابل اکرام اور معزز شخص کوئی نہیں، جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔ (ابن عساکرؒ)

حدیث نمبر (۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایک شخص نے آکر پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے ہاں انبیاء اکرام اور مقربین بارگاہ الٰہی کے بعد رتبہ کے اعتبار سے سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مجاہد جو اللہ کے راستے میں مال اور جان سے مسلسل جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کی موت آتی ہے تو وہ گھوڑے کی پشت پر ہوتا ہے یا گھوڑے کی لگام پکڑا ہوا ہوتا ہے اس شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! اس کے بعد کس شخص کا درجہ ہے راوی کہتا ہے کہ حضور نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ پھر وہ شخص ہے جو اللہ کی عبادت کے لئے یکسو ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کو اپنی شر سے محفوظ رکھتا ہے اس شخص نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین شخص کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرک، اس شخص نے پوچھا پھر کون حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم اور کجرو بادشاہ۔ (کتاب الجہاد ابن مبارکؒ)

حدیث نمبر (۴) ایک اور روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم بیٹھے ہوئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں مرتبہ کے اعتبار سے بہترین آدمی نہ بتلاؤں؟ صحابہ نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! بتلا دیجئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے جہاد فی سبیل اللہ میں گھوڑے کو تھام رکھا یہاں تک کہ اس کی موت آئی یا وہ شہید کردیئے گئے۔

(ترمذی شریف)

اسی قسم کی ایک حدیث ابن عساکرؒ نے نقل کیا ہے کہ غزوہ تبوک کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ کے دوران فرمایا کہ لوگوں میں (درجہ کے لحاظ سے) اس طرح کوئی شخص نہیں ہے جس نے گھوڑا تھام رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور لوگوں کی شرارتوں میں نہیں پڑتا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ
یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں؟

"یہ سعادت جب تک اللہ تعالیٰ کسی کو عطاء نہ کرے کسی کے زور بازو سے حاصل نہیں ہوسکتی ہے"۔

مجاہد کی نیند غیر مجاہد کی نماز روزہ سے افضل ہے

حدیث نمبر ① اخرج سعید بن منصور فی سننہ عن الحسن بن ابی الحسن ان رجلا کان علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اخبرنی بعمل ادرکُ بہ عمل المجاھدین فی سبیل اللہ، فقال کم مالکُ؟ قال ستۃ آلاف دینار فقال لوانفقتھا فی طاعۃ اللہ لم تبلغ شراکُ نعل المجاھد فی سبیل اللہ واتاہ رجل فقال یا رسول اللہ اخبرنی بعمل ادرکُ بہ عمل المجاھدین فی سبیل اللہ فقال لوقمت اللیل وصمت النھار لم تبلغ نوم المجاھد فی سبیل اللہ۔

سعید بن منصورؒ نے اپنے سنن میں حسن بن ابو الحسن سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بڑا مالدار تھا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتلا دیجئے جس سے میں مجاہدین کا درجہ وثواب پالوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیرا مال کتنا ہے؟ اس نے کہا کہ چھ ہزار دینار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اس مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سارا خرچ کرلو تب بھی تم مجاہد فی سبیل اللہ کے جوتے کے تسمے تک نہیں پہنچ سکتے ہو، ایک اور آدمی نے آکر پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتلادیجئے جس سے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے عمل کو پالوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رات بھر تہجد پڑھو اور دن بھر روزے رکھو تب بھی مجاہد فی سبیل اللہ کی نیند تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔

فائدہ اس حدیث میں جو دو آدمیوں نے آکر سوال کیا ہے تو پہلے شخص کی روایت مرفوع حدیث ہے البتہ اس میں ابن عساکرؒ کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ اگر تم اپنا سارا مال خرچ کرلو گے تو ایک مجاہد کے ٹوٹے ہوئے تسمے کے برابر تیرا خرچ نہیں پہنچ سکتا مندرجہ بالا روایت میں دوسرے شخص نے جو سوال پوچھا ہے یہ الگ روایت ہے اور یہ مرسل ہے لیکن دوسری روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ② واخرج ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ باسناد حسن عن مکحول مرسلا قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان الناس قدغزوا (وقد) حبسنی شئی فدلنی علی عمل یلحقنی بھم، قال ھل تستطیع قیام اللیل؟ قال اتکلف ذلک قال ھل تستطیع قیام النھار؟ قال نعم، قال فان احیائک لیلک وصیامک نھارک کنومۃ احدھم۔

مصنف ابن ابی شیبہ نے اسناد حسن کے ساتھ مکحولؒ کی ایک مرسل روایت

نقل کی ہے مکحول فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ! لوگوں نے جہاد میں حصہ لیا اور مجھے کسی مجبوری نے روک رکھا تھا آپ مجھے ایسے عمل کی رہنمائی فرمائیں جو مجھے ان تک پہنچادے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم رات بھر نماز پڑھ سکتے ہو؟ اس نے کہا کوشش کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا دن بھر روزے رکھ سکو گے اس نے کہا ہاں رکھ سکتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا رات بھر تہجد پڑھنااور دن بھر روزے رکھنا ایک مجاہد کی نیند کی طرح ہے۔

یہ روایت بھی اگرچہ مرسل ہے مگر ثقہ کا مرسل مقبول ہوتا ہے اور آئمہ احناف کے ہاں مرسل قابل حجت ہے۔

حدیث نمبر (۳) عبد اللہ بن مبارکؒ نے اپنی کتاب میں ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ قیام اللیل کرے اور کبھی نہ تھکے مسلسل روزے رکھے اور کبھی افطار نہ کرے یعنی وہ زندگی بھر مسلسل قیام اللیل کرے اور زندگی بھر دن کو مسلسل روزے رکھے اور افطار نہ کرے؟ کہا گیا کہ اے ابوہریرۃ اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک مجاہد فی سبیل اللہ کی نیند ان عبادات سے افضل ہے۔

یہ حدیث ابو ہریرۃ پر موقوف ہے تاہم کئی مرفوع احادیث اس مضمون پر بطور تائید موجود ہیں۔

حدیث نمبر (۴) حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے ایک روایت بیان کی ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال اس مسلسل روزے دار اور تہجد گزار کی طرح ہے جو دن اور رات کے اوقات میں ستون کی طرح کھڑے ہوکر قرآن پڑھ رہا ہو۔

اسی کی مانند ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال اس عابد اور روزہ دار کی سی ہے جسے روزہ نماز سُست نہیں بناتی ہے یہاں تک کہ مجاہد اپنے خاندان کی طرف غنیمت اور ثواب کے ساتھ لوٹ کر آئے، یا اللہ تعالیٰ ان کو موت دے دے اور اسے جنت میں داخل فرمادے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں کھانے پینے والے شخص کو دائمی روزہ رکھنے والے شخص کی طرح ثواب ملتا ہے۔

فائدہ ان احادیث کے بعد ابن نحاس نے اپنی کتاب مشارق الاشواق میں ایک عمدہ کلام کیا ہے ترجمہ کے ساتھ عبارت ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے، تاکہ ناظرین حضرات بھی اس عبارت سے لطف اُٹھائیں۔

﴿قال المولف اذا كان "اكرمكم الله" هذه درجة نائمهم فكيف لقائمهم؟ واذا كانت هذه رتبة غافلهم فكيف بعاملهم؟ واذا كان هذا خطر شراكهم فكيف بخطير افعالهم؟ ان هذ لهو الفضل المبين لمثل هذ فليشمر المشمرون وعلى فواته فليبك العاجزون المقصرون وعلى ضياع العمر فی غيره فليحزن المفرطون اللهم بصرنا باسباب النجاة. ويسرها علينا، وانظر بعين عنايتك ورحمتك فقد تصرم العمر فی غير طائل وانت على كل شئى قدير﴾

"اے پڑھنے والے! اللہ تعالیٰ تجھے عزت بخشے۔ یہ درجہ تو مجاہدین کے نیند کرنے والے کا ہے تو ان کے تہجد گزار کا کیا مقام ہوگا؟ اور جب یہ رتبہ مجاہدین کے غافل آدمی کا ہے تو ان کے عامل کی کیا شان ہوگی۔ اور جب یہ مجاہدین کے جوتے کے تسمے کی شان ہے تو پھر ان کے بڑے بڑے اعمال کا کیا کہنا راہ

جہاد تو ایک بڑی کامیابی ہے اور واضح فضیلت ہے پس اس جیسے عمل کے لئے تیار ہونے والے تیار ہوجائیں اور دوڑنے والے دوڑ لگائیں اور اس فضیلت کے فوت ہوجانے پر عاجز اور کم ہمت آدمی خوب روئے اور جہاد کے علاوہ دیگر فضولیات میں اپنی عزیز عمر کو ضائع کرنے پر کوتاہی کرنے والے لوگ خوب غم کھائیں، اے اللہ ہمیں نجات کے راستے دکھادیجئے اور اس پر چلنا آسان فرمادیجئے، اور ہم پر خصوصی رحمتوں اور خاص خاص عنایتوں سے توجہ فرمادیجئے، مولائے کریم! عمر یقیناً بے مقصد کاموں میں گزر گئی حالانکہ تو ہر چیز پر قادر ہے (ہماری مدد فرما دیجئے)"۔

حکایت حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قصہ نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خاتون آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول! میرے شوہر غازی بن کر جہاد پر چلے گئے ہیں جب وہ گھر میں ہوتے تھے تو میں ان کی نمازوں کی طرح نمازیں پڑھتی تھی اور ان کے ہر ہر نیک عمل میں ان کی پیروی کرتی تھی اب آپ مجھے ایسا عمل بتلا دیجئے کہ ان کی واپسی تک ان کے جو اعمال ہیں میں اس عمل کے ذریعہ سے ان اعمال تک پہنچ جاؤں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم یہ کرسکتی ہو کہ ہمیشہ مسلسل نمازیں پڑھو اور آرام نہ کرو اور مسلسل روزے رکھو اور افطار نہ کرو، اور مسلسل ذکر اللہ میں لگی رہو اور کچھ سستی نہ کرو یہاں تک کہ تیرا شوہر واپس آجائے؟؟ اس خاتون نے کہا اے اللہ کے رسول! اس کی تو مجھ میں طاقت نہیں لہٰذا یہ میں نہیں کرسکوں گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم اگر اس کی تجھے طاقت دی جائے تب بھی تم اس مجاہد کے اعمال کے دسویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی ہو۔

(رواہ احمد وابن عساکر)

جنت میں مجاہدین کے بلند درجات

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، اور زیادہ کیا اللہ تعالٰی نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں جو کہ درجے ہیں اللہ تعالٰی کی طرف سے اور بخشش ہے، اور مہربانی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حدیث نمبر ① صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز قائم کرے (زکوٰۃ ادا کرے) اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالٰی کے ذمے ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے برابر بات ہے کہ اللہ تعالٰی کے راستے میں ہجرت کرے یا اپنی جائے پیدائش میں قیام کرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی!! کیا ہم عام لوگوں کو اس بات کی خبر نہ کریں؟؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سو ایسے درجے ہیں جو اللہ تعالٰی نے مجاہدین کے لئے تیار کر رکھے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان ہے جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کو اللہ سے مانگا کرو کیونکہ یہ جنت دیگر جنتوں کے وسط میں سب سے اعلیٰ وارفع جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔ (بخاری شریف)

(صحابہ کرام نے چاہا کہ نماز روزے کی بشارت عوام تک پہنچادیں گے تو وہ اسی میں لگ جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہد کے درجات اس سے بڑھ کر ہیں جہاد کا شوق رکھو)۔

حدیث نمبر ② ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اللہ تعالٰی پر رب ہونے کی حیثیت سے راضی ہوا اور اسلام پر دین و قانون کی حیثیت سے راضی ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رسول ہونے

کے اعتبار سے راضی ہوا تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی حضرت ابو سعید کو یہ بات بہت پسند آئی اور خوش ہو کر فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دوبارہ دہرا دیجئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دہرادیا اور پھر فرمایا کہ ایک اور چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندہ کے درجات سو تک بلند کرتا ہے ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! وہ چیز کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے جہاد فی سبیل اللہ ہے جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ (مسلم شریف)

فائدہ جنت میں پہنچنا بھی بڑی کامیابی ہے پھر وہاں مجاہدین کے درجات کی بلندی بھی ملے گی جو مزید انعام ہے پھر جنت الفردوس کا ملنا اور زیادہ باعث خوشی ہوگی یہ تمام انعامات اور یہ سارے اکرامات جہاد مقدس کی وجہ سے ہیں۔

حدیث نمبر ا میں جو مذکور ہے کہ اللہ پر حق ہے تو یہ احساناً اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لے لیا ہے ورنہ کسی بندے کا فعل اللہ تعالیٰ پر واجب یا حق نہیں ہوتا ہے یا حق بمعنی ثابت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو حدیثوں میں دخول جنت کے لئے چند نیک اعمال کا تذکرہ فرمایا صحابہ کرام نے اس میں دلچسپی کا اظہار فرمایا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا تذکرہ کیا کہ نیک اعمال اپنی جگہ پر صحیح ہیں لیکن جنت کے بلند درجات کے لئے جہاد کا ہونا ضروری ہے ؎

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

جہاد فی سبیل اللہ اس اُمّت کی رہبانیت اور درویشی ہے

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تیری
میرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تیری
ما سوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تیری
تو مسلمان ہو، تو تقدیر ہے تدبیر تیری

حدیث نمبر (۱) وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ! اوصنی قال علیک بتقوی اللہ فانھا جماع کل خیر، وعلیک بالجھاد فی سبیل اللہ فانھا رھبانیۃ المسلمین وعلیک بذکر اللہ وتلاوۃ کتابہ فانہ نور لک فی الارض وذکر لک فی السماء واخزن لسانک الا من خیر فانک بذلک تغلب الشیطان۔ (مسند احمد)

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرما دیجئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تقویٰ اور خوف خدا کو لازم پکڑو کیونکہ خوف خدا ہر بھلائی کا مجموعہ ہے اور تم جہاد فی سبیل اللہ کو لازم رکھو کیونکہ جہاد امّت مسلمہ کی درویشانہ زندگی ہے۔

اور تم ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کی پابندی کرو کیونکہ یہ تیرے لئے زمین پر روشنی اور آسمانوں پر ذکر خیر اور نیک نامی کا ذریعہ ہے اور اچھی بات کے علاوہ زبان کی حفاظت کرو کیونکہ تم اسی سے شیطان پر غالب آؤ گے۔

حدیث نمبر ② حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلائی کی رہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کی طرح ہے اور ہر امّت کے لئے ایک درویشانہ زندگی ہوتی ہے اور میری امّت کی رہبانیت اور درویشانہ زندگی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے راستے میں جہاد ہے، بار الٰہی!! میری امت کی صبح (کی کاروائی) میں برکت فرما۔ (ترمذی)

جہاد کو رہبانیت کیوں کہا؟

ابن نحاسؒ نے اپنی کتاب مشارع الاشواق میں اس پر بحث کی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کو اس امّت کی رہبانیت کس وجہ سے قرار دیا ہے انہوں نے اس کی کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں اور نصاریٰ کی رہبانیت سے اس کو الگ کیا ہے میں کچھ وضاحت کے ساتھ پیش کروں گا۔

① نصاریٰ کے ہاں تو رہبانیت کا اتنا ہی مفہوم تھا کہ دنیا کے اشغال اور دنیا کی لذتوں سے دور رہو، لیکن اسلام نے مسلمانوں کو یہ رہبانیت دی ہے کہ اپنی جان سے بھی دور رہو اور اللہ کے راستے میں اس کی قربانی پیش کرو اور یہ جہاد میں ہوتا ہے۔

② نصاریٰ کے ہاں رہبانیت کا یہ تصور تھا کہ لوگوں سے کنارہ کش ہوکر زندگی گذاری جائے تاکہ کسی کو راہب سے ایذاء نہ پہنچے،

لوگوں سے فساد کو دفع کرنا اور ضرر کو دور کرنا اگر رہبانیت ہے تو یہ چیز تو بدرجہ اتم جہاد میں موجود ہے کیونکہ جہاد تو نام ہی عالم کو فساد سے خالی کرنے کا ہے کیونکہ کفروزندقہ اور باطل کو جہاد ہی کے ذریعہ سے مٹایا جاتا ہے، تو اصل رہبانیت تو جہاد ہے نہ یہ کہ نصاریٰ کی طرح ہر باطل اور ہر فساد کو نظر انداز کرکے کوٹھری اور گرجا میں جاکر بیٹھ کر آرام کرے اور شکست خوردہ کی طرح پسپائی کی زندگی گذارنا شروع کریں۔

(۳) رہبانیت ڈرنے اور خوف کے معنی پر ہے تو راہب دو چیزوں سے ڈرتا ہے ایک اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے لہٰذا اس کی عبادت میں لگ جاتا ہے اور دوسرا لوگوں سے ڈرتا ہے کہ لوگ ان کو اس عبادت سے منع نہ کردیں یہی کام تو مجاہد کا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے احکامات پر چلتا ہے اور اس میں رکاوٹ ڈالنے والے کفار سے ڈرتا ہے کہ وہ ان پر اور مسلمانوں پر غالب نہ آجائے تو وہ فوراً کفر اور کفار کے مقابلے پر نکل آتا ہے اور یہی جہاد ہے۔

(۴) رہبانیت اس کانام ہے کہ لوگوں سے الگ تھلگ ہوکر پہاڑوں، دروں، وادیوں، اور غاروں میں جاکر زندگی گذار دے دشت وبیاں اور صحراؤں میں تکلیفوں سے بھری ہوئی زندگی اپنائے تمام خویش واقارب سے دور رہے اور خواہشات نفسانیہ اور لذائذبدنیہ سے دستکش رہے میلا کچیلا غبار آلود پراگندہ بال دیوانہ مستانہ رہے اگر یہی رہبانیت ہے تو یہ بعینہ جہاد ہے اور اسی طرح مجاہدین کے احوال ہیں،

میرے پیارے بھائی اگر آپ کو مجاہدین کے ان احوال میں تردد اور شک ہو تو آپ جاکر خود دیکھ لیں کہ کشمیر میں مجاہدین اس طرح ہیں یا نہیں افغانستان میں مجاہدین اس طرح تھے یا نہیں اور اب وہاں حرکت الانصار کے معسکر ''عمر فاروق'' میں اسی طرح ہیں یا نہیں بوسنیا میں اس طرح ہیں یا نہیں تاجکستان میں اس حال میں ہیں یا نہیں چیچنیا میں اس صفت پر متصف ہیں یا نہیں یقیناً آپ کو اللہ کے یہ پر سرار بندے ایسے ہی ملیں گے، یہ صرف نفس کے ساتھ جہاد نہیں کرتے بلکہ نفس واعمال جان وجہاں اور جو کچھ ہے وہ قربان کرکے جہاد کرتے ہیں ؎

جو پاس تھا وہ سب لٹا ہی دیا
حق تو یہ ہے کہ حق ادا ہی کیا

اس اُمّت کی سیاحت جہاد ہے

حدیث نمبر ① وعن ابی امامہ رضی اللہ عنہ ان رجلا استاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السیاحۃ فقال ان سیاحۃ امتی الجہاد فی سبیل اللہ عزوجل۔ (ابوداؤد شریف)

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاحت کی اجازت مانگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امّت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

حدیث نمبر ② مشکوۃ شریف میں عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں سیاحت کی اجازت دیجئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امّت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

حدیث نمبر ③ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیاحت کا ذکر آیا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیاحت کے بدلے، جہاد فی سبیل اللہ اور ہر بلند مقام پر نعرۂ تکبیر عطا کیا ہے۔
(کتاب الجہاد ابن مبارکؒ)

فائدہ چونکہ سیاحت میں دنیا کے مختلف اطراف کی سیر و تفریح ہوتی ہے دور دراز کے اسفار ہوتے ہیں عجائب قدرت کے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں اگر کوئی شخص اس سیاحت میں مطالعہ قدرت اور عبادت وانابت کی غرض سے جاتا ہے تو اس میں روحانی فائدہ بھی ہے اور اگر یہ چیزیں مدنظر نہ ہوں تو پھر یہ سیاحت محض لغو اور فضول اور عارضی ظاہری لذت نظر اور خواہش نفس ہے لیکن اگر یہی سفر جہاد کا سفر

ہو تو عجائب قدرت بھی دیکھنے کو ملیں گے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نکل کر ہر ہر قدم پر ثواب بھی ملے گا یہ غبار راہ غبار جنت بھی بنے گا اور ہر حرکت و سکون عبادت میں بھی شمار ہوگا دنیا بھی ملے گی اور آخرت بھی ملے گی۔ کشمیر کی وادیوں کی سیر و تفریح ہوگی افغانستان و تاجکستان ہندوستان، روس اور چین و جاپان کی سیاحت ہوگی۔ اور پھر فاتح ہو کر ان ملکوں کی سیادت ہوگی، نوجوانو! اپنے خون کی زکوٰۃ اور اپنے بدن کا حق ادا کرو ؎

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟
خندید و دست برسر شمشیر بردو گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست
چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

مجاہد اللہ تعالیٰ کے ضمان میں ہے

﴿قال اللہ تعالی والذین جاھدو افینا لنھد ینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین﴾
(سورۃ عنکبوت ۶۹)

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنہوں نے ہمارے واسطے محنت کی ہم سمجھادیں گے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی والوں کے ساتھ ہے“۔

حدیث نمبر ① وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکفل اللہ لمن جاھدفی

سبیلہ لایخرجہ من بیتہ الاالجہاد فی سبیلہ وتصدیق بکلماتہ ان یدخلہ الجنۃ اویردہ الی مسکنہ بمانال من اجر اوغنیمۃ۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات اور وعدوں پر یقین کی غرض سے نکلا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کو یا (شہادت کی صورت میں) جنت میں داخل کرے گا یا اس کو اس کے گھر کی طرف ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا۔

فائدہ اس حدیث اور اس کے بعد کی احادیث میں تکفل کا لفظ آیا ہے جس کے معنی کفالت اور ضمانت اور ذمہ کے ہیں ان روایات میں ضمان کا لفظ بھی آیا ہے سب کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے یعنی ذمہ، حفاظت، کفالت اور کافی ہونا، ان تمام الفاظ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور احسان وانعام سے اپنے اوپر واجب کردیا ہے کہ وہ اس مجاہد کو جنت میں داخل کرے گا اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر مجاہد صحیح سالم واپس اپنے گھر پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ثواب یا غنیمت سے نواز کر واپس کرے گا اس میں ثواب، یا غنیمت، کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں چیزیں نہیں ملیں گی یا ثواب کما کر آئے گا لیکن اگر مال غنیمت حاصل کیا تو ثواب نہیں ملے گا، اس کا جواب ابن نحاسؒ نے یہ دیا ہے کہ یہاں اوَ، بمعنی واوَ ہے یعنی ثواب اور غنیمت دونوں ملیں گے میں نے ترجمہ اسی اعتبار سے کیا ہے کہ او بمعنی واوَ بمعنی اور ہے باقی غنیمت حاصل کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے آیا اس سے ثواب کم ہوجاتا ہے یا نہیں تو اس کی پوری بحث انشاء اللہ غنائم اور اس کی تقسیم کے ابواب میں آئے گی۔

حدیث نمبر ② حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص صرف اللہ پر ایمان اور اس کے راستے میں جہاد کی غرض سے نکل جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کر کے فرماتا ہے کہ یہ شخص میری ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ میں اسے جنت میں داخل کردوں، چاہے شہید کی صورت میں داخل ہو یا عام موت کی صورت میں، اور یا میں اسے اس کے گھر لوٹا دوں جہاں سے وہ نکلا تھا ثواب اور غنیمت کے ساتھ۔ (نسائی شریف)

حدیث نمبر ۳ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا جو بھی بندہ میری رضا جوئی کے لئے میرے راستے میں جہاد کے لئے نکلا تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر میں نے اسے واپس لوٹا دیا تو اجر وغنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا، اور اگر میں نے اس کی روح لے لی تو میں اس کی مغفرت کروں گا۔ (نسائی شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ان کی مدد حق اور ثابت ہے۔ ① المجاہد فی سبیل اللہ۔ ② وہ مکاتب غلام جو بدل کتابت ادا کرنا چاہتا ہے۔ ③ وہ شخص جو پاک دامن رہنے کے لئے نکاح کرتا ہے۔ (ترمذی شریف)

فائدہ غلام کو جب آقا یہ کہہ دے کہ اتنا پیسہ دے کر آزادی حاصل کرلو تو وہ غلام مکاتب ہوگیا اب اگر رقم اس نے ادا کرلی تو آزاد ہوجائے گا اس طرح کے غلام کو مال زکوٰۃ دیا جاسکتا ہے تاکہ وہ اپنی گردن چھڑالے اسی رقم کو بدل کتابت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے گویا کہ ان تینوں آدمیوں کی مدد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ پر لیا ہے اور یہ تین قسم کے لوگ ہیں صرف تین آدمی نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ مجاہد کی مدد کو بھی اپنے ذمہ پر لیتا ہے ایک اور روایت میں ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا ضامن ہے ایک تو وہ آدمی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے

گھر سے نکل گیا یہ شخص جب تک جہاد میں رہے گا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے اگر اللہ نے اسے موت دی تو اسے اپنی رحمت میں داخل کردے گا اور اگر اسے گھر لوٹا دیا تو اجر و غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا۔

اس مضمون کی کئی حدیثیں ہیں تقریباً مفہوم سب کا اسی طرح ایک ہے۔

ایک اور روایت میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حج یا عمرہ کیا اور پھر اسی سال مرگیا وہ جنت میں داخل ہوا اور جس شخص نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور پھر اسی سال مرا وہ جنت میں داخل ہوا اور جس شخص نے غزا اور جہاد کیا اور پھر اسی سال مرا وہ جنت میں داخل ہوا۔ (ابن عساکر)

ان احادیث میں بڑی فضیلتیں ہیں ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ کسی نہ کسی طریقہ سے جہاد میں حصہ لے لیا کریں اور دین کے تمام احکامات کو اپنی عملی زندگی میں جگہ دیں اور عقیدہ کے اعتبار سے تمام احکامات کا عقیدہ رکھے۔

حکایت حضرت عبد اللہ بن زبیر نے فرمایا کہ جب جنگ جمل کے دن میرے ابا جان زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلہ کے میدان میں کھڑے ہوگئے تو انہوں نے مجھے اپنے پاس بلالیا میں بھی آکر ان کے پہلو میں کھڑا ہوگیا اس کے بعد انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے آج کے دن جو بھی آدمی مرے گا وہ یا ظالم ہوگا اور یا مظلوم ہوگا اور میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوم ہوکر مروں گا اور مجھے سب سے زیادہ جو چیز پریشان کررہی ہے وہ میرا قرضہ ہے جو مجھ پر ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ قرض ہمارے مال سے کوئی چیز چھوڑ دے گا؟ پھر فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے! میری ساری جائداد کو فروخت کردو اور میرا قرض ادا کرو، اگر قرض ادا کرنے کے بعد ہمارے مال سے کچھ بچ گیا تو ایک تہائی مال تیرے بچوں کا ہوگا۔ عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم اسی طرح وصیت کرتے رہے اور پھر فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے اگر اس کے بعد پھر بھی مجھ پر قرض رہ گیا اور کوئی

صورت نہیں بن رہی تھی تو آپ میرے آقا سے اس میں مدد مانگ لیا کریں عبد اللہ نے کہا کہ قسم بخدا! مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ اباجان کا آقا کون ہے۔ تو میں نے پوچھا کہ اے پیارے ابا جان! آپ کا مولا اور آقا کون ہے؟ ابا جان نے فرمایا کہ میرا آقا اللہ تعالیٰ ہے عبد اللہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں جب بھی ابا جان کے قرض میں کبھی پریشان ہوجاتا تو میں آواز دیتا تھا "یا مولی الزبیر اقض عنہ دینہ" اے زبیر کے آقا زبیر کا قرض ادا کردیں "فیقضیہ" تو اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرمادیتا تھا۔ (یہ ہے مجاہدین کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت و کفالت)۔

آقا اور مولا تو غلام کے لئے ہوتا ہے اور حضرت زبیر تو آزاد تھے کسی کا غلام نہیں تھے اسی لئے اس کے بیٹے نے نہ پہچانا اور تعجب کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاہدین کے ساتھ نصرت ومدد کے واقعات

سابقہ احادیث میں جو آپ نے پڑھ لیا کہ مجاہدین کی کفالت، حفاظت، وضمانت اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لیا ہے اس کفالت وضمانت کی مختلف صورتیں ہیں کبھی اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی دعائیں قبول فرمائیں کبھی اللہ تعالیٰ نے انہیں دشت وبیاباں میں پانی عطا کیا کبھی غیب سے ان کو کھانا ملا، کبھی دشمن کے حملے سے ان کو بچایا کبھی درندوں پرندوں اور چرندوں سے ان کی مدد فرمائی۔

یہ نصرتیں جس طرح مجاہدین سابقین کے ساتھ ہوئیں اسی طرح مجاہدین لاحقین سے بھی ہوئیں چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

واقعہ نمبر ① ساحل سمندر کی طرف ۸ ہجری کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو مجاہدین پر مشتمل ایک چھاپہ مار دستہ بھیجا کہ قریش کے تجارتی قافلے کو

پکڑ لیا جائے ۱۵ ہجری تک مجاہدین نے قافلے کا انتظار کیا تو کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا مجبوراً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے درختوں کے پتے کھائے اسی لئے اس دستہ کا نام سریہ خبط پڑگیا یعنی وہ دستہ جس میں پتے جھاڑ کر کھائے گئے اس واقعہ کو خود ایک مجاہد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں بیان کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قریشی قافلہ پکڑنے کے لئے چھاپہ مار دستہ کی شکل میں روانہ فرمایا اور ہم پر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کیا اور ایک تھیلی میں ہمیں کچھ سفر خرچہ دیا یہ چند کھجوروں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا ہمارا امیر ابو عبیدہ ہمیں روزانہ ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے ہر آدمی اپنی کھجور کو چھوٹے بچے کی طرح چوس لیا کرتا تھا اور پھر پانی پی لیتا تھا اور کھجور کو اپنے کپڑے میں لپیٹ کر رکھتا تھا یہاں تک کہ یہ سلسلہ بھی ختم ہوا تو مجبور ہو کر ہم نے درختوں کے پتے جھاڑنے شروع کردیئے پتوں کو جھاڑ کر پھر پانی میں بھگو کر کھایا کرتے تھے اس سے ہمارے ہونٹ پھٹ گئے اور قضائے حاجت مینگنیوں کی طرح ہونے لگی ایک دفعہ ہم سمندر کے کنارے چلے گئے تو اچانک ایک چیز نظر آئی گویا کہ ریت کا بڑا ٹیلہ ہے ہم اس کے قریب گئے تو معلوم ہوا سمندر نے کنارے پر ایک مچھلی کو پھینکا ہے جس کو لوگ عنبر کے نام سے یاد کرتے ہیں پہلے تو ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ مردار ہے پھر فرمایا کہ نہیں بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول کے فرستادے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ میں ہیں اور حالت اضطرار میں ہیں لہٰذا ہمارے لئے اس کا کھانا جائز ہے اس کو کھاؤ، ہم تین سو آدمیوں نے ایک ماہ تک اس کا گوشت کھایا یہاں تک کہ ہم خوب فربہ ہوگئے؟ مجھے خوب یاد ہے کہ ہم اس مچھلی کی آنکھوں کے گڑھے سے بڑے بڑے مٹکے تیل کے بھر بھر کر نکالتے تھے۔ اور وہاں سے بیل کے برابر گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کرلاتے تھے ایک دفعہ ابو عبیدہ نے ۱۳ مجاہدین کو اس کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھادیا تو وہ سب وہاں بیٹھ گئے پھر ابو عبیدہ نے اس مچھلی کی پسلی کی ہڈی کو کمان کی طرح زمین میں گاڑھ دیا اور ایک لمبے تڑنگے آدمی کو بڑے جسم کے اونٹ

پر بٹھاکر اس ہڈی کے نیچے سے گزار دیا وہ آرام سے گذر جاتا تھا اور سر جھکانے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی ہم نے اس کے گوشت میں سے سوکھے ہوئے بڑے بڑے ٹکڑے اپنے ساتھ بھی لئے اور ہم مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو ہم نے اس جانور کا تذکرہ بھی کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے رزق کا انتظام تھا کیا تمہارے پاس کچھ بچا ہوا ہے کہ ہمیں بھی کھلاؤ؟ ہم نے اس میں سے حضور کی طرف کچھ بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔ (رواہ مسلم، بتغیر)

فائدہ اس حدیث کو مجموعی اعتبار سے امام مسلم نے ذکر کیا ہے لیکن میں نے مختلف روایات کو اکھٹا کرکے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اس حدیث میں اصل لفظ "دابہ" یعنی "جانور" مذکور ہے لیکن عام علماء کرام اور خاص کر آئمہ احناف ؒ کے ہاں یہ دابہ ایک بڑی وھیل مچھلی تھی بڑی ہونے کی وجہ سے اس پر دابہ جانور کا اطلاق ہوا ہے اس کا نام "عنبر" تھا اور یہ بالکل حلال تھا یہی وجہ ہے کہ حضور نے بوجہ حلال اور بوجہ برکت مجاہدین اس کو خود لیا میں نے ترجمہ میں مچھلی استعمال کیا ہے اور جانور بھی صحیح ہے مراد مچھلی ہے۔

واقعہ نمبر (۲) ابن عساکرؒ نے سند کے ساتھ ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی جعفر فرماتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ کے جہاد میں سمندری سفر میں ایک کشتی میں بیٹھ کر ایک مہم پر جارہے تھے کہ اچانک کشتی ٹوٹ گئی اور سمندری موجوں نے ہمیں ایک جزیرہ میں لے جاکر پھینک دیا ہم پانچ یا چھ آدمی تھے جو سمندر کے بیچ اس جزیرہ میں پھنس کر رہ گئے کھانے کا انتظام نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے ہماری تعداد کے مطابق اس جزیرہ میں پتے اُگائے ہم ہر آدمی ایک ایک پتہ لے کر چوس لیا کرتا تھا جس سے ہمارا پیٹ بھر جاتا تھا اور ہم سیراب بھی ہوجاتے تھے شام کے وقت یہ پتے پھر اگ آتے تھے اور صبح ہم پھر لیتے تھے کافی عرصہ کے بعد اس طرف ایک کشتی آئی اور

اس نے ہمیں بٹھالیا۔

واقعہ نمبر ③ ابن عساکر ہی نے اپنی سند کے ساتھ ابو الجمائز کے والد سے ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ "آرمینیہ" کے جہاد میں لوگوں کو بھوک کی وجہ سے اتنی پریشانی ہوئی کہ لید کھانے پر مجبور ہوگئے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کنکریوں کی شکل میں گندم کی بارش برسائی اور ہمارے کھانے کا انتظام ہوگیا۔

واقعہ نمبر ④ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لئے مدینہ منورہ سے بحرین کی طرف روانہ کیا تھا راستے میں دشت وبیان پر گذر ہوا رات کے وقت ایسی سخت صحرائی ہوا چلی کہ اونٹوں کی رسیاں ٹوٹ گئیں اور اونٹ ایسے بدک گئے کہ معلوم بھی نہ ہو سکا کہ زندہ ہیں یا ہلاک ہوگئے فوج کا پانی دانہ سارا اونٹوں پر لدا ہوا تھا اب تو فوج پریشان ہوگئی صبح حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجاہدین کو اکٹھا کیا جب کہ مجاہدین موت کو قریب دیکھ کر ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے تھے حضرت علاء نے فرمایا کہ کیا آپ لوگ مسلمان نہیں ہو؟ سب نے کہا الحمدللہ ہم مسلمان ہیں آپؓ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگ مجاہدین نہیں ہو اور اللہ کے دین کے لئے لڑنے اور اس کی مدد کرنے والے نہیں ہو؟ سب نے ہاں میں جواب دیا، تب آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ضائع نہیں کرے گا پھر آپ نے سب کو قبلہ رخ گھٹنوں کے بل بٹھاکر عاجزی سے طویل دعا مانگی ابھی سورج کی شعاعیں چمکنے لگیں تھیں کہ مجاہدین کے قریب پانی کا ایک بڑا حوض اُبل پڑا سب نے خوش ہوکر پانی پیا وضو اور غسل کیا یہ لوگ اسی خوشی میں تھے کہ اچانک سامان سے لدے ہوئے وہ سارے اونٹ بھی واپس آگئے جو غائب ہو چکے تھے اس طرح لوگوں نے مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد دیکھ لی۔ آگے چل کر مقام دارین میں دشمن ایک دریا سے پار ہوکر محفوظ مقام میں پہنچ گیا تھا حضرت علاء حضرمیؓ نے چار

ہزار کے لشکر اسلام کو حکم دیا کہ گھوڑوں سمیت سمندر میں کود جاؤ چنانچہ گھوڑوں کے سم بھی تر نہ ہوئے اور مجاہدین نے دریا عبور کرلیا دجلہ وفرات میں بھی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کو گھوڑوں سمیت کود جانے کا حکم دیا تھا اور سب پار ہوگئے تھے یہ مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے اس مقام پر اقبال مرحوم کے چند اشعار بھی سنتے جائیں اور مزے لے کر پڑھتے جائیں ؎

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا، اس کو کیا سر کس نے؟
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟
کوہ میں دشت میں لے کر تیرا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے؟
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
اے موج دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا
سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

واقعہ نمبر ⑤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا واقعہ تو مشہور ہی ہے کہ ایک موقع پر وہ شام میں چند صحابہ کے ساتھ قید کفار میں چلے گئے لیکن کسی طرح اللہ نے ان کو آزادی دے دی چنانچہ صحراء اور جنگل کے راستے سے واپس آرہے تھے کہ ایک شیر سامنے آگیا حضرت سفینہؓ نے شیر سے کہا کہ اے شیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور جہاد فی سبیل اللہ میں ہوں شیر نے دم ہلایا اور حفاظت پر کھڑا ہوا جب تک یہ صحابی اپنے لشکر سے جاکر ملے نہیں تھے اس وقت تک شیر ہر طرف سے ان کی حفاظت کرتا رہا۔

مجاہدین سے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے سینکڑوں واقعات ہیں سلف صالحین کے واقعات کے علاوہ موجودہ دور میں روسی افواج کے مقابلہ میں افغانستان کے مجاہدین نے جو جہاد فی سبیل اللہ کیا ہے اس میں بھی بے شمار کرامتیں اور حیران کن واقعات پیش آئے ہیں جو واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد پر دلالت کرتے ہیں اور اس مقدس جہاد کے منصور من اللہ کے واضح اشارے دیتے ہیں چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

جہاد افغانستان میں اللہ تعالیٰ کی نصرت

ڈاکٹر عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد افغانستان میں اللہ تعالیٰ کی نصرتوں اور مدد پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''آیات الرحمن فی جہاد افغانستان'' اس میں فلسطین کے یہ مشہور مجاہد اور عالم دین سند کے ساتھ واقعات نقل فرماتے ہیں چنانچہ وہ شہید کے متعلّق کچھ کرامات بیان کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

''شہید کی لاش''

مجھے علاقہ اُرگون کے مشہور کمانڈر عمر حنیف نے بتایا کہ میں نے افغانستان کے مجاہدین کے کسی بھی شہید کی لاش کو سڑا ہوا نہیں دیکھا اور کسی بھی شہید کی لاش

کے قریب کتا آتا ہوا نہیں دیکھا جب کہ کمیونسٹوں اور روسیوں کی لاشیں کتے ضرور کھایا کرتے تھے کسی مجبوری سے دو سال بعد ہم نے بارہ شہیدوں کی لاشیں قبروں سے نکالی تو میں نے دیکھا کہ سب کے زخم ہرے بھرے تھے جسم تازہ تھے اور کوئی بھی بدبو نہیں تھی میں نے عبدالحمید کی لاش کو شہادت سے تین ماہ بعد دیکھا تو جسم سے مشک و عنبر کی خوشبو اٹھ رہی تھی نثار احمد شہید سات ماہ تک مٹی کے نیچے پڑا رہا لیکن اتنے عرصہ میں جسم میں کوئی بھی تغیر نظر نہیں آرہا تھا۔

شہید اپنے باپ سے مصافحہ کر رہا ہے

عبد اللہ عزام شہید فرماتے ہیں کہ مجھے عمر حنیف نے ۱۹۸۰ میں بتایا کہ ایک دفعہ روسی فوج کثیر مقدار میں آئی ان کے پاس ۷۰ ٹینک، بارہ طیارے اور بہت جنگی سازو سامان تھا ان کے مقابلے میں صرف ۱۱۵ مجاہدین تھے بڑا سخت معرکہ ہوا بالآخر دشمن بھاگ گیا ان کے ۱۲ ٹینک تباہ ہوگئے اور ہمارے چار مجاہدین شہید ہوئے ہم نے ان کو میدان معرکہ میں دفنا دیا تین دن بعد ہم ان کو وہاں سے نکال کر ان کے گھر لے گئے تاکہ ان کو مقبرہ میں دفن کیا جائے ان میں ایک شہید تھا جس کا نام جنت گل تھا ان کے والد ان کی لاش کے پاس آکر کہنے لگے، اے بیٹے! اگر تو شہید ہے تو مجھے اپنی شہادت پر کوئی علامت اور نشانی دکھلائیں اتنے میں شہید بیٹے نے ہاتھ اٹھایا اور پندرہ منٹ تک اپنے والد سے مصافحہ کیا پھر ہاتھ کھینچ کر اپنے زخم پر رکھ لیا عمر حنیف کہتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

(آیات الرحمان فی جہاد افغانستان صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲)

شہید کی مشین گن

عبد اللہ عزام فرماتے ہیں کہ مجھے عمر حنیف نے بتایا کہ عمر یعقوب ایک مجاہد تھا

جو جہاد افغانستان کا عاشق تھا جب وہ شہید ہوئے تو ہم ان کے پاس آئے دیکھا تو وہ اپنی مشین گن اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے، ہم نے بڑی کوشش کی لیکن ہم ان سے مشین گن لینے میں کامیاب نہ ہوسکے ہم کافی دیر تک ان کے پاس کھڑے رہے پھر ہم نے کہا کہ اے عمر یعقوب ہم تیرے بھائی ہیں اس پر اس نے فوراً اپنی مشین گن چھوڑ کر ہمیں دی۔ (آیات الرحمان صفحہ ۱۰۳)

شہید کا جبہ اور ڈاڑھی

عبد اللہ عزام فرماتے ہیں کہ مجھے عمر حنیف نے بتایا کہ جہاد افغانستان میں ہمارے ساتھ ایک مجاہد تھا جو بڑا متقی پرہیزگار تہجد گذار اور حافظ قرآن تھا جس کا نام احمد شاہ تھا جب وہ شہید ہوگیا تو دو سال کے بعد ہم نے اس کی قبر کھولا دیکھا تو وہ صحیح سالم تھا اور اس کی ڈاڑھی لمبی ہوگئی تھی میں نے خود اسے دفن کیا تھا تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا ایک ریشمی جبہ تھا جس سے مشک و عنبر کی خوشبو اُٹھ رہی تھی۔ (صفحہ ۱۰۴)

ایک گولی سے ۸۵ ٹینک تباہ

عبد اللہ عزام شہید فرماتے ہیں کہ مجھے ارسلان رحمانی صاحب جو افغانستان کا مشہور عالم اور مجاہد ہیں نے بتایا کہ ایک دفعہ ہمارے مقابلے میں دو سو ٹینک آگئے تھے اور ہمارے پاس ایک گولی رہ گئی تھی، ہم نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگ لی کہ یہ ایک گولی دشمن کے لئے تباہ کن ثابت ہوجائے پھر ہم نے اسے فائر کیا تو گولی دشمن کے اسلحہ بردار گاڑی پر جاکر لگی اسلحہ نے آگ پکڑلی اور گولے پھٹنے شروع ہوگئے اور کئی دھماکے ہوئے جس سے دشمن کے ۸۵ ٹینک تباہ ہوئے دشمن بھاگ اٹھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح اور مال غنیمت عطا کی۔ (صفحہ ۱۰۴)

"پرندے یا فرشتے"

ڈاکٹر عزام شہید کا بیان ہے کہ مجھے ارسلان رحمانی صاحب نے بتایا کہ دشمن کے طیارنے آنے سے پہلے ہمیں علم ہو جاتا تھا کہ طیارے بمباری کرنے آرہے ہیں یہ پتہ اس طرح چلتا تھا کہ ان طیاروں سے پہلے کچھ پرندے آکر ہمارے سروں پر چکر لگایا کرتے تھے ہم پرندوں کو دیکھ کر بچاؤ کا انتظام کرلیا کرتے تھے بعض اوقات وہ پرندے دفاع بھی کیا کرتے تھے ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ مجھے مجاہد عبد الجبار نے بتایا کہ میں نے دو دفعہ خود طیاروں کے نیچے ان پرندوں کو دیکھا ہے ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ مجھے مولینا جلال الدین حقانی صاحب جو مطلقاً افغانستان کے مشہور جرنیل اور مجاہد ہیں نے بتایا کہ میں نے کئی بار ان پرندوں کو دیکھا ہے جو دشمن کے طیاروں کی گولہ باری سے مجاہدین کی حفاظت کرتے تھے۔ (صفحہ ۱۰۵)

گولی ہی گولی

عبد اللہ عزام شہید فرماتے ہیں کہ مجھے مولینا جلال الدین حقانی صاحب نے بتایا کہ میں نے ایک مجاہد کو چند گولیاں دی وہ یہ گولیاں لے کر ایک شدید معرکہ میں اتر گیا اور دشمن پر بے پناہ گولیاں برسائیں لیکن وہ گولیاں ختم نہیں ہوئیں بلکہ جب وہ مجاہد واپس آگیا تو وہ گولیاں ساتھ لائے۔ (صفحہ ۱۰۸)

غیبی مدد

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے مولینا ارسلان رحمانی نے بتایا کہ جہاد افغانستان کے زمانے میں ہم ۲۵ مجاہدین ایک مقام میں اکھٹے بیٹھے تھے کہ اچانک دو ہزار کمیونسٹ فوج نے ہم پر حملہ کردیا چار گھنٹے تک سخت معرکہ ہوا لیکن دشمن شکست

کھا کر بھاگ اٹھا ان کے ۷۰ آدمی مارے گئے ۲۶ کو ہم نے گرفتار کرلیا، ان گرفتار شدگان سے ہم نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں بھاگ گئے انہوں نے کہا کہ ہم پر چاروں طرف سے امریکی ساخت کی توپیں اور مشین گنیں گولہ باری کررہی تھیں اس لئے ہم بھاگ گئے۔

مولینا ارسلان نے فرمایا کہ اس وقت ہمارے پاس نہ توپیں تھیں اور نہ مشین گنیں تھیں بلکہ ہم معمولی سی بندوقوں کے ذریعہ سے ایک ہی جانب میں جنگ میں مصروف تھے۔ (صفحہ ۱۰۶)

دشمن پر بچھوؤں کا حملہ

ڈاکٹر عبد اللہ عزام شہیدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عبد الصمد اور محبوب اللہ دونوں نے بتایا کہ جب کمیونسٹ فوج قندوز افغانستان سے میدانی علاقے میں آکر خیمہ زن ہوگئی تو ایک دم بچھوؤں نے ان پر حملہ کرکے ڈسنا شروع کردیا اس کے نتیجے میں ان کے چھ فوجی مرگئے اور باقی بھاگ گئے۔ (صفحہ ۱۰۹)

"سانپ نے کسی مجاہد کو نہیں ڈسا"

ڈاکٹر عزامؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عمر حنیف نے بتایا کہ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ سانپ آئے ہیں اور مجاہدین افغانستان کے بستروں میں ان کے ساتھ رات گذار کر چلے گئے ہیں لیکن کسی سانپ نے کسی مجاہد کو نہیں ڈسا ہے۔ (صفحہ ۱۱۰)

یہ اور اسی طرح دیگر کئی کراماتی واقعات ہیں جو جہاد افغانستان کے دوران پیش آئے ہیں اور اسی طرح مجھے مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین نے عجیب عجیب کراماتی واقعات سنائے ہیں سب کا نقل کرنا بہت دشوار ہے اسی طرح نفاذ شریعت کے لئے افغانستان میں جو اس وقت طالبان تحریک ہے اس میں بھی بہت زیادہ کراماتی واقعات پیش آتے

ہیں نقل کرنا بہت مشکل ہے بس صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو مجھے میرے شاگرد محمد یونس چترالی نے بتایا کہ شین ڈنڈ کا علاقہ جب فتح ہوا تو وہاں ایک طالب علم کی لاش ملی جو تقریباً آٹھ ماہ پرانی تھی کھلی زمین پر پڑی تھی اوپر کا چمڑا معمولی ساخشک تھا مگر چہرہ پر رونق اور جسم ٹھیک ٹھاک تھا میں نے اپنی چادر بچھادی تاکہ اس کی لاش اس پر رکھ دیں جب ہم نے ان کی لاش اُٹھاکر اس چادر پر رکھ دی تو ان کے جسم کے زخم سے تازہ تازہ خون جاری ہوا جس میں خوشبو تھی۔ ایھا الشھداء سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار۔

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزل دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے
اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
اپنے پروانوں کو پھر ذوق خود افروزی دے
برق دیرینہ کو فرمان جگر سوزی دے
تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

اللہ تعالیٰ مجاہد کی دعاء قبول فرماتا ہے

حدیث نمبر ① وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الغازی فی سبیل اللہ والحاج والمعتمر وفد اللہ ان دعوہ اجابھم وان استغفروہ غفر لھم۔

(نسائی شریف)

حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

غازی فی سبیل اللہ اور حاجی اور عمرہ کرنے والا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف وفد اور جرگہ ہے اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ قبول کرے گا اور اگر بخشش کا سوال کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں بخشے گا۔

حدیث نمبر ② ابن عساکرؒ نے بروایت حضرت علیؓ ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہد کی ایذاء رسانی سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی ایذاء کی وجہ سے ایسے ہی غضبناک ہوجاتا ہے جیسا کہ اپنے رسولوں کی ایذاء رسانی کی وجہ سے غضب ناک ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مجاہدین کی دعاء انبیاء کرام کی دعا کی طرح قبول کرتا ہے۔

حدیث نمبر ③ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی اور حاجی اور عمرے والا اللہ تعالیٰ کی طرف وفد اور جرگہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بلایا تو ان لوگوں نے بات قبول کی پھر ان لوگوں نے اللہ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب عطا کیا۔ (ابن ماجہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ قسم کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ایک مظلوم کی دعاء یہاں تک کہ وہ اپنا بدلہ لے لے دوم حاجی کی دعاء یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ آئے سوم مجاہد کی دعاء یہاں تک کہ وہ جہاد سے واپس آجائے اور تاوقت صحت بیمار کی دعاء اور پس پشت ایک مسلمان بھائی کی دعاء دوسرے مسلمان بھائی کے لئے، ان چند احادیث پر اکتفاء، کرتا ہوں اب آگے چند واقعات بھی ملاحظہ ہوں۔

حکایت نمبر ① ابو سبرہ نخعیؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے سفر جہاد میں آرہا تھا کہ راستے میں اس کی سواری کا گدھا مرگیا اس شخص نے وضوء بنایا اور دو رکعت پڑھ کر اس طرح دعا مانگی اے اللہ! میں "دثنیہ" مقام سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اور تیری رضاء کے لئے یہاں آیا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

تو مردوں کو زندہ کرکے قبروں سے اٹھاتا ہے مجھ پر کسی انسان کا احسان نہ رکھنا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے اس گدھے کو زندہ فرما راوی کہتا ہے کہ اسی وقت گدھا زندہ ہوکر کھڑا ہوگیا یہ واقعہ حضرت عمر فاروق کے دور حکومت میں پیش آیا اور اس مجاہد کا نام نباتہ تھا اور بعد میں اس نے اس گدھے کو فروخت کیا تو لوگوں نے کہا کہ تم نے کیوں فروخت کیا حالانکہ یہ ایک کراماتی گدھا تھا مجاہد نے کہا کہ میں کیا کرتا؟ (بیہقی شریف)

حکایت نمبر (۲) بیہقی نے دلائل نبوت کتاب میں ابو عبید بسری کے والد کا ایک قصہ ذکر کیا ہے کہ وہ ایک سال جہاد کے لئے ایک لشکر میں نکل گئے راستے میں ان کی سواری کا گھوڑا جو ایک بچھیرا تھا مرگیا اس مجاہد نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعاء مانگی، اے میرے پروردگار مجھے بطور عاریت میرا یہ گھوڑا زندہ کرکے دے دے تاکہ میں اپنے گاؤں تک پہنچ جاؤں، جو نہی دعاء ختم ہوئی تو بچھیرا زندہ کھڑا تھا اس مجاہد نے جہاد کیا اور اس کے بعد اپنے گھر واپس آگئے اور اپنے بیٹے سے کہا کہ اس گھوڑے سے یہ زین ہٹادو بیٹے نے کہا کہ گھوڑا پسینہ پسینہ ہے زین ہٹانے سے ہوا لگ جائے گی اور یہ بیمار ہوجائے گا، باپ نے کہا کہ اے بیٹے اب یہ گھوڑا ہمارا نہیں ہے میں نے گھر پہنچنے تک بطور عاریت اللہ سے مانگا ہے جب بیٹے نے زین ہٹادیا تو بچھیرا زمین پر گر کر مرگیا۔

حکایت نمبر (۳) ابن ابی الدنیاؒ نے سند کے ساتھ زید بن اسلم سے ایک قصہ نقل کیا ہے، زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ مجاہدین کی ایک جماعت سخت گرمی کے موسم میں جہاد کے سفر پر جارہی تھی ان میں سے ایک مجاہد نے کہا کہ تازہ پنیر کھانے کا بہت اشتیاق ہورہا ہے ایک مجاہد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ لو وہ دینے پر قادر ہے چنانچہ اس سے دعا مانگ لی ہم لوگ لشکر کے آخری دستے میں جارہے تھے ہم کچھ زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ہمیں ایک تھیلی ملی جو سلی ہوئی تھی گویا کہ مقام روحاء

سے ابھی ابھی کسی نے تازہ پنیر اس تھیلی میں بھر کر بھیجا ہو۔ ہم نے اسے لے لیا اتنے میں ایک اور مجاہد نے کہا کہ اگر اس تازہ پنیر کے ساتھ شہد بھی ہو تا تو کیا ہی اچھا ہو تا جماعت کے امیر محمد بن منکدر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ لو وہ تمہیں عطا کر دے گا، مجاہدین نے شہد کی دعاء بھی کی ابھی کچھ زیادہ دور نہیں چلے تھے کہ ان کو شہد سے بھرا ہوا ایک برتن ملا پھر پوری جماعت نے ایک جگہ اتر کر دونوں چیزیں کھائی اور پھر جہاد کے لئے سوار ہو کر آگے بڑھے۔

حکایت نمبر ④ ڈاکٹر عبد اللہ عزام فلسطینی شہیدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یاسر نام کے ایک مجاہد نے بتایا کہ جہاد افغانستان میں ہم مجاہدین کے ساتھ ایک کھلے میدان میں بیٹھے تھے کہ اچانک ہم پر روسی طیاروں کا شدید حملہ ہوا ہم نے مل کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگ لی تو اچانک وہاں ایک گہرا سیاہ دھواں اٹھا جس نے سارے مجاہدین اور اس میدان کو ڈھانک لیا اس دھوئیں میں مجاہدین وہاں سے نکل آئے۔

ڈاکٹر عزام شہید مزید فرماتے ہیں کہ مجھے عبد الکریم نے بتایا کہ ایک دفعہ جہاد افغانستان میں ہم پر دشمن کے دو ٹینک حملہ آور ہوئے اور قریب سے ہم پر شدید گولہ باری شروع کر دی دشمن نے چاہا کہ وہ ہمیں زندہ پکڑ کر لے جائے لیکن ہم نے اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعاء مانگی تو اچانک میدان میں ایک سیاہ غبار اٹھا اور مکمل دھواں بن گیا اور پورا علاقہ تاریکی میں ڈوب گیا اور ہم بحفاظت نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ (آیات رحمان فی جہاد افغانستان صفحہ ۱۳۲)

تیغوں کے سائیوں میں پل کر جواں ہوئے ہم
خنجر ہلالؓ کا ہے قومی نشان ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ہم ملّتِ اسلام کے جانباز سپاہی

توحید نے بخشی ہے ہمیں حوصلہ مندی
ہے پست ہمارے لیے ہر ایک بلندی
ہم حق و صداقت کے مقامات کے راہی
ہم ملّتِ اسلام کے جانباز سپاہی

بڑھتے ہوئے سیلاب کے دھاروں کو بدل دیں
قدموں کے تلے لشکرِ طاغوت کُچل دیں
حاصل ہے ہمیں نصرت و تائیدِ الٰہی
ہم ملّتِ اسلام کے جانباز سپاہی

بڑھتے ہوئے دریا کی طرح بڑھتے ہیں رن میں
ہم طاق ہیں شیروں کی طرح لڑنے کے فن میں
دشمن پہ گرا کرتے ہیں ہم بن کے تباہی
ہم ملّتِ اسلام کے جانباز سپاہی

(بقیہ صفحہ ١٧١)

چوتھی فصل:

جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب

تمام عالم اسلام کو جو تڑپائے
میں ساز دل میں وہ نغمہ تلاش کرتا ہوں
تمام عالم اسلام جس میں شامل ہو
میں ایسی جنگ کا نقشہ تلاش کرتا ہوں
کہاں ہے مفتیٔ دین متین وشرع مبین
جہاد شوق کا فتویٰ تلاش کرتا ہوں

حدیث نمبر ① وعن انس بن مالکؓ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غزا غزوۃ فی سبیل اللہ فقدادی الی اللہ عزوجل جمیع طاعتہ۔ (ابن عساکر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوئی جنگ لڑی اور غزا کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تمام طاعات وعبادات کا حق ادا کردیا۔

بلاحساب جنت میں سب سے پہلے جانے والی جماعت

حدیث نمبر ② حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک دفعہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ میری اُمت میں سے جنت میں سب سے پہلے جانے والی جماعت کونسی ہوگی؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا

رسول بہتر جانتے ہیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے مہاجرین جنت میں جائیں گے یہ لوگ جنت کے دروازہ پر آئیں گے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہیں گے تو جنت کا داروغہ کہے گا کہ کیا تمہارا حساب کتاب ہو چکا ہے؟ تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہمارا کیا حساب کتاب ہے بس جہاد کے لئے ہر وقت ہماری تلواریں ہماری کندھوں پر رکھی رہتیں تھیں، تب ان کے لئے دروازہ کھولا جائے گا اور یہ لوگ عام انسانوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہو کر آرام کریں گے۔ (مسند احمد)

حدیث نمبر (۳) عبد اللہ بن مبارکؒ نے مکحول سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرماکر تمہیں جنت میں داخل کرے؟ صحابہ نے فرمایا کیوں نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر جہاد کرو۔

مکحول نے مزید ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستے میں لڑو جہاد کرو اس سے تم صحت مند ہوں گے۔

فائدہ یہ روایت مرسل ہے کیونکہ مکحولؒ صحابی نہیں ہے تاہم مرسل قابل حجت ہے اور خاص کر فضائل میں اس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے پھر دوسری احادیث سے یہ روایت مؤید بھی ہے۔

جہاد جنت کا دروازہ ہے

حدیث نمبر (۴) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ اللہ کے راستے میں جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جہاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بندے کو ہر قسم کے غم اور پریشانی سے نجات دلاتا ہے۔

حدیث نمبر ⑤ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہیں جنت میں داخل کرے؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ ضرور بتائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تلوار سے جہاد کرکے دشمن کو مارنا ہے مہمان کو کھانا کھلانا ہے اور نمازوں کے اوقات کا اہتمام کرنا ہے ٹھنڈی رات میں وضو بنانا ہے اور اللہ کی رضاء کے لئے کھلانا ہے۔ (ابن عساکرؒ)

جنت میں مجاہد کا گھوڑا

حدیث نمبر ⑥ ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب "التہجد" میں سند کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اس کے اوپر والے حصہ سے پہننے کے جوڑے حاصل ہوتے ہیں اور نیچے کے حصہ سے سونے کے بنے ہوئے گھوڑے نکل آتے ہیں جس کے زین اور لگام یاقوت اور موتیوں سے جڑے ہوئے بنے ہیں نہ ان کو پیشاب کی ضرورت پڑے گی نہ لید کی، ان کے ساتھ پر لگے ہوئے ہوں گے جہاں ان کی نگاہ پڑے گی وہاں پر ان کا قدم پڑے گا یہ گھوڑے ان جنتیوں کو لے کر اڑیں گے جہاں وہ چاہیں گے، جو لوگ جنت میں نیچے درجے کے ہوں گے وہ کہیں گے اے اللہ! تیرے ان بندوں کو عظمت وکرامت کا یہ درجہ کس وجہ سے ملا؟ جواب میں ان سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ رات کو تہجد پڑھنے والے تھے جب کہ تم سونے والے تھے یہ لوگ مسلسل (نفلی) روزے رکھتے تھے جب کہ تم کھانا کھاتے تھے یہ لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے تھے جب کہ تم بخل کرتے تھے یہ لوگ جہاد میں دشمن سے لڑتے تھے اور تم بزدل بنتے تھے۔

حدیث نمبر ⑦ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ میدان بدر اس وقت پہنچ گئے جب کہ مشرکین ابھی تک وہاں نہیں پہنچے تھے پھر مشرکین جب پہنچ گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے کسی نیکی کی طرف کوئی بھی نہیں پہنچ پائے گا مگر میں اس سے آگے آگے ہوں گا جب مشرکین قریب پہنچ گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جنت کی طرف آگے بڑھو جس کی چوڑائی اور عرض زمین و آسمان کے برابر ہے۔ اس پر ایک صحابی عمیر بن الحمامؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ایسی جنت جس کی عرض زمین و آسمان کے برابر ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس نے کہا "بخ بخ" یعنی واہ واہ۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ "بخ بخ" کہنے پر تجھے کس چیز نے ابھارا؟ اس نے کہا کہ کچھ نہیں یارسول اللہ صرف میں یہ چاہتا ہوں کہ ان جنت والوں میں سے میں بھی ہو جاؤں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم انہیں میں سے ہو، اس کے بعد حضرت عمیر بن حمام نے تھیلی سے چند کھجور کے دانے نکال کر کھانے شروع کئے پھر فرمانے لگے کہ جب تک میں یہ کھجور کھاکر ختم کروں گا یہ تو ایک طویل زندگی ہے پھر اس نے ساری کھجوریں پھینک دیں اور میدان میں کود کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ (مسلم شریف)

حدیث نمبر ⑧ مکحول سے مصنف ابن ابی شیبہ نے ایک مرسل حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کا رزق گھوڑوں کی ٹاپوں اور نیزوں کی بھالوں میں رکھا ہے جب تک کہ یہ اُمّت کھیتی باڑی سے پرہیز رکھے گی جب انہوں نے بھی کھیتی باڑی شروع کردی تو یہ بھی عام لوگوں کی طرح ہوجائے گی مصنف ابن ابی شیبہ ہی نے ایک اور مرسل روایت نقل کی ہے کہ زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد کرو صحت مند بھی رہو گے اور مال غنیمت بھی پاؤ گے۔

لاٹھی کے سہارے والا بوڑھا بھی جہاد کرے

حدیث نمبر (۹) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک بوڑھا شخص لاٹھی کے سہارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمانے لگے اے اللہ کے رسول! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے ہڈیاں کمزور پڑگئیں اور قوت کو ضعف لاحق ہوگیاہے آپ مجھے ایسے عمل کا حکم دے دیں جس کے ذریعہ سے میں اپنے رب کا قرب حاصل کروں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کو لازم پکڑو۔ (ابن عساکر)

جہاد سے گناہ جھڑتے ہیں

حدیث نمبر (۱۰) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جان کو اپنے خالق کے لئے قربان کرنے کی غرض سے میدان جہاد میں کھڑا ہوگیا تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کہ درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (ابن عساکرؒ)

حدیث نمبر (۱۱) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام کی طرف بلایا گیا اور اس نے اسلام قبول کیا پھر ایمان کی طرف بلایا گیا اس نے اس کو بھی قبول کیا پھر اس کو ہجرت کی طرف بلایا گیا اس نے اس کو بھی قبول کیا پھر اس کو جہاد کی طرف بلایا گیا اس نے اس کو بھی قبول کیا تو اس شخص نے بھلائی کرنے میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اور نہ برائی سے بھاگنے میں کسی چیز کو چھوڑا۔ (ابن عساکرؒ)

جہاد کی ٹھنڈی رات دلہن سے زیادہ محبوب

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد کی سخت ٹھنڈی اور برفانی رات مجھے اس رات سے زیادہ محبوب ہے جس رات کو میں ایک محبوب دلہن کے ساتھ شب زفاف میں گذار دوں، یا مجھے اس رات میں بیٹے کی خوشخبری کوئی لاکر سنادے۔ (کتاب الجہاد ابن مبارکؒ)

جہاد کے لئے باپ بیٹے کی قرعہ اندازی

حکایت نمبر ① سلیمان بن ابان روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کی طرف جانے لگے تو خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کا بیٹا سعدؓ دونوں جانے کے لئے تیار ہوگئے چنانچہ دونوں نے اس کا تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک چلے جاؤ اور ایک گھر میں رک جاؤ اب دونوں نے جانے کے لئے قرعہ اندازی کی، قرعہ میں بیٹے کا نام جانے والوں میں نکل آیا تو باپ خیثمہؓ نے کہا کہ اے میرے بیٹے! آپ مجھے جانے دیجئے بیٹے سعد نے کہا کہ اے ابا جان یہ جنت کا معاملہ ہے اگر کسی اور چیز کا ہوتا تو میں ضرور آپ کو ترجیح دیتا چنانچہ سعدؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکل گئے اور بدر میں شہید ہوگئے۔ اور پھر آیندہ سال جنگ احد میں سعدؓ کا باپ خیثمہؓ بھی شہید ہوگئے۔ (کتاب الجہاد ابن مبارک)

جنت میں لنگڑاتا ہوا مجاہد چلا گیا

حکایت نمبر ② عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار مدینہ کے ایک بوڑھے شخص تھے پاؤں میں لنگ بھی تھا جنگ بدر میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جانے لگے تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے لے جاؤ ان کے بیٹوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کے لنگڑے ہونے کا ذکر کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گھر پر ٹھرنے کی اجازت دے دی پھر جب جنگ احد کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے ساتھ لے چلو انہوں نے کہا کہ آپ معذور ہیں اور آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت بھی دی ہے اس نے کہا افسوس کی بات ہے تم نے مجھے بدر میں جنت حاصل کرنے سے روکا اب احد میں بھی مجھے جنت میں داخل ہونے سے روک رہے ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے بیٹوں سے فرمایا کہ ان کو جانے دو کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شہادت عطا کرے چنانچہ حضرت عمرو بن جموح جنگ احد میں چلے گئے جب دونوں طرف کی فوجیں آپس میں ملیں تو حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں مارا جاؤں تو کیا اس لنگڑے پاؤں کے ساتھ لنگڑاتا ہوا میں جنت میں چلا جاؤں گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، اس کے جواب میں حضرت عمرو بن جموح نے فرمایا کہ خدا کی قسم آج کے دن میں انشاء اللہ اس لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں ضرور پھروں گا پھر اس نے اپنے غلام سے کہا کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ اس نے کہا کہ آپ کے ساتھ اگر میں بھی کسی بھلائی تک پہنچ جاؤں تو آپ کا کیا نقصان ہے؟؟

اس پر عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے غلام سے کہا کہ پھر آگے بڑھو چنانچہ غلام آگے بڑھا اور خوب لڑا اور پھر شہید ہوگیا پھر خود حضرت عمرو بن جموح آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے؟ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جاتے وقت یہ دعاء مانگی تھی "اللھم ارزقنی شھادۃ ولا تردنی الی اھلی خائبا" مولائے کریم! مجھے شہادت کی موت عطاء فرما اور مجھے ناکام ونامراد اپنے گھر کی طرف نہ لوٹا۔

ایک روایت میں ہے کہ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی طرف اونٹ پر لادا گیا تاکہ مدینہ میں مدفون ہو لیکن ہوا یوں کہ اونٹ بیٹھ جاتا تھا اور مدینہ کی طرف نہیں جاتا تھا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی ہندہ سے پوچھا کہ اس نے گھر سے چلتے ہوئے کچھ کہا بھی تھا؟ اس نے کہا جاتے وقت انہوں نے گھر واپس نہ لوٹنے کی دعا مانگی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض لوگ قسم اُٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرماتا ہے انہیں میں سے عمرو بن جموح ہے میں نے اس کو دیکھا کہ جنت میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ گھوم پھر رہا ہے۔ (مسند احمد)

شیطان جہاد سے مسلمان کو روکتا ہے

حکایت نمبر (۳) سبرہ بن فاکھہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اسلام قبول کرنے والے کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے جو شخص اسلام قبول کرنا چاہتا ہے شیطان اسے کہتا ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ گے تو کیا اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو گے؟ مسلمان اس کی بات کو سنی ان سنی کر کے اسلام کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ کو معاف فرمادیتا ہے پھر شیطان انسان کی تاک میں ہجرت کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے تم ہجرت کرتے ہو اور اپنے گھربار اور اپنی زمین اور اپنا ماحول چھوڑتے ہو؟؟ وہ آدمی شیطان کی بات کو نہیں مانتا اور ہجرت کے لئے نکل جاتا ہے پھر شیطان انسان کو جہاد سے روکنے کے لئے جہاد کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور مجاہد سے کہتا ہے کہ تم جہاد کرتے ہو؟ حالانکہ جہاد جانی اور مالی نقصان کا نام ہے تم آگے جاکر لڑو گے تو مارے جاؤ گے پھر تمہاری بیوی کے ساتھ کوئی اور شادی کرے گا اور تیرا مال مکمل تقسیم ہو جائے گا یہ انسان اس کی بھی مخالفت کرتا ہے اور جہاد میں چلا جاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ایسا کیا اور مرگیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمادے۔ (رواہ احمد)

دس نفلی حج سے جہاد افضل ہے

حدیث نمبر ① حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے **افضل** عمل کونسا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا پوچھا گیا پھر کونسا عمل؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، پوچھا گیا کہ پھر کونسا عمل؟ آپ نے فرمایا مقبول حج۔ (بخاری و مسلم شریف)

حدیث نمبر ② حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حج نہ کیا ہو تو اس کا فرضی حج دس غزوات سے بہتر ہے اور جس شخص نے حج کیا ہے تو اس کا ایک غزوہ دس نفلی حج سے **افضل** ہے۔ (طبرانی شریف)

فائدہ بعض احادیث میں مطلقاً جہاد کو مطلق حج پر فضیلت دی گئی ہے جیسے یہاں پہلی والی حدیث میں ہے لیکن بعض دوسری احادیث میں جہاد کو مطلقاً برتری جو حاصل ہے وہ نفلی حج پر ہے اور فرضی حج جہاد سے **افضل** ہے جیسے حدیث نمبر دو میں مذکور ہے علامہ ابن نحاسؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ فرض حج فرض کفایہ جہاد سے **افضل** ہے لیکن جب جہاد فرض عین ہوجاتا ہے تو پھر یقینا وہ فرض حج سے مقدم اور **افضل** ہے کیونکہ فرض عین کی صورت میں پھر جہاد فوری طور پر بندہ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے کسی تاخیر کا امکان نہیں اور حج میں تو تاخیر بھی ہوسکتی ہے، باقی نفلی حج کا جو معاملہ ہے تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جہاد اس سے بدرجہا افضل ہے چنانچہ اس سلسلہ میں کچھ آثار صحابہ بھی ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کا ایک سفر ۵۰ حج سے **افضل** ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر بھی ہے فرماتے ہیں اے لوگو! تم حج کو لازم پکڑو کیونکہ یہ ایک نیک کام ہے اور جہاد حج سے افضل ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

ایک مرسل روایت میں مکحول سے منقول ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر بہت سارے لوگ حضور کے پاس آئے اور حج کی اجازت مانگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے فرض حج کیا ہے تو اس کے لئے جہاد میں جانا چالیس حج سے افضل ہے۔ (سنن سعید بن منصور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک حدیث ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک حج چالیس غزوات سے افضل ہے اور ایک غزوہ چالیس حج سے افضل ہے ان روایات میں بھی نفلی حج کا تقابل جہاد سے ہے کہ جہاد اس سے افضل ہے اور فرض حج جہاد سے افضل ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ

نفاذ شریعت کے لئے جہاد کرنا ۵۰ نفلی حج سے افضل ہے

۱۴۵ ہجری کا واقعہ ہے کہ خلفاء بنو عباس کے فرمانروا منصور عباسی کے خلاف بصرہ وغیرہ میں محمد نفس زکیہ اور ابراہیم نفس مرضیہ دو بھائیوں نے تنفیذ شریعت اور اقامت دین حقہ کی غرض سے مسلح جہاد کا اعلان کیا ان حضرات کو کئی شہروں میں نمایاں کامیابی بھی حاصل ہوئی جہاں پر یہ حضرات قابض ہوجاتے تھے وہاں مکمل طور پر شریعت نافذ کرتے تھے، جہاں دیگر علماء کرام ان کے حامی تھے وہاں امام ابو حنیفہؒ اس تحریک کے روح رواں تھے۔

الیافعیؒ نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم کی حمایت کے لئے لوگوں کو علی الاعلان جہاد پر ابھارتے تھے اور لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ ان کے ساتھ ہو کر حکومت کا مقابلہ کرو امام زفر فرماتے ہیں کہ ابراہیم کے زمانے میں امام ابو حنیفہ

ان کی حمایت میں بڑے شدومد کے ساتھ بولنے لگے تھے۔

(بحوالہ امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی صفحہ ۳۴۳)

اس کا مطلب یہی ہوا کہ امام صاحب حکومت کے انتقام اور داروگیر سے قطعاً بے پرواہ ہو کر علانیہ ابراہیم کی حمایت کا دم بھرنے لگے اور نہ صرف خود بلکہ جو بھی ان کے زیر اثر تھا اس کو ابراہیم کی حمایت پر آمادہ کرتے تھے اور "امر" کرتے تھے اگر "امر" کے اصطلاحی معنی لے لئے جائیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کا ساتھ دے کر حکومت ظالمہ کے مقابلے کو فرض قرار دیتے تھے اور کیسا فرض؟؟

ذرا دیکھئے کہ کوفہ کے مشہور محدث ابراہیم بن سوید کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے ابراہیم بن عبداللہ کے خروج کے زمانہ میں دریافت کیا کہ حج جو فرض ہے اس کے ادا کرنے کے بعد آپ کا کیا خیال ہے کہ حج کرنا زیادہ بہتر ہے یا اس شخص یعنی ابراہیم کی رفاقت میں حکومت سے مقابلہ کرنا زیادہ ثواب کا کام ہے ابراہیم بن سوید کہتے ہیں کہ غور کے ساتھ میں نے دیکھا کہ امام ابو حنیفہ کہہ رہے ہیں کہ اس جنگ میں شرکت ایسے پچاس حج سے زیادہ افضل ہے۔

(بحوالہ امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی مؤلفہ مناظر احسن گیلانی صفحہ ۳۴۳)

امام ابو حنیفہؒ کے اس فتویٰ سے ایک مسئلہ تو یہ حل ہو گیا کہ نفلی پچاس حج سے جہاد افضل ہے دوسرا یہ مسئلہ حل ہوا کہ نفاذ شریعت کے لئے مسلح جہاد کرنا اسلحہ اٹھانا مسلمانوں پر فرض ہے اگرچہ حکومت وقت اسلام کے نام پر قائم ہو دیکھو منصور عباسی آخر مسلمان تھا اور آج کل کے حکمرانوں سے بدرجہا بہتر مسلمان تھا مگر نفاذ شریعت کے لئے امام ابو حنیفہؒ نے ان کے ساتھ لڑنے کو فرض قرار دیا اور جو اس میں مارا جائے ان کو شہید قرار دیا چنانچہ مصیصہ چھاؤنی کے ایک کمانڈر کا بھائی ابراہیم کے ساتھ ہو کر حکومت کی فوجوں کے ہاتھوں سے مارا گیا اس کا بھائی مصیصہ سے آیا اور امام ابو حنیفہؒ سے ملا اور کہا کہ میرے بھائی کو آپ نے ابھارا اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا یہ آپ نے بہت برا کیا امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میں تو

چاہتا تھا کہ کفار کے مقابلے سے دستکش ہو کر تم یہاں آجاتے اور تیرا بھائی جہاں شہید ہوا تھا وہیں پر تم بھی شہید ہو جاتے تو یہ اس سے بہتر ہوتا جو تم کفار کے مقابلہ میں مصیصہ میں تھے اور تم جو جہاد کر رہے ہو اس سے مجھے یہ جہاد زیادہ پسند ہے۔ جس میں تیرا بھائی گیا ہے۔

اس فتویٰ سے تیسرا یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ پاکستان میں نفاذ شریعت کے لئے مسلح جہاد کرنا ضروری ہے اور مالاکنڈ کے غیور مسلمانوں نے جو نفاذ شریعت کے لئے جانیں قربان کی ہیں وہ سچے شہید ہیں چوتھا مسئلہ اس سے یہ حل ہوگیا کہ افغانستان میں جو اس وقت طالبان کی اسلامی تحریک اُٹھی ہوئی ہے یہ بھی نفاذ شریعت کے لئے مسلح جہاد ہے اور ان کے مقتولین طلباء کرام شہید ہیں اور ان کے مدمقابل لوگ ظالم ہیں اور ناحق پر قائم ہیں۔

نوٹ: اوپر کی حدیثوں میں صحابہ کے آثار میں تھوڑا سا اختلاف آتا ہے کیونکہ اس میں بعض روایات میں ایک غزوہ دس حج سے افضل بتایا گیا ہے بعض میں چالیس حج سے افضل بتایا ہے اور بعض میں پچاس کا ذکر ہے، جو واضح تعارض ہے اس کا جواب ابن نحاسؒ نے دیا ہے کہ، یہ تغایر جہاد پر جانے والے مجاہدین کی نیتوں کے تفاوت پر مبنی ہے جس کی نیت جتنی خالص ہوگی اس کا جہاد اتنا ہی حج سے افضل ہوگا دوسرا جواب یہ ہے کہ جہاد کے تفاوت سے یہ فرق آگیا ہے بعض جہاد سخت وقت میں ہوتا ہے یا اس میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور بعض جہاد آسان ہوتا ہے یا اسی طرح دیگر مصلحتوں کی بناء پر جہاد کی فضیلت حج کے مقابلے میں بدلتی رہتی ہے۔

عشق کی خیر، وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی
جادہ پیمائی وتسلیم ورضا بھی نہ سہی
مضطرب دل صفت قبلہ نما بھی نہ سہی

اور پابندئ آئین وفا بھی نہ سہی
آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثل بلال حبشیؓ رکھتے ہیں

دشمن کے قدم آئیں اگر پاک وطن میں
ہم آگ لگا دیں اسے مٹی کے کفن میں
بن جائیں گے بجلی کے لیے قہر الٰہی
ہم ملتِ اسلام کے جانباز سپاہی

لہرائیں گے ہر حال میں اسلام کا پرچم
روکے ہمیں بڑھنے سے یہ دشمن میں کہاں دم
ہم نور کا پیغام وہ باطل کی سیاہی
ہم ملتِ اسلام کے جانباز سپاہی

ہم خالدؓ و حیدرؓ کی عظمت کا نشاں ہیں
ہم قاسم و محمود کی غیرت کا نشاں ہیں
ہر دور کی تاریخ نے دی ہے یہ گواہی
ہم ملتِ اسلام کے جانباز سپاہی

ہم حق کے پرستار فدایان محمدؐ
توحید سے سرشار غلامان محمدؐ
رہنے نہیں دیں گے کسی فرعون کی شاہی
ہم ملتِ اسلام کے جانباز سپاہی

پانچویں فصل

جہاد پر ابھارنے اور میدان جنگ میں آگے بڑھنے کی فضیلت

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال۔ (انفال ۶۵)

اے پیغمبر آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے۔

(۲) وقال تعالیٰ فقاتل فی سبیل اللہ لاتکلف الانفسک وحرض المومنین۔ (نساء ۸۴)

پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ کو بجز آپ کے ذاتی فعل کے کوئی حکم نہیں اور مسلمانوں کو ترغیب دے دیجئے۔

(۳) ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان۔ الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ (نساء ۷۵)

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو دعا کررہے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے۔

تفسیر: یعنی دو وجہ سے تم کو کافروں سے لڑنا ضروری ہے ایک تو اللہ کے دین کو بلند اور غالب کرنے کی غرض سے، دوسرے جو لوگ مظلوم مسلمان کافروں کے ہاتھ میں بے بس پڑے ہیں ان کو چھڑانے اور خلاصی دینے کی وجہ سے، مکہ میں بہت لوگ تھے کہ حضرت کے ساتھ ہجرت نہ کرسکے اور ان کے اقرباء ان کو ستانے لگے کہ پھر کافر ہوجائیں، سو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم کو دو وجہ سے کافروں سے لڑنا ضروری ہے تاکہ اللہ کا دین بلند ہو اور مسلمان جو کہ مظلوم اور کمزور ہیں کفار مکہ کے ظلم سے نجات پائیں۔ (تفسیر عثمانیؒ صفحہ ۱۱۷)

(۴) ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص۔ (صف ۴)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا وہ ایک عمارت ہے کہ جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

(۵) یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تومنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون۔ (سورت صف)

"اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟ (وہ یہ کہ) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم کوئی سمجھ رکھتے ہو"۔

تفسیر: یعنی اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے، لیکن تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اس کے راستہ میں جان ومال سے جہاد کرو یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں، دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اس میں لگا دیتے ہیں، محض اس امید پر کہ اس سے منافع حاصل ہونے لگے اور اس طرح راس المال گھٹنے اور تلف

ہونے سے بچ جائے گا، پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل و عیال تنگ دستی اور افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے، لیکن مؤمنین اپنے جان ومال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو صرف چند روزہ افلاس سے نہیں، بلکہ آخرت کے درد ناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہوجائیں گے، اگر مسلمان سمجھے تو یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی جنت کی صورت میں ملے گا جس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے۔ (تفسیر عثمانیؒ صفحہ ۷۳۲)

چند احادیث

حدیث نمبر ① وعن عائشه رضي الله عنها قالت سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الهجرة فقال لا هجرة بعد الفتح ولكن جهاد ونية واذا استنفرتم فانفروا۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد (یہ مخصوص) ہجرت باقی نہیں رہی ہاں اچھی نیت اور جہاد باقی رہے گا اور جب جہاد میں نکلنے کے لئے تم کو کہا جائے تو فوراً نکلا کرو۔

ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں

حدیث نمبر ② حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر میں اپنے اصحاب پر نمودار ہوئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو جہاد اور لڑنے پر خوب ابھارا، پھر فرمایا کہ اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ آج ان کفار سے جو آدمی ثواب کی نیت سے صبر کرتے ہوئے اور آگے بڑھتے ہوئے لڑا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا ایک صحابی عمیر بن حمام کے

ہاتھ میں کھجوریں تھیں جس کو وہ کھا رہا تھا یہ بشارت سن کر اس نے کہا واہ، واہ۔ پھر تو میرے اور جنت کے درمیان صرف اتنا حائل اور اتنی دیر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کردیں۔ چنانچہ اس نے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں اور ہاتھ میں تلوار لے کر کفار سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، دوران مقابلہ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے ۔

رکضا الی الله بغیرزاد
الاالتقی وعمل المعاد
والصبر فی الله علی الجهاد
وکل زاد عرضة النفاد
غیر التقی والبر والرشاد

"اللہ تعالیٰ کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑ کر جاؤ، ہاں تقویٰ اور آخرت کا عمل ساتھ لو۔ ہر توشہ معرض فنا میں ہے ہاں البتہ ہدایت، اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور اس پر صبر کرنا باقی رہے گا"۔

مذکورہ حدیث کو مسلم شریف نے دوسرے الفاظ میں ذکر کیا ہے البتہ وہاں اشعار نہیں ہیں یہ مذکورہ متن مشارق الاشواق نے اپنے حوالہ سے بمعہ اشعار نقل کیا ہے سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ مشہور ہے۔

جنت کے باغیچہ میں رات

حدیث نمبر (۳) حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھاپہ مار دستہ روانہ فرمایا اس دستہ کے شرکاء نے عرض کیا کہ یارسول اللہ!! ہم راتوں رات نکل جائیں یا صبح کا انتظار کریں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ رات جنت کے باغیچہ میں گذار دو؟؟

(طبرانی شریف)

تین چیزوں میں جلدی کرو

حدیث نمبر ④ سخاویؒ نے مقاصد حسنہ میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز میں وقار اور آہستگی بہتر اور پسندیدہ ہے مگر تین چیزوں میں جلدی بہتر ہے، ① جب لشکر اسلام میں چلنے کی آواز بلند ہو جائے تو تم سب سے پہلے نکلنے والوں میں رہو۔ ② اور جب نماز کے لئے اذان ہو جائے تو تم سب سے پہلے جانے والوں میں رہو۔ ③ اور جب نمازہ جنازہ تیار ہو جائے تو اسے لے جانے میں جلدی کرو ان تین چیزوں کے علاوہ ہر چیز میں وقار سنجیدگی اور آہستگی بہتر ہے، بہتر ہے۔ بہتر ہے۔

حدیث نمبر ⑤ مسند احمد کی ایک روایت میں سہل بن معاذ کے والد کا قصہ مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت معاذؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھاپہ مار دستہ اور سریہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ روانہ فرمایا باقی ساتھی تو چلے گئے لیکن حضرت معاذؓ ظہر کی نماز پڑھنے کی غرض سے رک گئے؟ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو فرمانے لگے کہ جانتے ہو کہ تمہارے ساتھی تم سے کتنے آگے نکل گئے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں وہ آج ہی ایک صبح کی مسافت پر مجھ سے آگے چلے گئے یعنی صبح کو گئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ تم سے فضیلت میں اتنا آگے نکل گئے جتنا کہ مشرق ومغرب کے درمیان فاصلہ ہے اس روایت میں کچھ مزید تفصیل بھی ہے جو کتاب الجھاد میں ابن مبارکؒ اور سعید بن منصورؒ نے اپنی کتاب سنن سعید میں ذکر کی ہے اگرچہ اس میں روایت مرسل ہے تاہم سند مضبوط ہے اس میں ہے کہ حضور اکرم نے جب ظہر کی نماز پڑھائی تو آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف

متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا میں نہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگ تم سے ایک ماہ پہلے جنت میں چلے گئے؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھوں آپ میرے لئے دعا فرمائیں گے تاکہ یہ میرے لئے ان پر فضیلت کا سبب بنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تم پر فضیلت لے گئے اب جلدی جاؤ اور ان تک پہنچ جاؤ کیونکہ ایک صبح اور ایک شام اللہ کے راستے میں نکلنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم جلدی ان سے ملو وہ لوگ تم پر فضیلت لے گئے اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تب بھی ان تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔(مختصراً)

اب اس موضوع کے متعلق چند حکایات بھی لکھتا ہوں تاکہ مزید توضیح ہو جائے۔

شوق جہاد

حکایت نمبر ① مشہور شاعرہ اور صحابیہ خاتون حضرت خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا اسلام کی تاریخی اور مشہور معرکہ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئی تھیں ان کے چار جوان سال بیٹے بھی ان کے ساتھ تھے جب لڑائی شروع ہوئی تو اس نے اپنے بیٹوں سے مخاطب ہو کر اس طرح تاریخی جملے ارشاد فرمائے۔

پیارے بیٹو! تم اپنے ملک میں نہ تنگ تھے اور نہ تم پر کوئی قحط پڑا تھا ان تمام آسائشوں کے باوجود تم نے اپنی بوڑھی امی جان کو یہاں لا کر فارس کے لوگوں کے سامنے ڈال دیا،

خدا کی قسم تم جس طرح ایک ماں کی اولاد ہو اسی طرح تم ایک باپ کے بیٹے بھی ہو میں نے تمہارے باپ سے کوئی خیانت یا بددیانتی نہیں کی اور نہ میں نے تمہارے ماموں کو رسوا کیا لہٰذا تم جاؤ اور آخری دم تک لڑو۔

ان کے چاروں بیٹے جب شیروں کی طرح لشکر کفار پر یلغار کر کے حملہ آور ہوئے

اور کفار کی صفوں کی صفیں الٹ دیں اور یکے بعد دیگرے سب نے جام شہادت نوش کیا تو حضرت خنساء نے فرمایا شکر الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ شرف بخشا کہ میرے چار بیٹوں کو شہادت کے لئے قبول فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بیٹوں کو جنت میں اکھٹا فرمائے گا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بیٹوں کا وظیفہ مقرر کرکے حضرت خنساء کو دینے کا حکم دے دیا۔

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِخیبر کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟
کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے؟
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟

حکایت نمبر ۲ غزوۂ احد کے معرکہ سے ایک دن پہلے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء مانگی، اے میرے مالک میں تجھ سے یہ التجا کرتا ہوں کہ جب کل دشمنوں سے میری ملاقات ہو تو وہ مجھے یوں قتل کریں کہ میرا پیٹ چاک کردیں اور میری ناک اور کان تک کاٹ ڈالیں تاکہ جب میں تیرے دربار میں حاضر ہوں اور تو مجھ سے سوال کرے کہ یہ کاروائی کیوں ہوئی ہے؟ تو میں عرض کروں کہ اے مالک یہ محض تیری رضاء کے لئے۔ (متدرک حاکم)

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکاہے تو امتحاں ہمارا

اے موج دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

حکایت نمبر ۳ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غزوۂ احد کے دن صبح کی نماز پڑھ چکے تو اپنے گھر گئے نئی نئی شادی ہوئی تھی اپنی بیوی حضرت جمیلہ سے میل جول کے بعد غسل ضروری ہوگیا، اچانک کافروں کے حملہ کا اعلان ہوگیا خطرہ کے الارم کے بعد غسل کا موقع ہی نہ مل سکا وہ بلا توقف فوراً میدان جہاد میں کود پڑے اور بہادروں اور دلیروں کی طرح لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ فرشتے حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دے رہے ہیں معلوم کرو قصہ کیا ہے ان کی اہلیہ نے مجبوراً بتادیا کہ وہ جلدی میں نکلے تھے اور ان کو غسل جنابت کی ضرورت تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبھی تو فرشتوں نے ان کو غسل دیا۔

حکایت نمبر ۴ حضرت عقبہ بن نافع فہریؓ حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں مصر کے گورنر تھے جب افریقہ کی جانب جہاد مقدس کا عمل شروع ہوگیا تو حضرت عقبہ افریقہ کو فتح کرتے ہوئے بحر محیط کے ساحل پر جا کھڑے ہوئے سمندر کی موجوں پر نظر ڈال کر اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعاء کی،

اے میرے مولا! اگر یہ سمندر درمیان میں حائل نہ ہوتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا اے اللہ اگر اس سمندر سے اس طرف بھی کوئی زمین ہے تو ہمیں وہاں پہنچادے تاکہ تیری راہ میں ہم وہاں بھی جہاد کریں۔

محفل کون ومکاں سحر وشام پھرے
مئے توحید کو لے کر صفت جام پھرے

کوہ میں دشت میں لے کر تیرا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے؟
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

حکایت نمبر ۵ حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل فارس کو خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم، خالد بن ولید کی طرف سے رستم ومہران اور دیگر اراکین سلطنت کی طرف ان لوگوں پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرتے ہیں امابعد۔ ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور اگر اس سے تم انکار کرتے ہو تو اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر ہمیں جزیہ دو، ورنہ یاد رکھو میرے ساتھ جانبازوں کی ایسی جماعت ہے جو شہادت کی موت کو اس طرح پسند کرتی ہے جس طرح کہ ایرانی شراب کو پسند کرتے ہیں جو لوگ ہدایت کی پیروی کرتے ہیں ان پر سلام ہے

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

حکایت نمبر ۶ جنگ احد میں مقام شیخین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کا معاینہ کیا اور جن کو کم عمر پایا ان کو واپس کیا چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت سمرہ بن جندبؓ، اور حضرت رافع بن خدیجؓ کو صغر سنی کی وجہ سے واپس کردیا گیا رافع بن خدیج نے یہ ہوشیاری کی کہ انگھوٹوں کے بل کھڑے ہو کر گردن بلند کی تاکہ لمبا معلوم ہو، کسی نے سفارش بھی کردی کہ یہ بچہ بہت تیر انداز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اس کو دیکھ کر سمرہ بن جندبؓ نے نہایت دردناک انداز سے درخواست کی کہ اے ابا جان! رافع کو

اجازت مل گئی ہے حالانکہ میں ان سے طاقت میں زیادہ ہوں اگر کشتی ہو تو میں ان کو پچھاڑ سکتا ہوں، اس کے والد محترم نے جاکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ صورت حال پیش کردی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں کی کشتی کرادو چنانچہ کشتی ہوئی اور سمرہ بن جندبؓ نے حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچھاڑ دیا اس طرح دونوں کو اجازت مل گئی اسی طرح کا ایک قصہ جنگ بدر میں بھی پیش آیا وہاں جب لشکر اسلام کا معاینہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوت سقیاء مقام پر کیا اور چھوٹے بچوں کو واپس کیا تو ایک بچہ درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپ رہا تھا کہ ان کو واپس نہ کیا جائے چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو واپس کیا جس کا نام عمیر تھا تو وہ زار وقطار رونے لگا تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جانے کی اجازت دے دی اب اس کے بھائی نے اس کی تلوار درست کرا کر روانہ کردیا تو میدان بدر میں یہ ننھا مجاہد شہید ہوگیا اسی طرح بچوں کے شوق جہاد اور جذبہ شہادت کے کئی واقعات موجود ہیں۔

جنگ احد میں تو عام صحابہ کا جذبہ جہاد عجیب تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ مانگا تو حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ مدینہ سے باہر جاکر دشمنوں کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کروں۔

حضرت نعمان بن مالک نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ہمیں جنت سے محروم نہ کرنا خدا کی قسم میں ضرور جنت میں داخل ہوں گا کیونکہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں اور دوران جنگ میدان جنگ سے نہیں بھاگتا ہوں۔

حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ہم امید رکھتے ہیں کہ ہم دشمنوں کو کاٹ کر رکھ دیں گے تاکہ وہ جہنم رسید ہوں اور یا دشمن ہم کو ذبح کرکے چھوڑ دیں گے تاکہ ہم جنت میں پہنچ جائیں، بس اب تو صرف باہر جاکر تلواروں سے ان لوگوں کی تواضع ضروری ہے۔

حضرت خیثمہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول جنگ بدر میں میرے بیٹے کا قرعہ نکلا اور وہ جاکر شہید ہوگیا اب مجھے بھی شہادت کا شوق ہے میں نے رات اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے جو نہایت حسین و جمیل صورت میں جنت کے باغات اور نہروں میں سیرو تفریح کر رہا تھا اور مجھے کہہ رہا تھا کہ "ابا جان" آؤ جنت میں اکٹھا رہا کریں گے اے اللہ کے رسول خدا کی قسم مجھے اپنے بیٹے کی ملاقات کا بہت شوق ہے میری عمر بڑھ گئی جسم سُست ہوگیا ہے اب تو میں اپنے رب کی ملاقات ہی کو پسند کرتا ہوں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں اپنے بیٹے سے ملاقات عطا کرے، اس پر حضور نے دعاء کی اور حضرت خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد میں شہید ہوگئے۔

حضرت انس بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول میدان کارزار میں ہمیں دو صورتیں پیش آسکتی ہیں اور وہ دونوں صورتیں اچھی ہیں یا دشمن پر فتح اور اسلام کا غلبہ اور یا شہادت اور یہ دونوں ہمارا مقصود ہے ؎

تیغوں کے سائیوں میں پل کر جواں ہوئے ہم
خنجر بلالؓ کا ہے قومی نشاں ہمارا

ماں ہو تو ایسی ہو

عجیب حکایت نمبر (۷) میدان جہاد کی طرف شوق سے بڑھنے کے سلسلے میں علامہ ابن نحاسؒ نے اپنی کتاب **مشارق الاشواق** میں ایک عجیب قصہ ذکر کیا ہے جو عبرتوں اور شوق جہاد و شوق شہادت سے پر ہے فرمایا کہ:

شہر بصرہ میں شوق جہاد اور عبادت کے جذبہ میں چند عورتیں مشہور تھیں ان میں سے ایک عورت اُمِ ابراھیم ھاشمیہ بھی تھیں، دشمن نے اس وقت مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد پر حملہ کردیا، مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے اور شوق جہاد دلانے کے لئے ایک مہم شروع ہوئی، انہیں ترغیبی خطبات میں شیخ عبدالواحد بن زید

بصریؒ نے لوگوں کو جہاد پر ابھارا اور خوب شوق دلایا، اس مجلس وعظ میں ام ابراھیم بھی حاضر تھیں شیخ عبدالواحد نے اپنی تقریر کے دوران مجاہدین اور شہداء کے لئے جنت کی نعمتوں میں حوروں کا تذکرہ بھی کیا اس مؤثر تذکرہ میں انہوں نے حوروں کے حسن وجمال اور عظمت وکمال پر ایک قصیدہ بھی پڑھا جس سے لوگ جنونی حد تک جذباتی ہوگئے اور مجمع میں شوق شہادت کا ایک زلزلہ برپا ہوا، مجمع میں ام ابراھیم کود پڑی اور شیخ عبدالواحد سے کہنے لگی کہ اے ابوعبید!! آپ کو خوب معلوم ہے کہ بصرہ کے بڑے بڑے رئیس میرے بیٹے ابراھیم کو اپنی بیٹیوں کا پیغام نکاح دے چکے ہیں لیکن میں نے ابراھیم کے لئے کسی پیغام کو قبول نہیں کیا ہے لیکن آپ نے جس لڑکی اور حور کا تذکرہ کیا ہے اس نے تو مجھے تعجب میں ڈالدیا ہے اب میں اپنے بیٹے ابراھیم کی شادی اسی لڑکی سے کراؤں گی مگر آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس کے حسن وجمال اور عظمت وکمال کو ذرا پھر دھرا لیجئے، شیخ عبدالواحد نے حور کی صفت میں پھر ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

تولدنور النور من نور وجهها
فمازج طيب الطيب من خالص العطر

"روشنیوں کی بنیاد اس حور کے روشن چہرہ سے پڑی ہے، اور اس کے خالص عطر کی آمیزش تمام خوشبوؤں میں آئی ہے"۔

فلووطئت بالنعل منها على الحصى
لا عشبت الاقطار من غير ما قطر

"اگر یہ حور اپنے جوتے سے ریت کو بھی روند ڈالے، تو بغیر بارش کے تمام اطراف گھاس سے ہرے بھرے ہوجائیں گے"۔

ولوتفلت فى البحر شهد رضا بها
لطاب لاهل البر شرب من البحر

"اگر یہ حور اپنے شہد جیسے لعاب کو سمندر میں تھوک دے، تو
خشکی کی تمام مخلوق کے لئے سمندر کا پانی میٹھا ہو جائے گا"۔

یکاد اختلاس اللحظ یجرح خدھا
بجارح وھم القلب من خارج السر

"اس کے رخسار پر جب کسی کی نگاہ پڑتی ہے تو قریب ہے کہ
دل کے خیالی تصور کی وجہ سے یہ نگاہ رخسار میں زخم کردے"۔

ان اشعار کو سن کر اس دفعہ تو لوگ تڑپ اٹھے اور ام ابراھیم پھر سامنے آئی اور شیخ عبدالواحد سے کہنے لگی، اے ابوعبید! اس لڑکی کی جمال آراء نے مجھے حیرت میں ڈالدیا ہے۔

میں اپنے بیٹے کے لئے اس لڑکی کو بطور دلہن پسند کرتی ہوں تو کیا آپ یہ کرسکتے ہیں کہ اس لڑکی کا نکاح میرے بیٹے سے کرادیں اور مہر میں مجھ سے دس ہزار دینار قبول کرلیں؟ پھر میرا لخت جگر آپ کے ساتھ اس غزوہ میں چلا جائے گا شاید کہ اللہ تعالٰی میرے بیٹے کو شہادت کے عالی رتبہ سے نواز دے اور یہ لڑکا اپنے والد اور میرے لئے قیامت کے روز شفاعت کرنے والا بن جائے، شیخ عبدالواحد نے فرمایا کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً آپ اور آپ کا لڑکا اور لڑکے کا باپ کامیاب ہوجائیں گے، اس کے بعد ام ابراھیم نے اپنے لخت جگر کو آواز دے کر فرمایا کہ اے پیارے بیٹے!! کیا آپ کو مذکورہ صفت سے متصف یہ لڑکی اس شرط پر قبول ہے کہ اس کے مہر کے عوض اللہ کے راستے جہاد میں اللہ کے لئے جان دوگے اور آئندہ کوئی گناہ نہیں کروگے؟

نوجوان ابراھیم نے کہا کہ امی جان! قسم بخدا میں اس پر بہت خوش ہوں اس کے بعد لڑکے کی والدہ نے اللہ کے سامنے اس طرح دعا مانگی:

اے مولائے کریم! میں تجھے گواہ بناتی ہوں کہ میں نے اپنے لڑکے کا نکاح اس حور سے کرلیا اس شرط پر کہ میرا لڑکا اپنی جان کو تیرے راستے جہاد میں قربان کرے

گا اور کسی قسم کے گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا اے ارحم الراحمین!! میرے اس لخت جگر کو میری طرف سے قبول فرما۔

اس کے بعد ام ابراھیم گھر چلی گئی اور دس ہزار دینار لے آئی اور شیخ عبدالواحد سے کہنے لگی اے ابوعبید! یہ اس لڑکی کا مہر ہے یہ لیجئے اور مجاہدین کے اہم کاموں میں خرچ کیجئے یہ کہہ کر ام ابراھیم گھر واپس آئی اور ایک عمدہ گھوڑا اپنے بیٹے کے لئے خرید لیا اور نیا عمدہ اسلحہ تیار کیا اور اپنے شہزادہ بیٹے کو روانہ فرمایا۔

جب شیخ عبدالواحد جہاد کے لئے نکل پڑے تو نوجوان ابراھیم بھی دوڑتے دوڑتے جا رہے تھے اور قاری حضرات قرآن کریم کی یہ آیت خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے:

﴿ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون﴾

"اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں"۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ماں نے اپنے بیٹے کو رخصت کرنا چاہا تو ان کو کافور میں معطر ایک کفن دیا اور پھر اپنے لخت جگر سے فرمانے لگی کہ اے میرے پیارے بیٹے جب میدان کارزار میں دشمن سے مقابلہ شروع ہوجائے تو آپ یہ کفن زیب تن فرمائیں لیکن یاد رکھنا کہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ تجھے کوتاہی یا سستی کرنے والا نہ پائے، پھر اس بہادر ماں نے اپنے گوشہ جگر کو سینہ سے لگا کر اس کی پیشانی کو چوما اور فرمایا کہ میرے لخت جگر! اللہ تعالیٰ میری اور تیری ملاقات دنیا میں نہیں بلکہ اپنے ہاں میدان قیامت میں کرائے،

شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ جب ہم دشمن کے علاقے میں پہنچ گئے اور عمومی

تعارض کا اعلان ہوگیا اور لوگ کھلے میدان میں نکل آئے تو ابراہیم سب سے اگلے مورچہ میں کھڑا تھا اور اس نے غضب کی جنگ لڑی اور میدان کارزار میں دشمن کے چھکے چھڑائے کئی کفار کو واصل جہنم کیا اور مسلسل پیش قدمی میں لڑتے رہے حتیٰ کہ دشمن کے بہت سارے لوگوں نے ان کو اپنے نرغے میں لے کر شہید کردیا۔

شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ جب ہم نے بصرہ واپس آنے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابراہیم کی والدہ کو بیٹے کی شہادت کی خبر اس وقت تک مت دو کہ میں خود جاکر ان کی تعزیت کروں اور تسلی دوں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بے صبر ہوجائے اور اس کا اجر خراب ہوجائے شیخ فرماتے ہیں کہ جب ہم فاتحین کی حیثیت سے واپس آئے اور بصرہ میں داخل ہونے لگے تو بصرہ کے سارے لوگ ہمارے استقبال کے لئے امنڈ آئے انہیں لوگوں میں ابراہیم کی والدہ بھی آئیں۔

جب اس نے مجمع دیکھا تو کہنے لگی ابوعبید! یہ تو بتاؤ کہ میرا ھدیہ قبول ہوگیا یا نہیں؟ اگر قبول ہوگیا ہے تو میں لوگوں سے مبارکباد لوں ور اگر ھدیہ رد ہوگیا ہے تو میں لوگوں سے تعزیت وصول کروں، شیخ نے فرمایا کہ قسم بخدا تیرا ھدیہ اور تیری قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما دیا ہے تیرا بیٹا شہداء کے ساتھ زندہ تابندہ کھاپی رہا ہے اس پر ام ابراہیم سجدۂ شکر میں گر پڑیں اور فرمایا کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے گمان اور ارادہ کو ناکام نہیں بنایا بلکہ میری قربانی کو قبول فرمایا یہ کہہ کر ام ابراہیم واپس چلی گئیں رات گذار کر کل صبح سویرے ام ابراہیم شیخ عبدالواحد کے پاس آئیں اور زور سے کہا اسلام علیک یا ابا عبید! بشراک، اے ابوعبید تجھ پر سلامتی ہو میں تجھے ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں شیخ نے کہا اللہ تجھے خوش رکھے کیا قصہ ہے ام ابراہیم نے کہا کہ میں نے رات کو اپنے لخت جگر ابراہیم کو ایک نہایت خوبصورت باغ میں دیکھا وہ ایک سبز رنگ کے خیمے میں موتیوں کے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر ایک عمدہ تاج رکھا ہوا تھا اور وہ مجھے کہہ رہا تھا۔

امی جان! مبارک ہو، مہر قبول کرلیا گیا اور دلہن کی رخصتی ہوگئی۔

اقبال مرحوم نے اسلاف سے اخلاف کو جوڑنے کے لئے سچ کہا ؂

ہر مسلمان رگ باطل کے لئے نشتر تھا
اس کے آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسا تھا اسے قوت بازو پر تھا
ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا
باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو
ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے؟
حیدری ضرب ہے نہ دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

چوتھا باب

بحری جہاد و مجاہدین کے فضائل

حدیث نمبر ① وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حجة لمن لم يحج خير من عشر غزوات، وغزوة لمن قد حج خير من عشر حجج وغزوة فی البحر خير من عشر غزوات فی البر ومن اجاز البحر فكانما اجاز الاودية كلها والمائد فيه كالمتشحط فی دمه۔ (طبرانی شریف)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حج نہیں کیا ہو اس کا ایک حج دس غزوات سے بہتر ہے اور جس نے حج کیا ہو اس کا ایک غزوہ دس حج سے بہتر ہے اور سمندر میں ایک غزوہ خشکی کے دس غزوات سے بہتر ہے اور جو شخص سمندر پار کر کے نکل گیا اس نے گویا تمام وادیوں کو طے کرلیا۔ اور سمندری جہاد میں جس کا سر چکرانے لگا وہ ثواب میں ایسا ہے جیسا کوئی شخص اپنے خون میں لت پت ہوگیا ہو۔ (مائد، سر چکرانے کو بھی کہتے ہیں اور سمندری ہوا سے سر میں جو جھٹکے آتے ہیں اسے بھی کہتے ہیں)۔

حدیث نمبر ② حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت اُم حرام آپ کو کچھ کھانا کھلایا کرتی تھیں حضرت اُم

حرام حضرت عبادہ بن صامت کی بیوی تھیں (اور حضور اکرمؐ کی رضاعی خالہ تھیں)۔ چنانچہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے انہوں نے کھانا کھلایا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کو صاف کرنے لگیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوگئے اور پھر اس حال میں بیدار ہوئے کہ آپ ہنس رہے تھے اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو سمندر کی موجوں پر سوار ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کریں گے یہ لوگ تختوں پر بادشاہوں کی طرح لگ رہے تھے اُم حرام فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ! میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے کہ میں انہیں لوگوں میں سے ہوجاؤں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء مانگ لی اور پھر سوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کچھ دیر بعد) پھر بیدار ہوئے اور آپ ہنس رہے تھے اُم حرام فرماتی ہیں کہ میں نے پھر پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنس رہے ہیں آپ نے پہلے کی طرح فرمایا کہ میری امت کے لوگ مجھے دکھائے گئے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں سمندر کی موجوں پر سوار ہوکر جہاد کریں گے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ اللہ سے دعاء کیجئے کہ وہ مجھے انہیں لوگوں میں سے کردے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پہلے والوں سے ہو۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمندری سفر کے لئے سوار ہوگئیں جب سمندر کو پار کرلیا تو سواری سے گر کر وفات پائی۔ (بخاری شریف)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں سوار ہوکر جہاد کرے گا ان کے لئے جنت واجب ہے اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یارسول اللہ! میں انہیں میں سے ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو انہیں میں سے ہو، اس کے بعد

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر میں جہاد کرے گا وہ بخشے ہوئے لوگ ہیں حضرت اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں ان میں سے ہوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تو پہلے والوں میں سے ہو۔

فائدہ حضرت اُم حرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں اور حضرت عبادہ بن صامت کی بیوی تھیں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت کا پہلا شخص ہے جس نے بحری بیڑہ بناکر سمندری جہاد کی بنیاد ڈالی، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں آپ چونکہ گورنر تھے اس لئے آپ نے بحری جہاد کی مہم کا آغاز کیا اور قبرص پر آپ نے پہلا حملہ سمندری بیڑہ کے ذریعہ سے کرکے اسے فتح کرلیا حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی بیوی اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اس جہاد میں شریک تھے سمندری سفر سے فارغ ہوتے ہی اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوگیا۔ کیونکہ ان کی سواری نے جب اسے گرایا تو آپ کی گردن ٹوٹ گئی جس سے موت واقع ہوئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بحری مہمات اور سمندری غزوات کو سلیمان بن عبد الملک نے اپنے دور خلافت میں جاری رکھا چنانچہ آپ نے بری اور بحری دونوں راستوں سے جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا اہتمام کیا آپ نے اپنے بیٹے مسلمہ کے ذریعہ سے قسطنطنیہ پر چڑھائی کرکے کاروائی کی اہل شام اور جزیرہ سے ایک لاکھ بیس ہزار مجاہدین نے بری راستوں سے حملہ کردیا اور اہل مصر اور اہل مغرب نے ایک ہزار سمندری کشتیوں کی مدد سے عمرو بن ھبیرہ کی سرکردگی میں بحری راستوں سے شدید حملہ کیا افواج اسلام کے عمومی امیر اور جرنیل مسلمہ بن عبد الملک تھے جو نہایت قابلیت کے ساتھ ان افواج کی کمان کررہے تھے یہ لوگ قسطنطنیہ پر چڑھ دوڑے اور تیس ماہ تک اس کا محاصرہ جاری رکھا مسلمانوں کو اتنا عرصہ بڑے بڑے بڑی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں یہاں تک کہ مردار اور ناپاک اشیاء کے کھانے تک نوبت

پہنچ گئی۔

بہرحال بحری جہاد سب سے اول حضرت معاویہ نے کیا ہے بلکہ اس کی بنیاد بھی آپ ہی نے ڈالی ہے اور اسی کی طرف مذکورہ حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے اس حدیث میں دوسرے نمبر پر جن لوگوں کا تذکرہ ہوا ہے شاید اس سے مراد سلیمان بن عبد الملک رحمۃ اللہ کے مہمات ہوں اور پھر قیامت تک جو مجاہدین بحری غزوات میں حصہ لیں گے وہ اس حدیث کے مصداق بنیں گے۔

بہرحال بحری جہاد کا درجہ خشکی کے جہاد سے دوگنا ہے کیونکہ سمندر میں جو سفر ہے یہ ایک مستقل محنت اور مشقت ہے پھر دشمن کے علاوہ ویسے بھی ہلاکت کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے کہ ابھی موج آئی اور کشتی کو ڈبو دیا اسی طرح دوسری انسانی ضروریات کا سمندر میں ناپید ہونا ظاہر بات ہے۔ اسی وجہ سے بحری جہاد کو بری پر فوقیت دے دی گئی ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجاہد کو دیکھا جو بحری جہاد پر جارہا تھا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے کہا سمندری جہاد پر جانے کا ارادہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا سفر اور اچھی سواری ہے کسی نے کہا کہ بری جہاد کیسا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ سمندری ایک جہاد بری دس غزوات کے برابر ہے اور سمندر میں سر کا چکرانا ثواب کے لحاظ سے ایسا ہے جیسا کہ خشکی میں کوئی آدمی اپنے خون میں لت پت ہوگیا ہو اور جس نے سمندر کو پار کرلیا تو اس نے تمام وادیوں کو طے کرلیا۔

دو شہیدوں کا ثواب

حدیث نمبر (۳۳) حضرت اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندر میں جس شخص کو سر چکرا کر قے آئی تو اس کو ایک شہید کا ثواب ملے گا اور جو شخص سمندر میں ڈوب گیا اس کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

حدیث نمبر (۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں اگر میں مرد ہوتی تو میں صرف بحری جہاد میں شریک ہوتی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو سمندر میں جھٹکے آئے اور اس کا سر چکرایا وہ ثواب کے اعتبار سے ایسا ہے جیسا کہ خشکی میں کوئی شخص اپنے خون میں لت پت اُلٹ پلٹ رہا ہے۔ (کتاب السنن)

شہداء بحر شہداء بر سے افضل ہیں

حدیث نمبر (۵) حضرت سعد بن جنادہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندری شہداء خشکی کے شہداء سے افضل ہیں۔

حدیث نمبر (۶) حضرت واثلہ بن اثقع سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوسکا اس کو چاہئے کہ سمندری جہاد میں حصہ لے۔ (طبرانی)

تشریح اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ سمندر میں جہاد کا درجہ اتنا بڑا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور مقبول غزوات کا ثواب اس میں ملتا ہے تو جس شخص کو یہ تمنا ہو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک غزوات کی طرح ثواب حاصل کرے تو اسے چاہئے کہ بحری جہاد میں حصہ لے لے یہ ثواب اس دور میں بھی اس کو حاصل ہوجائے گا۔

حدیث نمبر (۷) حضرت علقمہ بن شہاب سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو میرے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا موقع نہیں ملا وہ سمندر میں جہاد کرے کیونکہ سمندر میں ایک دن کی جنگ خشکی کے دو دن سے بہتر ہے اور سمندر کا ایک شہید خشکی کے دو شہیدوں کے برابر ہے اجرو ثواب میں، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین شہداء وہ ہیں جو "اکف" والے ہوں صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکف والے کون ہوتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دن ان لوگوں پر سمندر میں کشتی الٹ جائے وہ اصحاب اکف ہیں۔ (طبرانی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ سمندر میں جہاد کرنے والے غازی کی فضیلت خشکی کے غازی پر ایسی ہے جیسے کہ غازی کی فضیلت گھر میں بیٹھنے والے غیر غازی پر ہوتی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبض ارواح کے لئے فرشتوں کو مقرر کیا ہے مگر سمندر کے شہداء کی ارواح خود قبض فرماتا ہے اور خشکی کے شہداء کے سارے گناہ معاف کرتا ہے۔ ماسوائے قرض کے لیکن سمندر کے شہداء کے تمام گناہ بمعہ قرض معاف فرماتا ہے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سمندر میں ایک دن کا جہاد خشکی کے ایک ماہ کے جہاد سے افضل ہے اور سمندر میں ایک ماہ کا جہاد خشکی کے ایک سال کے جہاد سے افضل ہے ایک اور روایت میں ہے کہ ایک صحابی مسلمہ بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمندر میں سوار ہونے والے غازیوں اور مجاہدین کے بارے میں فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنے پیچھے کچھ بھی گناہ نہیں چھوڑا حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک موقوف روایت میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سمندری مجاہدین سے تین مقامات پر خوش ہو کر تین دفعہ ہنستا ہے۔ ایک تو اس وقت جب کہ یہ لوگ جہاز میں بیٹھ جاتے ہیں، اور اپنی بیوی بچوں کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں، دوسرا اس وقت جب کہ ان کے سر چکرانے لگتے ہیں اور تیسرا اس وقت جب کہ یہ لوگ (سفر کے بعد)

خشکی کو دیکھ کر جھانکنے لگ جاتے ہیں۔ یہ تمام روایتیں اور آثار علامہ ابن نحاسؒ کی کتاب مشارع الاشواق میں موجود ہیں۔

اب اس باب کے متعلق چند حکایات بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حکایت نمبر ① حضرت خیثمہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ طرابلس میں ایک مجاہد تھا جو عاصم کے نام سے مشہور تھا اور اس کی کنیت "ابو علی" تھی ان کا انتقال ہو گیا تو میں نے ان کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے کہا اے ابو علی کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ موت کے بعد ہم کو کنیت سے نہیں پکارا جاتا ہے بلکہ صریح نام لیا جاتا ہے اس نے مجھے جواب نہیں دیا پھر میں نے کہا اے عاصم کس حال میں ہو؟ اور کہاں چلے گئے؟ اس نے کہا کہ میں ایک وسیع تر رحمت اور عالی شان جنت کی طرف چلا گیا ہوں۔ میں نے کہا کس عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ سمندر میں کثرت سے جہاد کی وجہ سے میں ان نعمتوں تک پہنچ گیا ہوں۔ (ابن عساکرؒ)

سارا جہان ہمارا

حکایت نمبر ② آٹھویں صدی عیسوی کی بات ہے کہ اندلس پر عیسائیوں کی حکمرانی نے سرکشی کی صورت اختیار کر رکھی تھی راڈرک نام کے ایک سرکش حکمران نے وہاں کے لوگوں کو ہر قسم کے عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا اس نے کاؤنٹ جولین کی بیٹی کی عصمت دری کی جس پر کاؤنٹ جولین نے موسی بن نصیر سے راڈرک کے خلاف مدد طلب کی موسی بن نصیر اس وقت شمالی افریقہ کے گورنر تھے اس نے وقت کے خلیفہ ولید بن عبد الملک کو خط لکھا کہ اس سرکش ملک کے خلاف علم جہاد بلند کرنا چاہئے ولید نے جواب میں لکھا کہ پہلے مکمل حالات معلوم کرو خوب جائزہ لے کر نہایت احتیاط سے کاروائی کرلو اس پر موسی بن نصیر نے ۹۱ ھجری میں اپنے غلام طریف کی ماتحتی میں پانچ سو مجاہدین خفیہ طور پر اندلس میں داخل ہونے

اور حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا یہ لوگ جب واپس آگئے اور ساری صورت حال موسیٰ بن نصیر کے سامنے رکھ دی تو آپ نے اپنے دوسرے غلام طارق بن زیاد کو بارہ ہزار کا لشکر جرار دے کر اندلس پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا طارق بن زیاد جب اندلس کی طرف روانہ ہوا تو ان کو اندلس تک پہنچنے کے لئے بحری راستے سے فوج کو گذارنا پڑا چنانچہ اس نے کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ سے فوج کو ساحل اندلس جبل الطارق پر جا اتارا اس تاریخی پہاڑ کی تاریخ کو مسخ کرنے کے لئے آج کل انگریزوں نے اس کو جبرالٹر کا نام دیا ہے۔ بہرحال طارق بن زیادؒ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ جن کشتیوں میں ہم نے دریا عبور کیا ہے ان سب کو جلا ڈالو، دریافت کرنے والوں نے دریافت کیا کہ ہم وطن سے دور دوسروں کے ملک میں آئے ہیں واپسی کا ذریعہ یہی کشتیاں تھیں وہ آپ نے جلا ڈالیں شریعت کے رو سے اسباب کا استعمال کوئی ممنوع بھی تو نہیں اب آگے دشمن پیچھے دریا اور بیچ میں ہم یہ کہاں مناسب تھا کہ ذریعہ واپسی ہی کو ختم کیا طارق بن زیادؒ مسکرائے اور فرمایا کہ جس ملک میں ہم داخل ہو گئے ہیں یہ بھی تو ہمارا ملک ہے پھر تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے کہ جو خدا کا ملک ہے وہی ہمارا ملک ہے ؎

طارق چوں بر کنارہ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بنگاہ خرد خطاست

"طارق بن زیاد نے جب ساحل اندلس پر کشتیاں جلائیں تو کہنے والوں نے کہا کہ عقل کی رو سے آپ کا یہ کام غلط ہے"۔

دوریم ازسواد وطن بازچوں رسیم
ترک سبب زروئے شریعت کجا رواست؟

"ہم اپنے ملک سے دور ہیں واپس کیسے جائیں گے شریعت کی رو سے اسباب کو ترک کرنا کہاں جائز ہے"۔

خندید و دست بر سر شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

"طارق مسکرا کر ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھ کر کہنے لگا کہ ہر ملک ہمارا ملک ہے کیونکہ خدا کا سارا ملک ہمارا ہی ہے"۔

اس کے بعد طارق بن زیاد نے تقریر کی اور فرمایا اے مسلمانو! میدان جنگ سے بھاگنے کی اب کوئی صورت نہیں، تمہارے آگے دشمن کا وسیع ملک ہے اور پیچھے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ خدا کی قسم اب صرف ثابت قدمی اور استقلال ہی میں تمہاری بھلائی ہے۔

اے مسلمانو! میرے پیچھے چلو اگر میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ کرو اور جب میں رک جاؤں تو تم بھی رک جاؤ، ایک جسم وجان بن جاؤ اس کے بعد طارق بن زیاد نے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمن بھاگ اُٹھنے پر مجبور ہوا راڈرک بدحواس ہو کر ایسا بھاگا کہ خود دریا میں جاگرا اور وہیں پر مرگیا طلیطلہ پر مسلمان قابض ہو گئے اسپین اور اندلس کو فتح کیا اس کے بعد اشبیلہ کو فتح کیا پھر قرطبہ کو فتح کیا اور اس طرح اس مرد نوجوان نے ایک عظیم تاریخ رقم کی ۔

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
سالار کارواں ہے میر حجاز ؐ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

دجلہ کی موجوں میں

حکایت نمبر ۳ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دجلہ کے کنارے پہنچ گئے تو ایرانیوں نے دریا کا پل وغیرہ کاٹ کر پار چلے گئے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دنوں تک اسی کے پاس ٹھرے رہے بالاخر آپ نے اپنے بھاری لشکر کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا اب پانی کے سطح پر گھوڑے اور دور تک انسان ہی انسان نظر آرہے تھے بیچ سمندر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا ذلک تقدیر العزیز العلیم یعنی یہ بھی زبردست اور علم والے بادشاہ کے اندازے ہیں ایرانیوں نے ساحل سے کچھ تیر بھی برسائے لیکن مجاہدین نے وسط دریا سے مقابلہ شروع کیا اور ان کو وہاں سے بھگادیا پورا لشکر اطمینان سے پار چلا گیا اور ایرانی بھاگ اٹھے وہ بھاگتے بھاگتے یہ کہتے جاتے تھے۔ دیواں آمدند دیواں آمدند یعنی دیو آگئے دیو آگئے دریا عبور کرتے ہوئے ایک مجاہد کا لکڑی کا پیالہ گر گیا وہ کہنے لگے کہ میں اللہ کے راستے جہاد میں ہوں اللہ تعالیٰ میرے پیالے کو مجھے واپس دے گا چنانچہ وہ پیالہ ایک دوسرے مجاہد کے ہاتھ لگا یا خود سمندری لہروں نے کنارے پر لاڈالا اور مالک نے اٹھالیا ۳۰ ہزار کا یہ لشکر جرار صحیح سالم پار نکلا ایک مجاہد اپنے گھوڑے سے نیچے گرا مگر حضرت قعقاعؓ نے جھپٹ کر اس کو اٹھالیا لوگوں نے کہا "عجزت النساء ان یلدن مثلک یا قعقاع" اے قعقاع تجھ جیسے جوان اور بہادر کو جنم لینے سے عورتیں عاجز آگئیں ہیں۔ اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ؎

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
تیغوں کے سائیوں میں پل کر جواں ہوئے ہم
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

اے گلستان اندلس! وہ دن بھی یاد ہے تجھ کو؟
تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
اے موج دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

محفل کون ومکان، سحر وشام پھرے
مئے توحید کو لے کر صفت جام پھرے
کوہ میں دشت میں لے کر تیرا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے؟
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

حضرت علاء بن حضرمیؓ چار ہزار مجاہدین کے ساتھ سمندر میں

حکایت نمبر (۴) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مرتدین کے خلاف ایک مہم پر حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علاقہ ہجر تک پہنچ چکے تھے ہجر کے مرتدین کے خلاف کامیاب آپریشن کے بعد مرتدین کا ایک گروپ دریا عبور کرکے علاقہ دارین چلے گئے اور وہاں پر مضبوط محاذ قائم کرلیا اور دریا کے آس پاس کشتیاں جلا ڈالیں تاکہ مسلمان ان تک نہ پہنچ پائیں۔ حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دریا کے کنارے آئے اور دیکھا کہ دشمن ہاتھ سے نکل رہا ہے اور ادھر نہ پل ہے نہ کوئی کشتی تو آپ نے دو رکعت نفل پڑھ کر اس طرح دعاء

مانگی۔

یا حلیم، یا علیم، یا علی، یا عظیم، اجزنا، یہ دعا مانگ کر آپؓ نے لشکر اسلام کو حکم دے دیا کہ سمندر میں گھوڑوں سمیت اتر جاؤ چار ہزار لشکر کے ساتھ حضرت علاء بھی سمندر میں اتر گئے سب کی زبان پر اس دعاء کا ورد تھا یا ارحم الراحمین! یا حکیم، یا کریم، یا احد، یا صمد، یا حی، یا قیوم، یا ذالجلال والاکرام، لا الہ الا انت یا ربنا۔

جونہی مجاہدین اسلام نے اس دریا میں قدم رکھا تو سمندر کا نرم ریت نمودار ہوا اور مجاہدین نے ایک دن اور ایک رات کا سفر اس نرم ریت پر کیا گھوڑوں کے پیر بھی تر نہیں ہوئے اور وہاں پہنچتے ہی اسلام کے شاہینوں نے مرتدین کو نیزوں کی نوکوں اور تلوار کی دھار پر دھر لیا۔ اس زمانہ کے ایک شاعر نے اس نقشہ کی اس طرح منظر کشی کی ہے ؂

الم تر ان اللہ ذلل بحرہ
وانزل بالکفار احدی الجلائل
دعونا الی شق البحار فجاءنا
باعجب من فلق البحار الاوائل

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو کس طرح ہمارے تابع کیا اور کفار پر کس طرح عظیم مصیبت ڈال دی ہم نے اپنے رب کو سمندر چیرنے کے لئے پکارا تو اللہ تعالیٰ نے اگلے لوگوں سے زیادہ تعجب خیز نمونہ دکھا دیا، اس دوسرے شعر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بحر قلزم سے پار ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے پانی کو روک لیا تھا لیکن یہاں تو پانی بالکل خشک ہو گیا جو اس سے زیادہ تعجب خیز ہے، سچ ہے"۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

سمندری وظیفہ

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندر میں غرقابی سے میری امت کی حفاظت ان کلمات میں ہے۔

بسم اللہ مجریھا ومرساھا ان ربی لغفور رحیم۔

جہاد فی سبیل اللہ میں نعرۂ تکبیر کی فضیلت

حدیث نمبر (۱) وعن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر بکرۃ وقد خرجوا بالمساحی فلما نظر والی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاؤ ایسعون الی الحصن وقالوا محمد والخمیس فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راسہ ثم قال اللہ اکبر ثلاث مرات خربت خیبر، انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔ (بخاری شریف)

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سویرے خیبر والوں کے خلاف کاروائی کی جب کہ وہ لوگ آلات وزراعت کے ساتھ باہر نکل آئے تھے جب ان لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بھاگ کر اپنے قلعہ میں داخل ہوگئے اور کہنے لگے خدا کی قسم محمد اپنے پانچ پرے لشکر کے ساتھ آگئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر

مبارک کو اونچا کر کے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور تین بار آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر خربت خیبر یعنی اللہ بہت بڑے ہیں، اللہ بہت بڑے ہیں، اللہ بہت بڑے ہیں۔ خیبر تو خراب ہی ہوا کیونکہ ہم جب کسی قوم کے ہاں کاروائی کے لئے میدان میں اتر آتے ہیں تو پھر ان لوگوں کی صبح اچھی نہیں رہتی۔

حدیث نمبر ② حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کی بلند آوازوں سے فرشتوں کے ہاں فخر کرتے ہیں ایک تو اذان کی آواز ہے اور دوسرا مجاہد کا جہاد میں نعرۂ تکبیر ہے اور تیسرا حاجی کا تلبیہ ہے۔ (ابن عساکر)

فائدہ نعرۂ تکبیر مجاہدین کی خصوصی غذا ہے جس سے بوقت جنگ مجاہد ایسا مست ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے سامنے کسی کو کچھ سمجھتا ہی نہیں پھر اس نعرہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدمقابل دشمن ایسا مرعوب ہوجاتا ہے کہ وہ ٹینک اور توپ کا مقابلہ تو کرتا ہے لیکن نعرۂ تکبیر کے سامنے عاجز آجاتا ہے چنانچہ صحابہ کرام نے اس نسخہ کو میدان جنگ میں بے دریغ استعمال کیا ہے اس نعرہ سے ایک فائدہ یہ بھی لیا گیا ہے کہ لشکر اسلام کو اپنے ساتھیوں کا تعارف ہوجاتا ہے کہ ہاں یہ ہمارے ساتھی ہیں چنانچہ صحابہ کرام جب دشمن کے جمگھٹے میں گھس جاتے اور چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آجاتے تو وہ نعرۂ تکبیر بلند کرتے جس سے دوسرے مجاہدین کو پتہ چلتا تو وہ مدد کے لئے پہنچ جاتے بعض دفعہ صحابہ کرام کے نعرۂ تکبیر سے سرزمین شام وفارس میں دشمن کے بڑے بڑے قلعے گر کر زمین بوس ہوگئے تھے اس پچھلے دور میں جو جہاد روس کے خلاف افغانستان میں ہوا ہے اس میں تو نعرۂ تکبیر کے بے شمار واقعات ہیں چنانچہ روسی کمانڈروں نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ یہ اللہ اکبر کیا چیز ہے جس کے سامنے ہماری ساری طاقت ناکارہ ہوجاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کو اگر بوقت جنگ کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آتا وہ کثرت سے

لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا آج بھی مجاہدین کو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ صحابہ کرام نے تکبیر کے ساتھ ساتھ لا الہ الا اللہ بھی زور سے پڑھا ہے تو یہ بھی زور سے پڑھا جاسکتا ہے۔

مسئلہ امام مالکؒ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ سمندر کے ساحل میں دشمن کے سامنے بلند آواز سے مجاہد یا مرابط اللہ اکبر کا نعرہ لگاسکتا ہے یا مجاہد اس کو آہستہ کہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ بلند آواز سے مجاہد اللہ اکبر کا نعرہ لگا سکتا ہے۔ چاہے دشمن سامنے ہو یا نہ ہو۔ ہاں اگر دشمن سامنے نہیں ہے اور کسی نمازی وغیرہ کو بلند آواز سے تکلیف پہنچ سکتی ہے تو پھر آواز کو آہستہ رکھے۔ حضرت لیث بن سعد نے فرمایا کہ ''سلف صالحین بلند آواز سے تکبیر کا نعرہ لگاتے تھے جس سے وہ (دشمن کو مرعوب کرتے) اور رات گزارنے میں طاقت و قوت حاصل کرتے تھے۔

''اللہ اکبر خربت خیبر''۔

تھے ہمیں ایک تیرے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کی کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئی صحراؤں میں
آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثل بلال حبشی رکھتے ہیں
ما سوا اللہ کیلئے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلمان ہو، تقدیر ہے تدبیر تری
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

پہلی فصل

کون کون لوگ جہاد سے مستثنیٰ ہیں؟

﴿قال الله تعالى ليس على الضعفاء ولا على المرضى ولا على الذين لا يجدون ما ينفقون حرج اذا نصحوا الله ورسوله ما على المحسنين من سبيل والله غفور رحيم﴾
ولا على الذين اذا ما اتوك لتحملهم قلت لا اجد ما احملكم عليه تولوا واعينهم تفيض من الدمع حزنا الا يجدوا ما ينفقون،
انما السبيل على الذين يستاء ذنونك وهم اغنياء، رضوا بان يكونوا مع الخوالف وطبع الله على قلوبهم فهم لا يعلمون۔

(سورت توبہ آیت: ۹۱ تا ۹۳)

"کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو (کچھ) میسر نہیں جبکہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے ساتھ خلوص رکھیں۔ ان نیکو کاروں پر کسی قسم کا الزام (عائد) نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں اور نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ ہے) کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو کوئی سواری دیدیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں تم کو سوار کروں تو وہ اس حالت میں واپس

چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں۔ اس غم میں کہ (افسوس) ان کو خرچ کرنے کو کچھ بھی میسر نہیں، پس الزام (اور مواخذہ) تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود اہل سامان (وقوت) ہونے کے گھر (میں) رہنے کی اجازت چاہتے ہیں وہ لوگ (غایت بے جہتی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی جس سے وہ (گناہ وثواب کو) جانتے بھی نہیں"۔

تفسیر: جھوٹے عذر کرنے والوں کے بعد سچے معذورین کا بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ عذر کبھی تو شخصی طور پر لازم ذات ہوتا ہے مثلاً بڑھاپے کی کمزوری جو عادۃً کسی طرح آدمی سے جدا نہیں ہوسکتی اور کبھی عارضی ہوتا ہے پھر عارضی یا بدنی ہے جیسے بیماری وغیرہ، یا مالی، جیسے افلاس و فقدان اسباب سفر، چونکہ غزوہ تبوک میں مجاہدین کو بہت دور دراز مسافت طے کرکے پہنچنا تھا اس لئے سواری نہ ہونے کا عذر بھی معتبر و مقبول سمجھا گیا جیسے آگے آتا ہے۔

یعنی جو لوگ واقعی معذور ہیں اگر ان کے دل صاف ہوں اور خدا و رسول کے ساتھ ٹھیک ٹھیک معاملہ رکھیں (مثلاً خود نہ جاسکتے ہوں تو جانے والوں کی ہمتیں پست نہ کریں) بلکہ اپنے مقدور کے موافق نیکی کرنے اور اخلاص کا ثبوت دینے کے لئے مستعد رہیں۔ ان پر جہاد کی عدم شرکت سے کچھ الزام نہیں، ایسے مخلصین سے اگر بمقتضائے بشریت کوئی کوتاہی ہوجائے تو حق تعالیٰ کی بخشش و مہربانی سے توقع ہے کہ وہ درگزر فرمائے گا۔ سبحان اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں عشق الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا جس کی مثال کسی قوم و ملت کی تاریخ میں موجود نہیں۔ مستطیع اور مقدور والے صحابہ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ خدا کے راستے میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں۔ جن کو مقدر نہیں وہ اس غم میں رو

رو کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعت کیوں نہ ہوئی کہ اس محبوب حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کیلئے اپنے کو پیش کرسکتے۔ حدیث صحیح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم مدینہ میں ایک ایسی قوم کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمہارے اجر میں شریک ہے۔ تم جو قدم خدا کے راستے میں اٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع کرتے ہو یا کسی پگڈنڈی پر چلتے ہو وہ قوم برابر ہر موقع پر تمہارے ساتھ جاتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہیں واقعی مجبوریوں نے تمہارے ہمراہ چلنے سے روکا۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۶۶)

فائدہ سورت توبہ کی مندرجہ بالا آیتوں میں آخری آیت کا ایک جملہ اس طرح ہے رضوا بان یکونوا مع الخوالف یعنی بے حمیتی کی وجہ سے یہ منافق لوگ اس پر راضی ہو گئے کہ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ گھروں میں بیٹھ جائیں۔

سورت توبہ کی آیت نمبر۸۷ بھی اسی طرح کی ہے جس کا ترجمہ حضرت تھانویؒ نے اس طرح کیا ہے۔ وہ لوگ (غایت بے حمیتی) سے خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ (حمیت و بے حمیتی کو) سمجھتے ہی نہیں۔

ان دونوں آیتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے اور عورتیں بھی جہاد سے مستثنیٰ لوگوں میں شمار ہیں تاہم جہاد جب ہجومی کے بجائے دفاعی صورت اختیار کرے اور کفار حملہ آور ہو کر گھروں تک پہنچ جائے تو پھر عورتوں کو بھی میدان میں نکل کر دفاع کیلئے لڑنا پڑتا ہے جس کی تفصیل آرہی ہے۔ اب ان آیتوں کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے چند ایمان افروز کلمات مزید ملاحظہ فرمائیں۔

یعنی قرآن کی کسی سورت میں جب تنبیہ کی جاتی ہے کہ پوری طرح خلوص و پختگی سے ایمان لاؤ جس کا بڑا اثر یہ ظاہر ہونا چاہئے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ ہو کر خدا کے راستہ میں جہاد کریں تو یہ منافقین جان چرانے لگتے ہیں اور ان میں کے

استطاعت و مقدور والے بھی جھوٹے عذر تراش کر اجازت طلب کرنے آتے ہیں کہ حضرت! ہمیں تو یہیں مدینہ میں رہنے دیجئے گویا کمال بے غیرتی اور نامردی سے اس پر راضی ہیں کہ لڑائی یا خطرہ کا نام سنتے ہی خانہ نشین عورتوں کے ساتھ گھروں میں گھس کر بیٹھ رہیں ہاں جس وقت جنگ وغیرہ کا خطرہ نہ رہے اور امن و اطمینان کا زمانہ ہو تو باتیں بنانے اور قینچی کی طرح زبان چلانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۶۵)

علامہ عثمانی مزید فرماتے ہیں یعنی باوجود قدرت و استطاعات، جہاد سے پہلو تہی کرتے ہیں اور نہایت بے حمیتی سے یہ عار گوارا کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھ جائیں۔

گناہ کی ممارست (پریکٹس) سے آدمی کا قلب ایسا مسخ اور سیاہ ہوجاتا ہے کہ اسے بھلے برے اور عیب و ہنر کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی جب بے غیرتی کرتے کرتے کوئی شخص اس قدر پاگل ہوجائے کہ نادم و متاسف ہونے کی جگہ اس پر الٹا نازاں اور خوش ہو تو سمجھ لو کہ اس کے دل پر خدائی مہر لگ چکی ہے۔ العیاذ باللہ۔
(تفسیر عثمانی صفحہ ۲۶۶)

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا خط

ہندوستان کے بعض علماء نے شاہ اسماعیل شہیدؒ کو ایک خط لکھا تھا جس میں جہاد کے متعلق چند مسائل کے متعلق لکھا تھا اور مسئلہ امیر و امامت اور طاقت و توازن کے متعلق کچھ سوالات تھے جو وقت کے بعض جہاد دشمن حضرات کی طرف سے اٹھائے گئے تھے۔ اس خط کا جواب حضرت شاہ صاحب نے فارسی زبان میں دیا ہے۔ خط کافی لمبا ہے لیکن اس خط میں چونکہ جہاد کے متعلق اہم چیزیں ہیں اس لئے اس کے اہم اہم حصوں کو میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ ضعیف اسماعیل کی طرف سے بخدمت معدن غیرت ایمانی، منبع حب اسلامی مقبول بارگاہ رب قوی، میر شاہ علی سلمہ اللہ تعالیٰ، سلام مسنون اور دعاء اجابت مقرون کے بعد واضح ہو کہ آپ کا وہ گرامی نامہ پہنچا جس میں چند مخلصین اور بعض منافقین کے ایک مباحثے کا تذکرہ ہے، منافقین سے آپ جو جہاد باللسان کررہے ہیں اور راہ ایمان کی طرف طالبین کو جو آپ دعوت دے رہے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ سوال و جواب کے مضامین کو منقح کر کے اور ان کو ایک رسالے کی شکل میں تحریر کر کے آپ کو بھیجوں تو مخدوم من اگرچہ ان مسائل میں تقریر و تحریر بھی جہاد کی ایک قسم ہے لیکن یہ ضعیف بلکہ اس مقام جہاد کے تمام حاضرین ایسے کام میں مشغول ہیں کہ تقریرات و تحریرات کی اس میں قطعی گنجائش نہیں ہمارا حال اہل تقریر و تحریر کی نسبت سے بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص خود نماز کی ادائیگی میں مشغول ہے تو اگرچہ نماز کے مسائل کی تعلیم بھی مقدمات صلوۃ میں سے ہے لیکن ادائے نفس صلوۃ مسائل صلوۃ میں مشغول ہونے سے مانع ہے جو شخص مجاہدین کا حال دیکھے اس کو یقین ہو جائے کہ قیل و قال اور بحث و جدال کا مسلک خواہ وہ حق ہو یا باطل دوسرا ہے اور ان لوگوں کا مسلک دوسرا ہے۔ پہلا مسلک علماء کی جنس سے ہے اور دوسرا مسلک سپاہ کی جنس سے ہے "وشتان بینھما" آپ کی خاطر سے چند کلمے لکھے جاتے ہیں اگرچہ وہ بھی طبیعت پر بار ہے۔

(۱) امامت کی تفصیلی بحث کے بعد آپ نے جو اس کا ذکر کیا ہے کہ اہل شوکت کے مقابلے کیلئے مقابل شوکت چاہئے پس اول تو یہ مقدمہ ممنوع ہے کیونکہ شوکت کی تحصیل کی کوشش بقدر استطاعت کافی ہے مخالفین کی شوکت کے مماثل ہو یا نہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "واعدوا لھم ما استطعتم" یہ نہیں فرمایا کہ "واعدوالھم مثل ما اعدوالکم"۔

(۲) دوسرے یہ کہ شوکت کے وجود کے یہ معنی نہیں کہ امام کے جسم میں ایسی قوت پیدا ہو جائے کہ اس قوت سے وہ مخالفین کی سلطنت کو درہم برہم کردے اور اکیلے ان کے لشکروں اور فوجوں کو شکست دے دے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ موافقین کی ایسی جماعت اس کے ساتھ ہو جائے کہ باعتبار ظاہر عقل ان کی قوت سے مخالفین کی مدافعت کر سکے اور اجتماع کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت اس کے چاروں طرف وہ لوگ کھڑے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اس کی ذات سے ایسا تعلق ہو کہ اس سے وہ اس کے احکام کی اطاعت کرنے لگے۔

پس شریعت کے عرف میں امام "صاحب شوکت" وہ ہے جس کے ہاتھ پر مسلمانوں کے مجمع کثیر نے بیعت کی ہو کیونکہ بیعت کا تعلق شرع کے نزدیک ملازمت اور قرابت کے تعلق سے قوی مانا گیا ہے۔

پس جناب امام ہمام (سید احمد شہیدؒ) کو بالفعل اس درجے کی شوکت شرعی حاصل ہے جو مخالفین کی شوکت سے کئی درجے زیادہ ہے کیونکہ لشکر و فوج و توپ و شاہین کے مالک سرداران پشاور و سوات و بنیر و سمہ کے خوانین اور ان کے تمام عوام و خواص پائندہ خان وغیرہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت امامت کی ہے اور ان اشخاص کا شمار لاکھوں کو پہنچتا ہے باقی رہا یہ کہ بعض لوگوں نے بیعت توڑ دی ہے اور احتمال ہے کہ دوسرے بھی یہی معاملہ کریں۔ پس یہ بات شوکت شرعیہ میں اصلا قادح نہیں ہے اس لئے کہ بہت سے نوکر نمک حرامی اور آقا کی بدخواہی کرتے ہیں اور احتمال ہوتا ہے کہ دوسرے بھی یہی طریقہ اختیار کریں، پس جس طرح یہ بات سلاطین کی شوکت عرفیہ میں قادح نہیں اسی طرح یہ احتمال ائمہ کی شوکت شرعیہ میں قادح نہیں۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ مشرق و مغرب کے کفار کی شوکت کے مماثل شوکت مراد نہیں ورنہ اگلے پچھلے اماموں سے کسی کی امامت ثابت نہیں ہوگی پس اس سے مراد صرف یہ ہے کہ ان مخالفین کی شوکت کے مماثل شوکت ہو جو بالفعل مقابل

ہیں اور اس وقت یہ شوکت محقق ہے ضلع چھچھ، ہزارہ، پکھلی کے ناظموں کی شوکت کے مماثل شوکت موجود ہے اگرچہ رنجیت سنگھ اور کمپنی کی شوکت کے مماثل شوکت نہ ہو۔

کس شخص نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ امام ہمام اسی مختصر جمعیت کے ساتھ لاہور اور کلکتے کا عزم رکھتے ہیں؟ آپ تو رات دن مسلمانوں کی جمعیت کی زیادتی اور ان کی ترقی کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اسلامی شوکت کے عروج کی تدریجا امید رکھتے ہیں اور یہ بات بالکل مستبعد نہیں بلکہ قوموں اور سلطنتوں کے انقلاب میں اللہ کی یہ سنت جاری ہے کہ معمولی لوگوں میں سے کوئی کمزور فرد جیسے نادر شاہ وغیرہ سر اٹھاتا ہے اور آہستہ آہستہ رفقاء کی ایک جماعت فراہم کرلیتا ہے اور تدریجا قوت اور شوکت حاصل کرلیتا ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے سلاطین کی سلطنت اور بڑے بااقتدار شہنشاہوں کی مملکت درہم برہم کردیتا ہے۔

کس قدر بے انصافی ہے کہ جو شخص محض دنیا کی طلب میں کمربستہ ہوتا ہے اس کے حق میں فتح و نصرت کا گمان کرلیا جاتا ہے لیکن جو شخص محض اللہ کیلئے اور اللہ کی رضا کیلئے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے حق میں اس فتح و نصرت کا حصول بعید سمجھا جاتا ہے اور اس پر عجیب عجیب اشکالات اور قسم قسم کے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اس کا ساتھ کوئی نہیں دیتا ہے اور عام مسلمانوں کو بھی اس کی رفاقت سے روکا جاتا ہے اور نوبت بایں جا رسد کہ اس کے منصوبہ جہاد کو درہم برہم کرنے کی سعی نامشکور کی جاتی ہے۔ "الا لعنة الله علی الظالمین الذین یصدون عن سبیل الله"۔

(۴) چوتھے یہ کہ ہم مان لیتے ہیں کہ شوکت قویہ کا حاصل ہونا اہل شوکت کے ساتھ جہاد کرنے کی شرط ہے اور آنجناب کو شوکت حاصل نہیں، لیکن میں پوچھتا ہوں کہ امام وقت کے لئے شوکت حاصل کرنے کا طریقہ آخر کیا ہے؟

کیا شوکت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کے پیٹ سے

فوجوں، لشکروں اور سامان جنگ کے ساتھ پیدا ہوتا ہے یا جس وقت جہاد کرنے کیلئے تیار ہوجاتا ہے اسی وقت فی الفور غیب سے تمام لشکر و افواج اور سامان جنگ عطا ہوجاتا ہے یہ بات نہ کبھی ہوئی ہے اور نہ کبھی ہو سکتی ہے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ جس طرح امام کا مقرر کرنا تمام مسلمانوں کا فرض ہے اور اس میں مداہنت موجب معصیت و گناہ ہے اسی طرح امام وقت کیلئے شوکت کا حاصل کرنا بھی ان کا فریضہ ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کے گرد جمع ہوجائیں اور ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق سامان جنگ فراہم کرنے کی کوشش کرے اور اس کو امام وقت کے سامنے پیش کرے۔ اسی لئے آیت کریمہ "واعدوا لهم ما استطعتم" اور "وجاهدوا باموالكم و انفسكم" میں تمام مخاطبین کو خطاب تھا نہ کہ صرف ائمہ کو، پس ہر وہ شخص جو کہتا ہے کہ امام کی شوکت جہاد کیلئے شرط ہے اور یہ شوکت ہم کو حاصل نہیں۔ اس کو لازم ہے کہ پہلے خود آئے اور بقدر استطاعت سامان جنگ اپنے ساتھ لائے اور اس معاملے میں کسی دوسرے کی شوکت کا انتظار اصلا جائز نہیں ، ہر شخص اگرچہ تنہا، کمزور، قلیل الاستطاعت ہو، امام کی دعوت کا آوازہ سن کر اپنے گھر سے نکل دوڑے اور جس قدر میسر آسکے اس کے ہمراہ مسلمانوں کی جماعت میں پہنچ جائے تاکہ جہاد کے قائم ہونے کی صورت پیدا ہو۔ نہ یہ کہ اپنے کو اللہ کے بندوں کے زمرے سے نکال کر ڈرپوک بندوں میں شامل کرے اور دین متین کے اس رکن رکین کو ہاتھ سے جانے دے ، سرکش دولت مندوں کی کاسہ لیسی اور ناقصات العقل عورتوں کی کنگھی چوٹی میں مشغول رہے۔ سبحان اللہ! اسلام کا حق یہی ہے کہ اس کے رکن عظیم کی جڑ کھود کر پھینک دی جائے؟ اور اس شخص کو جس کے سینے میں کمزوری و ناتوانی کے باوجود اسلامی حمیت جوش مار رہی ہے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جائے؟

یہ لوگ یہود و نصاریٰ اور مجوس و ہنود کی طرح ہیں کہ ملت محمدیہ کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔ محمدیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھیل اور مذاق سے بھی

جہاد کا نام لے لے تو مسلمانوں کے دل سنتے ہی پھول کی طرح کھل جائیں اور سنبل کی طرح لہلہانے لگیں اور اگر دور دراز کے مقامات سے بھی جہاد کا آوازہ اہل غیرت کے کانوں تک پہنچ جائے تو دیوانہ وار دشت و کوہسار میں دوڑنے اور شہباز کی طرح اڑنے لگیں، نہ یہ کہ جہاد کا مسئلہ اس عظمت کے باوجود کتاب الحیض و النفاس کی تعلیم و تعلم کے درجے سے بھی کم سمجھا جائے۔ مناسب ہے کہ ان خواہشات نفسانی اور وساوس شیطانی کو دل سے دور کریں اور ایمانی غیرت اور اسلامی حمیت کو جوش میں لائیں اور مردانہ وار مجاہدین کے لشکر میں داخل ہو جائیں اور زمانے کے نشیب و فراز پر جبر کریں اور دور دراز کے خیالات کو چھوڑ دیں۔ اور دنیاوی تعلقات کو جو اس مشغولیت سے مانع ہوں خیرباد کہہ دیں۔ فقط والسلام۔

(بحوالہ دعوت و عزیمت جلد ۶ صفحہ ۵۴۹)

یہ تھے مجاہد اسلام، اور میدان جہاد کے عملی مجاہد کے جلے ہوئے دل کے جلے جلے عظیم کلمات جس میں آج کے مجاہدین اور مخالفین جہاد کیلئے بھی عبرت کا بڑا سامان موجود ہے۔ میں نے مندرجہ بالا آیتوں کی تفسیر اور تشریح کی مناسبت سے اس کو یہاں نقل کردیا۔ اس سے بھی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خانہ نشین عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے۔ اب حدیث نقل کرتا ہوں۔

دوسری فصل

عورتوں کا جہاد حج ہے

حدیث نمبر ① وعن عائشة رضی الله عنها قالت استاذنت النبی صلی الله علیه وسلم فی الجهاد فقال جهادکن الحج۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں نکلنے اور شریک ہونے کی اجازت مانگی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کا جہاد حج ہے۔ یعنی تم عورتوں کا جہاد حج کرنا ہے۔

حدیث نمبر ② وعنها قالت قلت یا رسول الله علی النساء جهاد؟ قال نعم علیهن جهاد لا قتال فیه الحج والعمرة۔ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ عورتوں پر جہاد ہے یا نہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں عورتوں پر ایسا جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں اور وہ حج و عمرہ کرنا ہے۔ پہلے بخاری کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو سب سے افضل عمل پاتی ہیں کیا ہم جہاد نہ کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا بہتر جہاد مقبول حج ہے۔

فائدہ اس پہلی والی حدیث سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ عہد نبوت اور عہد صحابہ میں جہاد کا کتنا بڑا جذبہ موجزن تھا کہ مردوں کو چھوڑ کر گھر کی

خواتین اجازتیں مانگ مانگ کر جہاد میں جانے کی کوششیں کررہی ہیں معلوم ہوا کہ ہر عبادت جہاد نہیں ورنہ گھر کے اندر رہ کر خواتین تمام عبادتیں سرانجام دے رہی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ جہاد کی اجازت مانگ رہی ہیں جو میدان جہاد میں نکل کر کفار سے لڑنے کا نام ہے۔ ہائے افسوس آج جہاد کا یہ جذبہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے ایسا نکل گیا کہ مردوں اور جوانوں کو خدا کا واسطہ دے دے کر گھروں سے نکلنے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن وہ چھپ چھپ کر گھروں میں گھسے چلے جارہے ہیں۔

مندرجہ بالا دوسری حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جہاد کے اصلی مفہوم اور تعریف میں کفار سے لڑنے کا معنیٰ پڑا ہے۔ اسی لئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے ایسا جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں یعنی مردوں کے جہاد میں لڑنا پڑتا ہے۔ عورتوں کے لئے اس میں شرکت ضروری نہیں البتہ عورتوں کو اس کے بجائے حج و عمرہ میں شریک ہو کر محنت و مشقت اٹھا کر جہاد کا ثواب ملے گا۔

اوپر کی آیتوں اور ان دونوں حدیثوں سے یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ عورتوں کے لئے عام حالات میں جہاد کے لئے نکلنا ضروری نہیں ہے جس طرح عورتیں جہاد سے مستثنیٰ ہیں اسی طرح نابالغ بچے بھی مستثنیٰ ہیں۔ غلام مستثنیٰ ہیں، نابینا حضرات مستثنیٰ ہیں، لنگڑے لولے، اپاہج اور مقروض و مجنون مستثنیٰ ہیں۔ اس کی تفصیل مسائل الباب میں ملاحظہ کریں۔

تیسری فصل

مسائل الباب

مسئلہ بالغ بیٹا اپنے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں نہ جائے جبکہ جہاد فرض کفایہ ہو اور اگر فرض عین ہو جائے تو پھر بغیر اجازت کے جا سکتا ہے۔

مسئلہ ایک مراھق اٹھا ہوا بچہ جو کسی نہ کسی طرح لڑنے کی طاقت رکھتا ہو اگر باپ اس کو جہاد کی اجازت دیدے تو باپ کی یہ اجازت بھی صحیح ہے اور بیٹے کا جانا بھی صحیح ہے اگرچہ باپ کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ آگے جاکر بیٹا مارا جائے گا کیونکہ اس بھیجنے میں باپ کا مقصود قتل و قتال نہیں بلکہ بیٹے کو تربیت دلانا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے بیٹے کو باپ تیرنا سکھاتا ہے یا چھوٹے بچے کا ختنہ کرایا جاتا ہے یہ سب امور بچے کی تہذیب سے متعلق ہیں جو جائز ہیں۔ بعض فقہاء نے یہ شرط رکھی ہے کہ بچہ تعارض میں نہ آئے اگر بغیر تعارض قلعہ کی دیواروں سے یا مورچہ سے فائر کر کے لڑتا ہے تو باپ اجازت دے سکتا ہے اور اگر بچہ تعارض میں نکل کر میدان جنگ میں آتا ہے تو پھر باپ اجازت نہ دیں۔ (بحر رائق)

اس مسئلہ سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ نابالغ بچے کو ٹریننگ دلانا اور جہادی تربیت اور جہاد کے احوال سے روشناس کرانا جائز بلکہ مطلوب و مقصود ہے۔

مسئلہ اوپر والا مسئلہ اس وقت ہے جبکہ نفیر عام نہ ہوا ہو اگر جہاد کے لئے نفیر عام اور عام اعلان ہو جائے تو پھر نابالغ بچے کو دفاع کے لئے یا مسلمانوں کی جماعت بڑھانے کے لئے نکلنے میں والدین کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ (بحر رائق)

مسئلہ غلام کو آقا کی اجازت کے بغیر جانا جائز نہیں کیونکہ آقا کی خدمت اس

کے ذمہ متعیّن ہے اور جہاد کے لئے اس غلام کے علاوہ اور لوگ بھی جاسکتے ہیں جس سے غلام کا ذمہ ساقط ہوجاتا ہے۔

مسئلہ اوپر والا مسئلہ اس وقت ہے جبکہ جہاد کے لئے نفیر عام اور اعلان عام نہ ہو اگر اعلان عام ہوجائے تو پھر آقا کی اجازت کے بغیر غلام کے لئے نکلنا فرض عین ہوجائے گا۔

مسئلہ مقروض و مدیون شخص جب تک قرض ادا نہیں کرلیتا اس کو جہاد میں جانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ قرض کی ادائیگی کا انتظام کر کے جانا چاہے تو جاسکتا ہے یا قرض کا انتظام نہیں ہوا ہے لیکن قرض خواہ نے ان کو جانے کی اجازت دیدی تو پھر بھی جاسکتا ہے اور اگر جہاد فرض عین ہوگیا تو پھر ہر حالت میں جاسکتا ہے۔

مسئلہ اگر مدیون جہاد پر جانا چاہتا ہے لیکن اجازت لینے کے لئے دائن اور قرض خواہ موجود نہیں ہے تو مدیون کسی کو وصیت کرے کہ اگر میں مرگیا تو میرے مال سے فلاں قرض خواہ کا اتنا قرض ادا کرو تو اس صورت میں بغیر اجازت دائن جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ تاتار خانیہ)

ایک آدمی کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں اور امانت رکھنے والے حضرات موجود نہیں ہیں۔ اس آدمی نے کسی اور شخص کو وصیت کی کہ یہ امانتیں اس کے مالکوں کے حوالے کردو اور خود جہاد کے لئے چلا گیا تو یہ جانا جائز ہے۔

مسئلہ شوہر نے بیوی کا نفقہ مکمل کر کے دیدیا اب بیوی سے اجازت کی ضرورت نہیں بشرطیکہ گھر کی حفاظت کا انتظام ہوا ہو۔

مسئلہ ایک شہر یا ایک گاؤں میں ایک عالم ہے اس سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے تو اس عالم پر جہاد میں جانا لازم نہیں کیونکہ علاقہ کے لوگ دینی اعتبار سے ضائع ہوجائیں گے۔ (تاتار خانیہ)

اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ چھوٹے علماء کو جہاد میں شریک ہوجانا چاہئے یا کئی کئی بڑے علماء شہر میں موجود ہیں تو ضرورت سے زائد علماء کو جانا چاہئے اور آج کل تو دینی امور سب علماء کے سر پر آگئے ہیں عوام تو بغیر علماء کے قدم نہیں اٹھائیں گے اس لئے علماء پر جہاد لازم نہ بھی ہو پھر بھی حالات نے لازم کردیا ہے۔

مسئلہ جہاد کا اصل حق تو یہ ہے کہ آدمی خود نکل کر جان کے ساتھ جہاد میں حصہ لے لیکن اگر کوئی آدمی بیمار ہے اور خود نہیں جاسکتا ہے تو اگر ان کے پاس مال ہے تو ان کو چاہئے کہ وہ اپنی طرف سے کسی اور شخص کو روانہ کرے اور اس کا مکمل خرچہ برداشت کرے۔

مسئلہ ایک شخص کے پاس مال موجود ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی سے خرچ کے پیسے لے کر جہاد میں شریک ہوجائے اور اگر ان کے پاس اپنے پیسے نہیں ہیں اور جہاد پر جانا چاہتا ہے تو حکومت (یا مقررہ تنظیم) کو چاہئے کہ اس کا خرچ برداشت کرکے ان کو جہاد پر روانہ کرے۔ (بحر رائق)

مسئلہ اگر لشکر اسلام کمزور یا قلیل تعداد میں ہے تو قرآن کریم کو اپنے ساتھ دشمن کی سرزمین کی طرف نہ لے جائے کہ کہیں قرآن کی بے ادبی نہ ہوجائے اور اگر لشکر اسلام اچھی پوزیشن میں ہو تو پھر اپنے ساتھ قرآن لے جانا جائز ہے۔

مسئلہ بوڑھوں پر جہاد فرض نہیں تاہم اگر وہ نکلیں تو جائز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آخر عمر تک جہاد پر جایا کرتے تھے۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ابویمان رضی اللہ عنہ کے واقعات مشہور ہیں۔

مسئلہ نابینا حضرات پر بھی جہاد فرض نہیں تاہم اگر وہ جہاد پر جائیں تو منع نہیں بلکہ ثواب ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے اور جنگوں میں شریک ہوتے تھے پھر قادسیہ کی جنگ میں شہید ہوگئے۔

مسئلہ اگر ایک مجاہد اپنی بیوی یا لونڈی کو میدان جہاد میں لے جانا چاہتا ہے تو اس کی کئی صورتیں ہیں اگر لشکر اسلام کمزور ہے یا چھوٹا سا دستہ ہے اور چند گھڑ سوار ہیں تو اس حالت میں ان عورتوں کو اپنے ساتھ لے جانا مکروہ ہے۔ اگرچہ اس لے جانے میں عام مسلمانوں کا فائدہ ہو۔ مثلاً مجاہدین کو پانی پلانا، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، بیماروں کی تیمارداری کرنا۔ یا خاص شوہروں کا فائدہ ہو مثلاً ہمبستری کرنا۔ اس صورت میں عورت جوان ہو یا بوڑھی ہو اس کا لے جانا مکروہ ہے۔

اور اگر لشکر اسلام بڑا ہے طاقت والا ہے تو اس صورت میں جوان عورتوں کا لے جانا پھر بھی مکروہ ہے ہاں بوڑھی عورتوں کا لے جانا اگر مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ہو تو جائز ہے۔ (تاتارخانیہ)

مسئلہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ مسلمان عورتیں مردوں کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں ہاں اگر مسلمان بالکل مجبور ہوجائیں تو پھر عورتیں لڑسکتی ہیں۔ مثلاً نفیر عام ہوجائے اور مسلمان مجبور ہوجائیں اور عورتوں کا نکلنا ضرری ہوجائے تو پھر محض لڑنے کے لئے عورتوں کا نکلنا جائز ہے۔ اس صورت میں عورتیں اپنے آباؤ اجداد اور شوہروں کی اجازت کے بغیر نکل سکتی ہیں اور کسی کو ان کا روکنا جائز نہیں جو کوئی ان کو منع کرے گا وہ گناہ گار ہوجائے گا اسی طرح اگر مسلمان مجبور نہیں ہیں لیکن یہ عورتیں دور دور سے لڑنے اور تیر چلانے میں حصہ لے سکتی ہیں تو اس صورت میں بھی جاسکتی ہیں۔ نوجوان لڑکیاں زخمیوں کے علاج کے لئے یا پانی پلانے کے لئے یا مجاہدین کا کھانا پکانے کے لئے نہیں جاسکتی ہیں ہاں عمر رسیدہ خواتین اگر بڑے لشکر میں نکل کر زخمیوں کی مرہم پٹی کریں بیماروں کی تیمار داری کریں پانی پلائیں اور کھانا پکائیں تو یہ جائز ہے۔ مگر لڑنا جائز نہیں۔ (تاتارخانیہ)

چوتھی فصل

مستثنیٰ ہونے کے باوجود عورتوں کا جذبہ جہاد

اگرچہ صنف نازک کے لئے میدان کارزار میں نکل کر مردوں کے شانہ بشانہ دشمن سے مقابلہ کرنا کوئی شرعی قاعدہ اور اصول نہیں ہے۔ لڑنے اور جہاد کرنے کے عام احکامات سے عورتیں مستثنیٰ ہیں جہاد جب فرض عین کی صورت میں نہ ہو تو خواتین کے لئے گھر میں بیٹھے رہنا شرعاً جائز ہے۔ فرض عین کی صورت میں ان پر بھی لڑنا لازم ہو جاتا ہے۔

ان تمام گنجائشوں کے باوجود ہم جب سلف صالحین اور خاص کر صحابہ کے دور پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اسلام کی حفاظت اور اس کی سربلندی اور ترقی کے لئے جہاں مردوں نے جان پر کھیل کر جرات و شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے وہیں پر عورتوں اور اسلام کی بہادر ماؤں نے اور ملت کی بہادر بہنوں نے جرات و شجاعت، بہادری و بسالت کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ مرد حیران رہ گئے ہیں اور اس طرح ان خواتین اسلام نے اپنے دین کے لئے اور ملک و ملت کے ناموس کے لئے اپنے معصوم خون کا نذرانہ پیش کر کے ہر نوجوان کو جھنجھوڑ کر بیدار کیا ہے اور تاریخ میں یہ باب رقم کی ہے کہ ہاں اس مقدس دین کے مقدس گلشن کی آبیاری میں ہمارا پاکیزہ معصوم اور مقدس خون بھی شامل ہے۔ چند حکایات کو درج کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حکایت نمبر ① جنگ احد میں جب کافروں نے یلغار کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر براہ راست حملہ آور ہوئے تو حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا سینہ سپر ہو گئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری مدافعت کرتی رہیں۔ جب

عبداللہ بن قمیئہ غراتا ہوا آیا تاکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرے تو حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے آگے بڑھ کر حملہ کو روکا چنانچہ ان کے کندھے پر کاری زخم آیا اور اس میں غار پڑگیا۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے جوابی کارروائی کر کے ابن قمیئہ پر زبردست حملہ کیا مگروہ دو زریں پہنے ہوئے تھا اس لئے تلوار کارگر نہیں ہوئی۔ جنگ احد میں ان کے جسم پر قریباً ۱۳ زخم آئے تھے اور کئی محاذوں پر اُم عمارہ نے شجاعت کے جوہر دکھائے۔ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں بھی اُم عمارہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے حاضر ہوئی تھیں وہاں انہوں نے بے جگری سے جنگ میں حصہ لیا اور ۱۲ زخم کھا کر ایک ہاتھ کو بھی اللہ کے راستے میں کٹوادیا۔ فرحمها الله رحمة واسعة۔

حکایت نمبر ② سرزمین شام میں ایک بہادر خاتون اُم ابان رضی اللہ عنہا نے کئی معرکوں میں حصہ لیا ان کا شوہر ان جنگوں میں شہید ہوگئے تھے۔ اُم ابان کی شادی نئی نئی ہوئی تھی ابھی ہاتھوں سے مہندی بھی نہیں اتری تھی کہ شوہر شہید ہوگئے۔ اُم ابان شوہر کی لاش پر آئیں اور فرمایا کہ آپ کو شہادت مبارک ہو، آپ حوروں کے پاس پہنچ گئے۔ آپ اس رب کے جوار رحمت میں چلے گئے جس رب نے ہم کو ملایا تھا اور اب جدا کردیا۔ نہ میں نے آپ کو اچھی طرح دیکھا اور نہ آپ نے اچھی طرح مجھے دیکھا تھا اور نہ ہم نے کوئی آرام کیا تھا کہ آپ جدا ہوگئے۔ خدا کی قسم تیرے بعد کسی اور سے شادی نہیں کرونگی۔ مجھے آپ سے ملاقات کا شوق ہے میں نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کردیا ہے خدا کی قسم ایسا جہاد کرونگی کہ آپ تک پہنچ جاؤنگی۔ اس کے بعد اُم ابان اپنے خیمہ میں آئیں اور اسلحہ زیب تن کیا جسم کو خوب پردہ میں لپیٹ لیا اور ہیئت بدل کر میدان کارزار میں اتر آئیں اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے شوہر کا قاتل کون ہے اور وہ قلعہ کے کس دروازہ پر شہید ہوگئے ہیں۔ مسلمانوں نے بتایا کہ وہ باب توما پر شہید ہوئے ہیں اور توما نامی عیسائی جرنیل نے ان کو شہید کیا ہے۔ حضرت اُم ابان نے توما پر ایک دم حملہ کردیا

ان کے سامنے ان کے کئی محافظوں پر تیر چلا کر مارا اور توما پر اندھا دھند تیر چلا رہی تھیں کہ ایک تیر جاکر توما کی آنکھ میں پیوست ہوگیا اور وہ چیختا چلاتا ہوا میدان سے بھاگا۔

اُم ابان وہاں دوسرے کفار سے لڑ رہی تھیں اور یہ رجز گا رہی تھیں۔

ام ابان فاطلبی بثارک
صولی علیھم صولۃ المتدارک

"اے اُم ابان اپنا بدلہ پورا پورا لو، اور رومیوں پر ایسا حملہ کردو جس سے پورا مطلب حاصل ہوجائے"۔

حکایت نمبر (۳) غزوۂ خندق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور حفاظت خواتین کو پہلے سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قلع فارع میں جمع فرمایا تھا جب یہودیوں نے غداری کی تو انہوں نے اس قلعہ پر حملہ کردیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں آپ نے خیمہ کا ایک بانس لے لیا اور دوسری خواتین کے علاوہ تنہا یہودیوں پر حملہ آور ہوئیں اور ایک یہودی کو قتل کیا۔

اس سے یہودی ڈر گئے اور یہ خیال کیا کہ کہیں بہت سارے مسلمان اس قلعہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ ان کا یہ خطرناک حملہ ایک خاتون کی جرات و شجاعت سے ناکام ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد میں جاتے تو اُم سلیم اور انصار کی دیگر عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے وہ عورتیں غازیوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کرتیں۔ (مسلم شریف)

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شریک ہوئی ہوں۔ میں میدان جنگ کے مجاہدین کے

پیچھے ان کے خیموں میں رہا کرتی تھی جہاں میں ان کے لئے کھانا پکاتی، زخمیوں کی مرہم پٹی اور دوا دارو کرتی اور بیماروں کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ (مسلم شریف)

حکایت نمبر (۴) حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ خاتون تھیں ان کے چار بیٹے تھے جنگ قادسیہ میں انہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو پاس بلا کر نہایت فصیح اور بے حد موثر بیان کیا جس کا مفہوم اور خلاصہ اس طرح ہے کہ میرے پیارے بیٹو! تم اپنے وطن سے یہاں اس لئے نہیں آئے ہو کہ وہاں کسی معاشی بدحالی نے تمہیں تنگ کیا تھا بلکہ تم ایک بڑے مقصد جہاد کے لئے آئے ہو۔ تم نے اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی بوڑھی ماں کو بھی لا کر فارسیوں کے سامنے میدان میں ڈال دیا ہے۔ اے میرے پیارے بچو! جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو اسی طرح تم ایک ہی باپ کے بیٹے ہو، میں نے تمہارے ماموؤں کو رسوا نہیں کیا ہے اور نہ تمہارے والد سے کوئی خیانت کی ہے۔

اب میدان کارزار تیار ہے جب کفار سے مقابلہ شروع ہو جائے تو نہایت بہادری اور مکمل پامردی سے لڑو یہاں تک کہ جنت الفردوس کی دائمی خوشیاں تمہیں نصیب ہوں۔ یہ دنیا فانی ہے اور اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جب بیٹے میدان میں اترنے لگے تو حضرت خنساءؓ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا مانگی ان کے چاروں بیٹے شیروں کی طرح کفار پر غراتے ہوئے حملہ آور ہو گئے اور شاہینوں کی طرح کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ خوب لڑے اور خوب دل ٹھنڈا کر کے چاروں کے چار شہید ہو گئے۔

جب ماں کو معلوم ہوا تو فرمانے لگیں کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ شرف بخشا کہ میں چار شہیدوں کی ماں کہلائی اور اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹوں کو شہادت کے لئے قبول فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بیٹوں کو جنت میں جمع فرمائے گا۔

حکایت نمبر ⑤ جنگ یرموک میں تیس پینتیس ہزار صحابہؓ کے مقابلے میں چھ سے نو لاکھ تک کفار میدان کارزار میں اتر چکے تھے۔ جنگ کے کئی دور ہوئے ایک مرحلہ میں مسلمانوں پر کفار کے جرنیل باہان نے اچانک ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے اور آہستہ آہستہ اس جگہ تک پیچھے آگئے جہاں مسلمان عورتیں تھیں اسلام کی ان بہادر ماؤں نے ان بھاگنے والے مسلمانوں پر پتھراؤ کیا اور چیخ چیخ کر مسلمانوں کو غیرت دلائی اور اپنے شوہروں کو واپس لوٹنے پر برانگیختہ کیا ان عورتوں میں حضرت ہندہ بھی تھیں۔ انہوں نے اتفاق سے اپنے شوہر ابو سفیان کو دیکھا تو کہنے لگیں اے ابوسفیان! کہاں بھاگ رہے ہو؟ لوٹ جاؤ اور اپنی جان کی قربانی دیدو تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آپ نے جو جنگیں لڑی ہیں اس کا کچھ کفارہ تو ادا ہوجائے۔ انہیں عورتوں میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اُم ابان اُم حکیم، حضرت خولہ، حضرت ہندہ، حضرت سلمی، حضرت لبنی رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔ سب نے زور لگا کر مسلمانوں کو لوٹنے پر مجبور کردیا اب مسلمانوں نے باہاں کی ارمنی فوج پر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ دشمن بھاگ اٹھا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سب سے آگے تھیں اور یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہی تھیں اور مسلمانوں کو بھڑکا رہی تھیں۔

یا ہاربا عن نسوۃ ثقات
لھن جمال و لھن بنات

"اے وہ شخص جو قابل اعتماد اور خوبصورت عورتوں اور ان کی بیٹیوں کو چھوڑ کر بھاگ رہا ہے"۔

تسلمھن طرا الی الھیات
تملک نوا صیھا مع البنات

"کیا ان سب کو اس ذلیل دشمن کے حوالے کرتے ہو جو ان کی اور ان کی بیٹیوں کے مالک ہوجائیں گے"۔

اعلاج سوء فسق عتات
یبان منا اعظم الشتات

"جو بد ترین سرکش عجمی کافر ہیں۔ پھر ہماری اور تمہاری بڑی دور کی جدائی ہو جائے گی"۔

حضرت ہندہؓ نے بھی مسلمانوں کو واپس لوٹنے اور حملہ کرنے کا زبردست جوش دلایا آپ نے وہ اشعار بھی پڑھ کر سنادیئے جو آپ نے مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی حمایت کے لئے احد کے میدان میں پڑھے تھے۔ اشعار یہ ہیں۔

نحن بنات طارق
نمشی علی النمارق
مشی القطا الاوامق
المسک فی المفارق
والدر فی المخانق
ان تقبلوا نعانق
ونفرش النمارق
اوتدبر وا نفارق
فراق غیر وامق

"ہم طارق (ستاروں) کی بیٹیاں ہیں جو نرم نرم فرشوں پر چلتی ہیں جیسے تیز رفتار قطا پرندہ چلتا ہے ہمارے سروں میں مشک کی خوشبو ہے اور گلوں میں موتی ہیں۔ اگر دشمن پر ٹوٹ پڑو گے تو ہم معانقہ کریں گی اور فرش بچھائیں گی اور اگر بھاگو گے تو ہم جدا ہو جائیں گی اور یہ جدائی ہمیشہ کے لئے بے رغبت کی جدائی ہوگی۔ خواتین اسلام کی کوششوں سے مسلمان پلٹ گئے اور ایسا سخت حملہ کیا کہ کافروں کو واپس بھاگنا پڑا"۔

بہادر مائیں میدان جنگ میں

حکایت نمبر (۶) حضرت خولہ بنت ازور اسلام کی بہادر خواتین میں شمار ہوتی ہیں۔ جنگ شحوراء میں خولہ رضی اللہ عنہا چند دیگر خواتین کے ساتھ کفار کی قید میں آگئی تھیں۔ بطرس نے ان خواتین کو تین ہزار لشکر کی نگرانی میں دمشق کی طرف روانہ کردیا اور خود بھی ساتھ چل پڑا۔ جب نہرا ستریاق پر پہنچا تو اس نے لشکر سے آرام کرنے کو کہا اور خود اپنے بھائی جرنیل بولص کے انتظار میں بیٹھ گیا اور عورتوں کو ایک خیمہ میں بند کر کے رکھ دیا۔

اس خیمہ میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے ان عورتوں کے سامنے جرات کا ایک خطبہ دے کر فرمایا۔

اے حمیر کی بیٹیو!! اے قبیلہ تبع کے یادگارو! کیا تم اس پر راضی ہو کہ رومی کفار تمہیں لونڈیاں بنائیں؟ کہاں گئی تمہاری غیرت اور کہاں گئی تمہاری شجاعت جس کے تذکرے عربی مجلسوں میں ہوا کرتے تھے؟ افسوس میں تمہیں غیرت سے علیحدہ اور شجاعت و حمیت سے خالی پا رہی ہوں۔

اس آنے والی مصیبت سے تو تمہاری موت بدرجہا افضل ہے۔

یہ سن کر عفیرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے خولہ آپ کی باتیں بالکل برحق ہیں لیکن ہم کیا کرسکتی ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں تلوار اور دیگر ہتھیار نہیں۔ خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہوش کرو۔ یہ خیمہ کی لکڑیاں جو موجود ہیں اسی کو اٹھاؤ اور دشمن پر حملہ کرو پھر اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔

چنانچہ ہر ایک خاتون نے ایک ایک لکڑی اٹھائی اور سب نے لشکر کفار پر حملہ کردیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں ایک بڑی لکڑی تھی اور وہ آگے آگے سب کی کمان کررہی تھیں۔ "ہل من مبارز" کا نعرہ لگا اور حضرت خولہ نے لکڑی سے وار کر کے ایک رومی کو قتل کردیا۔ لشکر کفار حیران تھا کہ یہ کیا ہوگیا دیکھا

تو اسلام کی یہ بہادر مائیں اب شیرنیاں بنی ہوئی تھیں۔ بطرس نے کہا اے بدبختو یہ کیا کررہی ہو؟ حضرت عفیرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ان ڈنڈوں سے آج تمہارے دماغ درست کریں اور اپنے اسلاف کی عزتوں کی حفاظت کریں۔ اب چاروں طرف سے تین ہزار رومی لشکر نے گھیرا ڈال کر ان خواتین پر حملہ کیا لیکن ان بہادر ماؤں نے ایسا دفاع کیا کہ جو آگے بڑھا اسے مارا چنانچہ ۳۰ رومی مارے گئے لشکر کفار نے منظم ہو کر حملہ کی تیاری کی حملہ شروع ہو ہی چکا تھا اور یہ جانثار خواتین دفاع میں تیار کھڑی ہی تھیں کہ دور سے غبار اٹھا تلواریں چمکیں اور نعرہ تکبیر کی گونج اٹھی دیکھا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر آپہنچا اور کفار کے لشکر کو گھیرے میں لے کر سب کو قتل کیا اور خواتین کو چھڑالایا۔

حکایت نمبر (۷) یہ قصہ بھی خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا حضرت ضرار بن ازور کی بہن کا ہے۔ قصہ یوں ہوا کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو دمشق کے علاقہ میں کفار نے میدان جنگ میں گرفتار کرلیا۔ ان کی رہائی کے لئے حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو عمومی حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ رجز کے اشعار پڑھ رہے تھے اور دشمن کی طرف آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے سرخ عمدہ گھوڑے پر ایک شہسوار کو دیکھا جس کے ہاتھ میں لمبا چمکدار اور مزیدار نیزہ تھا اس کے چلنے پھرنے سے بہادری، دانائی اور جنگی مہارت نمایاں تھی زرہ کے اوپر سیاہ لباس پہن رکھا تھا جس میں اس کا پورا بدن چھپا ہوا تھا۔ سبز عمامہ سے کمر کس لی تھی اور فوج کے آگے آگے شعلہ جوالہ کی طرح گردش کررہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تمنا کی کہ کاش مجھے معلوم ہوجائے کہ یہ شہسوار کون ہے قسم بخدا یہ شخص نہایت دلیر اور بہادر معلوم ہورہا ہے۔ لشکر اسلام جب کفار کے قریب پہنچا تو لوگوں نے اس شہسوار کو رومیوں پر ایسا گرتے دیکھا جس طرح باز چڑیوں پر جھپٹتا ہے اس کا حملہ ایسا تھا کہ اس نے دشمن کے لشکر میں تہلکہ مچا دیا اور مقتولین کے ڈھیر لگادیئے اور بڑھتے بڑھتے رومی لشکر کے وسط میں گھستا چلا

گیا وہ کوندتی ہوئی بجلی تھی کہ آناً فآناً چند جوانوں کے سروں پر گرتی ہوئی چمکنے لگی۔ دو چار کو بھسم کر کے پانچ سات کے بدن پر گر کر پھر اپنے پہلے مقام پر نمودار ہوئی۔ اس شہسوار کے ہاتھ کا نیزہ خون آلود تھا غم کے آثار اس کے جسم پر نمایاں تھے وہ چونکہ اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈال چکا تھا اس لئے وہ دوبارہ پلٹا اور کافروں کے لشکر کو چیرتا ہوا اندر گھستا چلا گیا جو سامنے آیا اسے ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ شہسوار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی ہو سکتے ہیں۔ رافع بن عمیرہ نے حیرانگی کے عالم میں خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خود حیران ہوں کہ یہ کون ہے۔ پھر دوبارہ عمومی حملہ ہوا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکر کے آگے کھڑے تھے کہ اچانک پھر وہی سوار جو خون میں لت پت تھا اور جس کا گھوڑا پسینہ پسینہ تھا رومیوں کے لشکر کے بیچ سے شعلہ جوالہ کی طرح باہر نکل آیا، رومیوں کا کوئی بھی سپاہی مقابلے کے لئے آتا تو پشت دکھا کر بھاگتا اور یہ سوار تنہا کئی کئی بہادروں کا مقابلہ کرتا تھا۔ وہ بالکل رومیوں کے اندر ان سے لڑ رہا تھا اور ارد گرد کی پرواہ کئے بغیر سب کا خاتمہ کر رہا تھا۔ جب یہ شخص میدان کارزار سے واپس لشکر اسلام میں آگیا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ وہ گلاب کے پھول کی ایک ارغوانی پنکھڑی تھی جو خون میں رنگی ہوئی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تو نے اپنے غصہ کو اللہ کے دشمنوں پر صرف کر کے ٹھنڈا کیا اور اللہ کے راستے میں بڑا جہاد کیا ذرا بتاؤ تم کون ہو؟ اس نے کچھ جواب نہ دیا اور پھر جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے تو نے مجھے اور تمام مسلمانوں کو بے چینی میں ڈال دیا ہے۔ تم اس قدر بے پرواہ کیوں ہو بتاؤ تم آخر کون ہو؟ اس اصرار پر وہ سوار نسوانی لہجہ میں بولنے لگا کہ میں نے نافرمانی کی وجہ سے جواب سے اعراض نہیں کیا ہے بلکہ مجھے شرم آتی ہے کیونکہ میں مرد نہیں ہوں بلکہ ایک عورت ذات ہوں، مجھے میرے درد دل نے اس میدان میں اتارا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کون عورت ہے؟

فرمایا کہ ضرار کی بہن خولہ بنت ازور ہوں۔ بھائی کی گرفتاری کا پتہ چلا تو وہی کیا جو آپ نے دیکھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت روئے اور پھر عمومی حملہ کا حکم دیدیا تاکہ ضرار کی رہائی کی کوئی صورت ہوجائے۔ اس بار پھر خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں بھی اس حملہ میں پیش پیش رہوں گی۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ خالد کے پاس سے خولہ رضی اللہ عنہا نے کفار پر ایسا حملہ کیا کہ رومیوں نے آپس میں کہا کہ اگر سارے عرب اسی طرح بہادر ہیں تو ہم کبھی بھی مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ (فتوح الشام)

ماں ہو تو ایسی ہو

حکایت نمبر ⑧ ابن جوزی دمشقی نے اپنی کتاب "سوق عروس انس نفوس" میں ایک عورت کے جذبۂ جہاد اور مالی وجانی قربانی کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے جس میں مجاہدین اور مسلمان خواتین کے لئے بڑی عبرتیں ہیں۔ (مؤلف)

فرمایا کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو ابوقدامہ شامی کے نام سے معروف و مشہور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں جہاد کی محبت ڈال دی تھی چنانچہ وہ اکثر و بیشتر رومیوں سے لڑنے اور جہاد کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگوں سے گفتگو کررہا تھا۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ واقعات جہاد میں سے جو سب سے تعجب انگیز واقعہ آپ نے دیکھا ہو وہ ہمیں سنادیجئے۔ شیخ ابوقدامہ نے فرمایا کہ، سنو! میں ایک دفعہ "رقہ" چلا گیا تھا تاکہ کوئی اونٹ خرید لوں جو ہمارے اسلحہ کے اٹھانے اور لے جانے کے کام آجائے۔ چنانچہ میں ایک دن دریائے فرات کے قریب رقہ نامی اس شہر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک عورت آئی اور اس نے مجھ سے کہا کہ اے ابوقدامہ میں نے آپ کے متعلق سنا ہے کہ آپ جہاد پر وعظ کہتے ہو اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہو، میں ایک

ایسی عورت ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لمبے لمبے بالوں سے نوازا ہے میں نے اپنے اکھڑے ہوئے بالوں سے ایک رسی بٹ لی ہے اور اس پر میں نے مٹی مل لی ہے تاکہ بالوں کی بے پردگی نہ ہو آپ اس رسی کو لیجئے اور جب آپ دشمن کی سرزمین پر پہنچ جائیں اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوجائے۔ تلواریں ٹکرانے لگیں، تیر پھینکے جانے لگے اور نیزے سانپوں کی طرح باہر نکل آئے تو آپ اس رسی کو اپنے جہادی گھوڑے کے گلے میں ڈال دیں اور اس سے جہاد کریں اگر آپ کو خود ضرورت نہ پڑے تو کسی ضرورت مند مجاہد کو دیجئے میں اس عمل سے یہ چاہتی ہوں کہ میدان جہاد کا گرد و غبار میرے بالوں کو لگ جائے۔ میں ایک بیوہ عورت ہوں۔ میرے شوہر جہاد میں شہید ہوچکے ہیں اور میرا پورا کنبہ جہاد میں شہید ہوگیا ہے۔ اگر مجھ پر جہاد فرض ہوتا تو میں خود چلی جاتی لہذا میری جگہ آپ میرے ان بالوں کو جہاد میں استعمال کریں۔ پھر اس عورت نے کہا اے ابوقدامہ یہ بات سن لو کہ جب میرا شوہر شہید ہوگیا تو اس نے اپنے پیچھے ایک خوبصورت لڑکا چھوڑا تھا اس لڑکے نے قرآن کریم حفظ کرلیا ہے اور جہادی ٹریننگ کر کے گھڑ سواری میں خوب مہارت حاصل کرلی، وہ تیر اندازی میں غضب کا ماہر ہے وہ رات بھر تہجد پڑھتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے اس وقت وہ خوب جوان ہے اور اس کی عمر پندرہ سال ہے آج کل وہ اپنی زمینوں میں کام کے لئے گیا ہوا ہے جب وہ واپس آجائے گا اور آپ یہاں موجود ہونگے تو میں اس جوان سال بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں اللہ کی رضا کے لئے بطور "قربانی" پیش کروں گی میں آپ کو دین اسلام کی عزت و عظمت کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ مجھے اس ثواب سے محروم نہ کریں۔

میں نے اس عورت سے وہ بٹی ہوئی رسی لے لی تو دیکھا کہ وہ اس کے سر کے بالوں سے بنی ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے سامنے اس رسی کو اپنے سامان میں محفوظ کر کے رکھیں تاکہ مجھے تسلی ہوجائے۔

میں نے رسی کو محفوظ کر کے رکھا اور "رقہ" سے اپنے ساتھیوں سمیت نکلنے

لگا۔

جب ہم مسلمہ بن عبدالملک کے قلعہ کے پاس پہنچے تو پیچھے سے ایک شہسوار کی چیخنے کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا اے ابوقدامہ خدا کے لئے ذرا رک جایئے۔ ہم رک گئے جب ہم نے دیکھا تو ایک شہسوار گھوڑے کو کداتا ہوا آرہا ہے۔ آتے ہی اس نے مجھ سے معانقہ کیا اور پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے آپ کی رفاقت سے محروم نہیں کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ پیارے بیٹے! آپ ذرا چہرہ کو دکھا دیجئے تاکہ میں دیکھوں اگر آپ پر جہاد لازم اور فرض ہو تو میں آپ کو اجازت دیدوں گا ورنہ میں آپ کو واپس کردوں گا۔ جب اس نے چہرہ ظاہر کیا تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح ایک خوبصورت ناز پروردہ نوعمر جوان تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ بیٹے! آپ کا والد زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں وہ شہید ہو چکے ہیں اور اسی کا بدلہ لینے کے لئے جارہا ہوں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔ میں نے کہا کیا آپ کی والدہ ہے؟ تو کہنے لگے ہاں والدہ حیات ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ جاکر اپنی والدہ سے اجازت لے لو اگر اس نے اجازت دیدی تو ٹھیک ورنہ آپ ان کے پاس ہی رہیں کیونکہ جنت ماں کے پاؤں تلے ہے۔ اس نوجوان نے کہا اے ابوقدامہ! کیا آپ مجھے نہیں جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں کہنے لگے کہ میں تو اسی عورت کا بیٹا ہوں جس نے آپ کے پاس سر کے بال کی رسی رکھی ہے آپ اتنی جلدی بھول گئے ہو؟

میں انشاء اللہ شہید ابن شہید بنوں گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے ساتھ جہاد میں جانے سے نہ روکیں۔ میں کتاب اللہ کا حافظ ہوں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ہوں۔ میں تیر اندازی اور گھڑسواری کا اتنا ماہر ہوں کہ میرے علاقے میں میرے جیسے کوئی نہیں۔ لہٰذا آپ مجھے چھوٹا سمجھ کر نظرانداز نہ کریں۔ میری والدہ نے مجھے قسم کھلائی ہے کہ میں زندہ واپس نہ لوٹ آؤں۔ والدہ نے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے! جب کفار

سے مڈھ بھیڑ ہو تو آپ پشت نہ دکھائیں۔ اللہ کے راستے میں اپنی جان اللہ کے حوالے کردیں اور جنت میں اللہ تعالیٰ کے پڑوس اور پھر اپنے والد کی پڑوس کی دعا مانگا کریں۔

جب اللہ تعالیٰ نے تجھے شہادت نصیب کی تو آپ میری شفاعت بھی کریں کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید اپنے خاندان کے ۷۰ آدمیوں کی شفاعت کریگا یہ کہہ کر امی جان نے مجھے اپنے سینہ سے لگا لیا اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اس طرح دعا مانگی اے میرے مولا! اے میرے آقا! یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے دل کا پھل اور میرے جسم کا پھول ہے میں نے اس کو تیری خدمت میں پیش کردیا ہے اس کو قبول فرمالیجئے؟

شیخ ابوقدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اس لڑکے کی یہ گفتگو سن لی تو میں بہت رویا خاص کر اس وجہ سے کہ یہ نوعمر اور نہایت خوبصورت نوجوان تھا اور اس وجہ سے بھی کہ اس کی والدہ کے دل پر کیا گزرے گی اور اس کے صبر پر بھی رویا۔ اس لڑکے نے کہا اے چچا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اگر میری صغر سنی پر رو رہے ہیں تو یاد رکھیں مجھ سے چھوٹوں کو بھی اللہ تعالیٰ نافرمانی پر عذاب دیتا ہے۔ میں نے کہا کہ تیری والدہ کی وجہ سے رونا آتا ہے وہ بچاری تیرے بعد کیا کرے گی۔

خیر ہم آگے بڑھتے چلے گئے رات کو مکمل سفر ہوا اور صبح روشن ہوگئی، لڑکا مسلسل اللہ کے ذکر میں لگا ہوا تھا میں نے جب غور سے دیکھا تو یہ لڑکا سب سے زیادہ گھڑسواری میں ماہر تھا اور سب سے زیادہ خدمت گزار بھی تھا جتنا ہم دشمن کے قریب ہوتے جاتے یہ لڑکا چست بنتا جاتا تھا دوسرے روز دن بھر سفر ہوا اور غروب آفتاب کے وقت ہم کفار مشرکین کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ہم نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا ہم سب روزے سے تھے۔ اس نوجوان لڑکے نے ہماری افطاری کا انتظام و اہتمام کیا وہ افطاری کی تیاری میں لگا ہوا تھا کہ نیند اس پر غالب آئی اور وہ سوگیا۔ سوتے میں ہم نے دیکھا کہ وہ نوجوان مسکرا رہا ہے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ

بھائیو! ذرا دیکھو یہ نوجوان کیسے مسکرا رہا ہے۔ جب لڑکا نیند سے بیدار ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ پیارے بیٹے! ہم نے آپ کو ابھی ابھی ہنستا ہوا دیکھا ذرا بتایئے۔ آپ نیند کی حالت میں کیسے ہنس رہے تھے۔

نوجوان نے کہا کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھ لیا تھا اس کی وجہ سے میں ہنسنے لگا تھا۔ خواب یہ کہ گویا میں ایک سرسبز و شاداب پرکشش باغیچہ میں ہوں۔ میں اس میں گھوم رہا تھا اور لطف اٹھا رہا تھا اچانک میں نے وہاں ایک عالیشان محل دیکھا جو چاندی جواہرات اور موتیوں سے بنا ہوا تھا۔ اس کے دروازے سونے کے تھے اور اس پر سلیقے سے پردے آویزاں تھے اچانک ان پردوں کو کچھ لڑکیوں نے دروازوں سے ہٹایا وہ لڑکیاں چاند کی طرح چمک رہی تھیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو سب نے مجھے خوش آمدید کہا میں نے خواب میں ایک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ کہنے لگی کہ جلدی نہ کیجئے ابھی آپ کا وقت نہیں آیا ہے۔ میں نے سنا کہ وہ آپس میں کہہ رہی تھیں یہ نوجوان "مرضیہ" کا شوہر ہے۔ پھر انہوں نے مجھے کہا کہ آپ پر اللہ رحم کرے ذرا آگے بڑھئے۔ میں کچھ آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس محل میں ایک کمرہ ہے جو سب سے بلندی پر ہے اور خالص سونے کا بنا ہوا ہے جس میں زبرجد کا بنا ہوا ایک سبز پلنگ بچھا ہوا ہے۔ اس کے پائے سفید اور چمک دار چاندی کے بنے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک ایسی خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جس کا چہرہ آفتاب عالمتاب کی طرح چمک رہا تھا اگر اللہ میری نگاہوں کی حفاظت نہ کرتا تو میری نگاہیں چلی جاتی اور میری عقل سلب ہو جاتی۔ جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہا مرحبا مرحبا آیئے آیئے خوش آمدید خوش آمدید۔

اے اللہ کے محبوب! اب آپ میرے لئے ہیں اور میں تیرے لئے ہوں، میں اس کی طرف بڑھنے لگا تو وہ کہنے لگی کہ نہیں نہیں ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ ہاں کل ظہر کے وقت کا وعدہ ہے۔ مبارک ہو، مبارک ہو۔ شیخ ابوقدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے سے کہا کہ آپ نے کیا ہی عمدہ اور اچھا خواب دیکھا ہے۔ رات بھر

ہم نوجوان کے اس خواب پر تعجب کر رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو ہم سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میدان کارزار کے لئے تیار ہوئے۔ اتنے میں کسی پکارنے والے نے پکارا۔

یا خیل اللہ ارکبی وفی الجنۃ ارغبی، انفروا خفافا وثقالا۔

اے اللہ تعالیٰ کے شہسوارو اور اس کے دین کے مددگارو! سوار ہو کر چلو اور جنت کی طرف بڑھو تم ہلکے ہو یا بوجھل جلدی جلدی نکلو، جونہی یہ آواز ختم ہوئی تو لشکر کفار نمودار ہوا۔ اللہ اس کو ذلیل کرے وہ تو ٹڈی دل لشکر تھا جو چاروں طرف پھیل چکا تھا۔

ہم میں سے سب سے پہلے اس نوجوان نے لشکر کفار پر ایسا حملہ کیا کہ ان میں اندر تک گھستا چلا گیا اس نے کفار کے جمگھٹے کو تتر بتر کردیا اور بیچ میں جاکر لشکر کفار کو تہس نہس کردیا کئی بہادروں کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور کئی کفار کو زمین پر پچھاڑ دیا۔

میں نے جب اس لڑکے کے اس طرح تابڑ توڑ حملوں کو دیکھا تو میں ان کے پاس گیا اور اس کے گھوڑے کی لگام کو پکڑ کر کہا کہ اے پیارے بیٹے! اب آپ واپس ہوجایئے آپ نوعمر ہیں جنگی چالوں کا زیادہ تجربہ بھی نہیں، اس نے کہا کہ اے چچا جان! کیا آپ نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی؟

یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا ازحفا فلا تولواھم الادبار۔

اے چچا جان کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ پیچھے مڑ کر جہنم کا مستحق بنوں؟

ہم اسی گفتگو میں تھے کہ اچانک کفار نے ہم پر یکبارگی حملہ کیا یہ حملہ اس طرح سخت تھا کہ ہر آدمی اپنی اپنی فکر میں مشغول ہوگیا اس دوران لڑکے اور میرے درمیان بھی کفار حائل ہوگئے اور ہم ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ اس حملہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد شہید ہوگئی جب جنگ رک گئی تو نہ زخمیوں کا حساب لگایا

جاسکتا تھا اور نہ شہیدوں کا کوئی حساب تھا۔ میں اپنے گھوڑے سمیت شہداء کی لاشوں میں گھومنے لگا ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں اور سیلاب کی طرح خون بہہ رہا تھا۔ شہداء کے چہرے خون اور غبار کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ میں گھوم ہی رہا تھا کہ اچانک اس نوجوان کو زمین پر پڑا ہوا دیکھا جو گھوڑوں کے سموں کے نیچے کچلا پڑا تھا اور اس کے چہرے اور جسم پر گویا غبار اور مٹی کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور وہ اپنے آخری سانس میں یہ کہہ رہا تھا۔ "اے مسلمانو! خدا کے لئے میرے پاس میرے چچا ابو قدامہ کو بھیجو"۔

میں نے جب اس کی آواز سنی تو اس کے قریب آیا دیکھا تو وہ اپنے خون کے حوض میں الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ کثرت خون اور کثرت غبار اور گھوڑوں کے کچلے جانے کی وجہ سے میں ان کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ ہاں میں ابوقدامہ ہوں، اس پر لڑکے نے کہا کہ چچا جان رب کعبہ کی قسم خواب کی تعبیر سچی نکلی۔ میں اس کے چہرے پر جھک گیا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور ان کے چہرے سے مٹی اور خون اپنی چادر سے صاف کرنے لگا اور کہا کہ اے پیارے بیٹے! مجھے اپنی شفاعت میں قیامت کے روز نہ بھولنا۔ نوجوان نے کہا کہ آپ جیسے محسن کو بھلایا نہیں جاسکتا، آپ اپنی چادر سے میرے خون کو کیوں پونچھتے ہو؟ میرا اپنا کپڑا زیادہ مناسب ہے کہ اس سے میرا خون پونچھا جائے پھر اس نوجوان نے کہا کہ اے چچا جان یہ خون چھوڑ دیجئے کہ میں اپنے رب کے ساتھ اسی خون سے ملاقات کروں، خواب میں جس حور کو میں نے دیکھا تھا وہ سامنے کھڑی ہے اور میری روح کے نکلنے کے انتظار میں ہے اور مجھے کہہ رہی ہے کہ میں مشتاق دیدار ہوں جلدی سے میرے پاس آجائیے۔

اے چچا جان! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح سالم واپس لوٹا دیا تو آپ میرے یہ خون آلود کپڑے میری مسکین اور غمگین والدہ تک پہنچا دیں تاکہ ان کو معلوم ہوجائے کہ میں نے ان کی وصیت کو پورا کردیا ہے

اور مشرکین کے مقابلے میں کسی بزدلی سے کام نہیں لیا۔ آپ ان کو میرا سلام پہنچا دیجئے اور ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی کو قبول کرلیا، اے چچا جان! میری ایک چھوٹی سی بہن ہے جس کی عمر دس سال ہے میں جب بھی گھر سے باہر جاتا تو وہ مجھے رخصت کرتی اور جب بھی گھر پر آتا تو وہ سب سے پہلے مجھے ملتی اور سلام کرتی ،اس دفعہ جب میں آرہا تھا تو اس نے مجھے رخصت کرتے وقت کہا کہ بھائی جان! جلدی واپس آئیں دیر نہ کریں، میری اس بہن سے جب آپ کی ملاقات ہوجائے تو ان سے میرا سلام کہئے گا اور پھر یہ کہنا کہ آپ کا بھائی جان کہتا ہے کہ ”خدا حافظ قیامت میں ملاقات ہوگی“ یہ کہہ کر اس نوجوان نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور جان جان آفرین رب العالمین کے حوالہ کردیا۔ ہم نے ان کو انہیں کے کپڑوں میں دفنا دیا اور واپس ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوجائے۔

القصہ جب ہم اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس ”رقہ“ پہنچ گئے تو میں اس نوجوان کے گھر گیا دیکھا تو اسی لڑکے کی طرح اس کی خوبصورت ننھی منی معصوم بہن دروازہ پر کھڑی ہے اور غزوہ سے واپس لوٹنے والوں سے پوچھ رہی ہے کہ میرے بھائی کو آپ لوگوں نے نہیں دیکھا۔ لوگ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں جانتے ہیں۔ جب میں اس بچی کی طرف بڑھا تو وہ کہنے لگی کہ چچا جان! آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا میں جہاد سے لوٹ آیا ہوں۔ وہ کہنے لگی کیا میرا بھائی لوٹ کر نہیں آیا؟ یہ کہہ کر وہ چیخ اٹھی اور کہا کہ سب لوگ آگئے میرا پیارا بھائی کیوں نہیں آتا، میں نے رونے کو قابو کرلیا اور اس بچی سے کہا کہ اپنی امی کو جاکر کہہ دو کہ دروازہ پر ابوقدامہ آیا ہے ان سے بات کرو، میری اس گفتگو کو اس خاتون نے سن لیا تو وہ فوراً باہر آئی اور اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا تھا۔ میں نے ان کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا۔ اے ابوقدامہ! یہ بتادیجئے کہ آپ خوشخبری لے کر ہمارے پاس آئے ہیں یا غم کی خبر لے کر آئے ہو؟ میں نے کہا کہ خوشخبری اور غم کی خبر کی وضاحت آپ کریں تو اس نے کہا اگر میرا بیٹا صحیح سالم واپس آگیا ہے تو

یہ غم کی خبر ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت سے نوازا ہے تو یہ خوشی کی خبر ہوگی۔ میں نے کہا مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تیری ہدیہ اور قربانی کو قبول کرلیا ہے اور تیرا بیٹا شہید ہوچکا ہے۔ کہنے لگی کیا اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کرلیا؟ میں نے کہا ہاں قبول کرلیا۔ کہنے لگی شکر الحمدللہ یہ میرا آخرت کا سرمایہ بن گیا۔ سبحان اللہ ماں ہو تو ایسی ہو بیٹا ہو تو ایسا ہو۔

بناکر دند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن
خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت را

پھر میں نے اس نوجوان کا پیغام اس کی بہن تک پہنچایا کہ سلامت رہو بہن! خدا حافظ قیامت میں ملاقات ہوگی، لڑکی نے جب یہ پیغام سنا تو ایک چیخ مار کر بے ہوش ہوکر گر پڑی، میں نے جب اس کو ہلایا تو وہ مرچکی تھی میں نے لڑکے کے خون آلود کپڑے ان کی والدہ کے حوالہ کردیئے اور زخمی زخمی دل اس گھر سے واپس لوٹ آیا مجھے اس عورت کے صبر پر اب تک تعجب ہو رہا ہے۔

(مشارق الاشواق صفحہ ۲۹۰)

محترم قارئین:

یہ چند حکایات خواتین اسلام کے آپ نے پڑھ لئے اس کے علاوہ بہت سارے واقعات اسلام کے ان مقدس ماؤں کے ہیں لیکن خوف طوالت سے میں اسے چھوڑ رہا ہوں جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں عورتوں کے لئے سامان عبرت کے ساتھ ساتھ مردوں کے لئے بھی بڑی عبرت کا مقام ہے شہید کی ماؤں اور ان کے والدین اور بہن بھائیوں کے لئے بھی عبرت کا سامان ہے ایسی عظیم مائیں ہوں تو وہ اسی طرح عظیم بچوں کو جنم لیتی ہیں، سچ ہے ؎

خلق الله للحروب رجالا
ورجالا لقصعة وثريد

اللہ تعالٰی نے بعض لوگوں کو جنگوں کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض کو قورے اور ثرید کھانے کے لئے۔

من عهد عاد كان معروفا لنا
اسر الملوك وقتلها وقتالها

بادشاہوں سے لڑنا انہیں قید و قتل کرنا زمانہ قدیم سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

من كان يعلم ان الشهد مطلبه
فلايخاف للدغ النحل من الم

جس شخص کا پکا ارادہ ہو کہ اُسے شہد حاصل کرنا ہے تو وہ شہد کی مکھی کے ڈنگ مارنے کا خوف نہیں رکھتا۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر اُبھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سناں سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اَڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اُکھڑ جاتے تھے
ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے
اور مرتے تھے تیرے نام کی عظمت کے لئے
تھے ہمیں ایک تیرے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

مُسلم نوجوانوں سے

ملک و ملّت پر فدا عُمرِ رواں کرتے چلو
یہ حیاتِ چند روزہ جاوداں کرتے چلو

عالمِ حیرت میں رہ جائیں بہاریں دیکھ کر
خون کے چھینٹوں سے وہ گل کاریاں کرتے چلو

ہر قدم پر ساتھ لے کر دولتِ فتح و ظفر
ہر تباہی کو نصیبِ دشمناں کرتے چلو

آنے والوں کے لیے بن کر چراغِ آگہی
اپنا ہر نقشِ قدم منزل نشاں کرتے چلو

ساغرِ توحید سے توڑو خمارِ آذری
بادہ خوارو بیعتِ پیرِ مغاں کرتے چلو

ظلمتوں میں لے کے نکلو نُورِ حق کی مشعلیں
ذرّہ ذرّہ اس زمیں کا آسماں کرتے چلو

(بقیہ صفحہ ۲۹۰)

پانچواں باب

جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کے فضائل

(۱) قال اللہ تعالیٰ وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم ۝ من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ واللہ یقبض ویبسط والیہ ترجعون۔

(بقرہ آیت ۲۴۴،۲۴۵)

"اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بے شک اللہ خوب سنتا جانتا ہے"۔

ایسا کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض۔ پھر اللہ اس کو دوگناہ کردے کئی گنا اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور وہی کشائش کرتا ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے،

ان آیتوں کے متعلق شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں یاد رہے سورت بقرہ اور سورت نساء کی تفسیر شیخ الہندؒ نے خود کی ہے باقی تفسیر علامہ عثمانیؒ نے مکمل کی ہے یہ بھی یاد رہے کہ جو تفسیر نقل کی جارہی ہے یہ سورت بقرہ کی آیت ۴۳، ۴۴، ۴۵ تینوں آیتوں کی ہے میں نے دو آیتیں لکھی ہیں۔

تفسیر: یہ پہلی اُمّت کا قصہ ہے کہ کئی ہزار شخص گھربار کو ساتھ لے کر وطن سے بھاگے ان کو ڈر ہوا تھا۔ غنیم (دشمن) کا اور لڑنے سے جی چھپایا، یا ڈر ہوا تھا وبا کا اور تقدیر پر توکل اور یقین نہ کیا پھر ایک منزل پر پہنچ کر بحکم الٰہی سب مرگئے پھر

سات دن کے بعد پیغمبر کی دعاء سے زندہ ہوئے کہ آگے کو توبہ کریں، اس حال کو یہاں اس واسطے ذکر فرمایا کہ کافروں سے لڑنے یا فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے میں جان اور مال کی محبت کے باعث دریغ نہ کریں اور جان لیویں کہ اللہ موت بھیجے تو چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں اور زندگی چاہے تو مردہ کو دم کے دم میں زندہ کردے زندہ کو موت سے بچالینا تو کوئی چیز ہی نہیں پھر اس کی تعمیل حکم میں موت سے ڈر کر جہاد سے بچنا یا افلاس سے بچ کر صدقہ یا دوسروں پر احسان یا عفو اور فضل سے رکنا بددینی کے ساتھ ساتھ پوری حماقت بھی ہے، شیخ الہندؒ مزید فرماتے ہیں یعنی جب معلوم ہوچکا کہ اللہ کے حکم میں تمہاری جان اور مال ہے تو اب تم کو چاہئے کہ لڑو کافروں سے اللہ کے واسطے دین کے لئے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے بہانہ کرنے والوں کی باتیں اور جانتا ہے ان کے منصوبوں کو اور چاہئے کہ خرچ کرو اللہ کے راستہ میں مال اور تنگی سے مت ڈرو کہ کشائش اور تنگی سب اس کے اختیار میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے قرض حسنہ اسے کہتے ہیں جو قرض دے کر تقاضا نہ کرے۔ اور اپنا احسان نہ رکھے اور بدلہ نہ چاہے اور اسے حقیر نہ سمجھے۔

اور خدا کو دینے سے جہاد میں خرچ کرنا مراد ہے یا محتاجوں کو دینا"۔

(تفسیر عثمانی صفحہ ۵۵۰)

۲ "مثال ان لوگوں کی جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ ہے اس سے اُگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے، اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ بے نہایت بخشش کرنے والا ہے سب کچھ جانتا ہے"۔ (بقرہ آیت۲٦۱)

۳ وما تنفقوا من شئی فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون۔ (انفال ٦٠)

"اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے وہ تم کو پورا ملے گا اور تمہارے لئے کچھ

کمی نہیں ہوگی"۔

تفسیر: یہ مالی جہاد کی طرف اشارہ ہے یعنی جہاد کی تیاری میں جس قدر مال خرچ کروگے، اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا یعنی ایک درہم کے سات سو درہم "واللہ یضاعف لمن یشاء" اور بسا اوقات دنیا میں بھی اس سے کہیں زیادہ معاوضہ مل جاتا ہے۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۴۴)

(۴) "اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خرچ نہیں کرتے ہو اللہ کی راہ میں حالانکہ سب آسمان زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کرچکے اور لڑ چکے برابر نہیں، وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ (سورۃ حدید ۱۰)

تفسیر: بعض نے فتح سے مراد صلح حدیبیہ لی ہے اور بعض روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے خدا اس کا بہترین ہدیہ دنیا یا آخرت میں دے گا لیکن جن مالداروں نے فتح مکہ یا حدیبیہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے لے اڑے۔ بعد والے مسلمان ان کو نہیں پہنچ سکتے ہیں کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے، اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی اس وقت اسلام کو جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب اموال وغنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم، ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹا دینا بڑے اولو العزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام ہے فرضی اللہ عنہم۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۷۱۵)

پہلی فصل:

سات سو گنا ثواب

حدیث نمبر ① وعن خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من انفق نفقۃ فی سبیل اللہ کتب لہ بسبعماۃ ضعف۔ (ترمذی شریف)

"حضرت خریم بن فاتکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے، جو شخص خدا کے راستہ جہاد میں اپنے مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرے گا اس کے لئے سات سو گنا ثواب لکھا جائے گا"۔

ایک اونٹنی دو، سات سو لو

حدیث نمبر ② وعن ابی مسعود رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بناقۃ مخطومۃ فقال یا رسول اللہ! ھذہ فی سبیل اللہ، فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لک بھا یوم القیامۃ سبع ماءۃ ناقۃ کلھا مخطومۃ۔ (مسلم شریف)

"حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نکیل پڑی ہوئی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور کہا کہ میں یہ اونٹنی اللہ کے راستہ جہاد میں پیش کرتا ہوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بدلے میں تمہیں قیامت کے روز سات سو اونٹنیاں ملیں گی اور سب کے نکیل پڑی ہوں گی۔ (یعنی سات سو اونٹنیوں کا ثواب ملے گا یا سیرو تفریح کے لئے جنت میں تیار سات سو اونٹنیاں ملیں گی)"۔

مالی جانی اور زبانی جہاد

حدیث نمبر (۳) وعن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال جاھدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم۔ (ابوداؤد شریف)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین سے اپنے مالوں جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو"۔

تشریح اس حدیث کی تشریح اس سے پہلے ہو چکی ہے لیکن یہاں چونکہ انفاق فی سبیل اللہ کے حوالہ سے حدیث کو دوبارہ ذکر کیا ہے اس لئے بطور یاد دہانی مختصر تشریح اس طرح سمجھ لیجئے کہ مال کے ساتھ جہاد یہ ہے کہ آپ کا مال مجاہدین کے میدان جہاد میں لگے، مجاہدین کے اسلحے۔ گاڑی کا کرایہ، آنے جانے کا خرچہ اور مجاہدین کے کھانے پینے اوڑھنے بچھونے اور پہننے میں لگے قرآن کریم نے اکثر وبیشتر جہاد بالمال کو جہاد بالنفس پر مقدم کیا ہے اور یہاں اس حدیث میں بھی مالی جہاد کو جانی جہاد پر مقدم رکھا ہے اس کی دو وجہیں ظاہری طور پر سمجھ میں آتی ہیں۔ اول یہ کہ مال کے ساتھ جہاد کو اس لئے مقدم کیا کہ یہ عام تھا کیونکہ جان کے ساتھ جہاد میں وہی لوگ شریک ہو سکتے ہیں جو ہر لحاظ سے لڑنے اور میدان معرکہ میں پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اس میں عورتوں کا شریک ہونا دشوار ہوتا ہے۔ جسمانی جہاد میں بوڑھے حضرات بھی حصہ نہیں لے سکتے ہیں بیمار اور اصحاب اعذار حضرات مثلاً نابینا، لنگڑا، اپاہج اور غیر تربیت یافتہ حضرات بھی شریک نہیں ہو سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس جہاد بالمال میں بہت زیادہ عمومیت ہے اس میں مالی تعاون کے ذریعہ سے ہر صفت اور ہر کیفیت کا آدمی حصہ لے سکتا ہے حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین بھی اس میں شامل ہو سکتی ہیں جبکہ یہ حضرات صاحب استطاعت اور مالی اعتبار سے صاحب حیثیت ہوں اسی وجہ سے قرآن کریم میں مالی جہاد کو مقدم رکھا گیا ہے۔

سے بلایا جائے گا اور جو شخص جہاد والا ہے اس کو جہاد کے دروازہ سے پکارا جائے گا۔ اور جو کوئی اہل صدقہ میں سے ہو اس کو بابِ صدقہ سے بلایا جائے گا اور جو کوئی زیادہ روزوں والا ہو اس کو باب ریان سے بلایا جائے گا اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! میری ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کوئی ضروری نہیں ہے کہ کسی شخص کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے (مقصود تو دخول جنت ہے وہ جس دروازہ سے بھی ہو)۔ لیکن کیا کوئی شخص ایسا بھی ہے جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے؟؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، اور میں امید رکھتا ہوں کہ تم انہی میں شامل ہوں گے"۔ (مسلم شریف)

فائدہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے تمام دروازوں سے داخل ہونا کوئی مقصود تو نہیں بس جنت میں داخل ہونا ہے چاہے جس دروازہ میں سے ہو لیکن یہ بتائیے کہ کیا کسی کو یہ اعزاز واکرام بھی مل سکتا ہے کہ تمام دروازوں سے ان کو بلایا جائے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایسے کئی لوگ ہوں گے کہ جن کو تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ اے ابوبکر! آپ بھی ان میں سے ہوں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جنت کا داروغہ ان کو بلا کر کہے گا اے مسلمان! ادھر آؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے اپنے مال میں سے جوڑا یعنی دو قسم کا مال جو اس کے ہاتھ میں ہو اللہ کے راستہ جہاد میں خرچ کیا تو جنت کے سارے داروغے ان کو بلائیں گے اور کہیں گے کہ اے اللہ کے بندے اے مسلمان! ادھر سے آؤ یہ بہتر ہے اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول اس بندے پر تو کوئی ہلاکت نہیں نہ کوئی نقصان ہے اگر ایک دروازہ سے داخل نہ ہوا تو دوسرے سے داخل ہو جائے گا، لیکن کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایسے لوگ ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ آپ انہیں لوگوں میں سے ہوں گے۔

حضرت عثمانؓ کی مالی قربانی پر جنت کی شہادت

حدیث نمبر ۴ وعن عبد الرحمن بن خباب رضی الله عنه قال شهدت النبی صلی الله علیه وسلم وهو یحث علی جیش العسرة فقام عثمان فقال یا رسول الله! علی ماءة بعیر باحلا سها واقتا بها فی سبیل الله ثم حض علی الجیش فقام عثمان فقال علی مئتا بعیر باحلا سها واقتابها فی سبیل الله ثم حض فقام عثمان فقال علی ثلاث ماءة بعیر باحلا سها واقتابها فی سبیل الله فانا رئیت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل عن المنبر وهو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد هذه، ما علی عثمان ما عمل بعد هذه۔ (ترمذی شریف)

"حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں حاضر تھا جب کہ آپ جیش عسرہ یعنی غزوہ تبوک کی مالی امداد کے لئے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی پر جوش تقریر سن کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اللہ کے راستہ میں جہاد میں سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ (یعنی اس جنگ میں سو اونٹ بمعہ ساز وسامان پیش کرتا ہوں)۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پھر مالی امداد کی طرف متوجہ کر کے ترغیب دلائی حضرت عثمان پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں مزید دو سو اونٹ بمعہ ان کی جھولوں اور پالانوں کے اللہ کے راستہ جہاد میں اپنے ذمہ لیتا ہوں پھر تیسری بار بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مالی معاونت کی ترغیب دی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں تین سو اونٹ اس کے ساز وسامان کے ساتھ اپنے ذمہ لیتا ہوں راوی کہتا ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو دیکھا کہ آپ منبر سے اترتے جاتے تھے، اور فرماتے جاتے تھے اس عمل کے بعد عثمان اب جو عمل بھی کریں ان کو کوئی نقصان نہیں ہو گا اس عمل کے بعد اب عثمان جو بھی عمل کریں ان کو کوئی نقصان نہیں ہو گا"۔

تشریح جیش عسرہ یعنی تنگی کا لشکر غزوۂ تبوک کو کہتے ہیں کیونکہ سخت گرمی تھی، چالیس دن کا دور دراز کا سفر تھا۔ قحط کا ماحول تھا۔ مدینہ میں جو کچھ فصلیں سال بھر کے لئے ہوتی تھیں وہ سب تیار تھیں ادھر دشمن جزیرۂ عرب سے باہر ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ کی تعداد میں تیار کھڑا تھا، مسلمانوں کے پاس سواریوں کا انتظام بہت کم تھا یعنی تیس ہزار مجاہدین کے لئے دس ہزار اونٹ اور کچھ گھوڑے تھے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کے ساز و سامان کے لئے بار بار چندہ کی اپیل کی۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر کا سارا سامان حاضر کر چکے تھے حضرت عمر نے گھر کا نصف مال حاضر کیا تھا اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ سو اونٹ بمعہ سامان کے حاضر کر کے لشکر کا انتظام کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کیا آخرت کا ثواب کمایا ہر دلعزیز بنے ایک ہزار دینا بھی دیا اور ایک روایت کے مطابق ساڑھے نو سو اونٹ بمعہ سامان دیئے اور ہزار پورا کرنے کے لئے پچاس گھوڑے دیئے بارگاہ خداوندی اور دربار نبوی سے آپ کو خاتمہ بالخیر کا تمغہ ملا کہ جو عمل بھی کرے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہے یہ اعزاز اپنی جگہ لیکن حضرت عثمان نے کبھی شریعت کے معاملات میں سستی نہیں کی اور نہ اس بشارت کے بھروسہ پر کسی نیک عمل کو عمداً ترک کیا، یہ غزوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ مقابلہ شام روم اٹلی کے فرمانروا ہرقل سے تھا بہرحال وہ لوگ بھاگ گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵ دن وہاں مقیم رہے اور رجب میں جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں واپس مدینہ منورہ تشریف لائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت تقریباً ۶۲ سال کی تھی جس سے ہر نوجوان اور ہر عمر رسیدہ شخص کی آنکھیں کھل جانی چاہیئے، نیز مالداروں کو بھی جہاد

کے عمل میں دل کھول کر حصہ لینا چاہیئے۔

حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار دینار نچھاور کیئے

حدیث نمبر ⑤ وعن عبد الرحمن بن سمرةؓ قال جاء عثمان الی النبی صلی الله علیه وسلم بالف دینار فی کمه حین جهز جیش العسرة فنثرها فی حجره فرایت النبی صلی الله علیه وسلم یقلبها فی حجره ویقول ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم مرتین۔ (رواہ احمد)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت جب کہ غزوۂ تبوک کا سامان جہاد تیار اور فراہم کیا جارہا تھا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کرتہ کی آستین میں ایک ہزار دینار بھر کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بکھیر دیا میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اس مالی قربانی کے بعد اگر عثمان سے کوئی گناہ بھی سرزد ہوجائے تو ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرے ان کا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد ۹ سو اوقیہ مزید اس مالی معاونت میں شامل کردیئے۔ نو سو اوقیہ چھتیس ہزار درہم بنتے ہیں۔

حدیث نمبر ⑥ ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستہ جہاد میں دو قسموں کا صدقہ کیا تو اس کو جنت کی طرف اس طرح بلایا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ بہتر ہے ادھر آؤ پس جو شخص زیادہ نمازوں والا ہے اس کو دروازۂ نماز

دوسری وجہ اس تقدیم کی یہ ہے کہ جہاد کے میدان تک پہنچنے کے لئے اور پھر لڑنے کے لئے آنے جانے اور اُٹھنے بیٹھنے کے لئے کھانے پینے اور وقت گذارنے کے لئے اور جہادی اُمور میں ہر قسم کی قوت حاصل کرنے اور مقابلہ کرنے کے لئے مال کی ضرورت جان سے پہلے پڑتی ہے بلکہ جان خود میدان جہاد تک پہنچنے میں مال اور پیسے کا محتاج ہے لہٰذا جہاد بالمال کو مقدم کیا جس سے جہاد فی سبیل اللہ میں مال کی اہمیت اور اس کے فراہم کرنے کی ضرورت بخوبی سمجھ میں آتی ہے۔

رہ گیا نفس کا جہاد تو ہر مسلمان اور ہر عالم اجمالی یا تفصیلی طور پر اس بات کو جانتا ہے کہ جہاد وہی ہوتا ہے کہ ہاتھ میں اسلحہ لے کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار کے مقابلہ میں اپنے نفس کو میدان جہاد میں اُتار دیا جائے اس کے علاوہ تاویلات وہی آدمی کرتا ہے جس کے دل ودماغ میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی دین اسلام کا کوئی حکم ہے اور اس مردہ طریقۂ رسول کو زندہ کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث میں زبانی جہاد کا ذکر آیا ہے۔ اس سے بھی مراد وہ کلام اور گفتگو یا وعظ وبیان ہے، جس سے مجاہدین کے میدان جہاد کو فائدہ پہنچے مثلاً جہاد کی ترغیب، کفار کو دھمکی اور للکار، ضرورت پڑنے پر سخت لہجہ میں گفتگو کرنا یا سخت قسم کے اشعار پڑھنا یا جہاد کی ترغیب کی نظمیں پڑھنا یہ جہاد بالسان ہے نہ یہ کہ کسی مستحب کی فضیلت میں ایک گھنٹہ بیان کیا اور پھر کہا کہ میں نے جہاد بالسان کیا یا اپنے رشتہ دار غریب پڑوسی سے مالی تعاون کیا اور پھر کہا کہ میں نے مالی جہاد کیا یا آرام وسہولت کے ساتھ عبادت میں مشغول ہے پنکھے کے نیچے آرام سے قالین پر بیٹھا ہوا اللہ اللہ کررہا ہے اور پھر کہتا ہے کہ مٓیں نے نفس کے ساتھ جہاد کیا یاد رکھیں یہ سارے نیک کام تو ہوسکتے ہیں مگر آپ اس کو جہاد کا نام نہیں دے سکتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص بھی اللہ کے راستہ جہاد میں دو قسم مال خرچ کرے گا تو فرشتے ان سے بطور استقبال گل ریحان ہاتھ میں لئے ہوئے ملاقات کریں گے یہ سب فرشتے جنت کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور کہیں گے اے اللہ کے بندے اے مسلمان! آیئے آیئے۔

ان احادیث میں جو لفظ زوجین یعنی دو قسم آیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اونٹ ہے تو دو اونٹ ہو، گائے ہے تو دو ہو بکری ہے تو دو ہو دینار ہے تو دو ہو کپڑے وغیرہ ہیں تو دو ہوں بندوق ہے تو دو ہو تلوار ہے تو دو ہو وغیرہ وغیرہ۔

سب سے افضل دینار

حدیث نمبر ⑦ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جو دینار خرچ کرتا ہے تو اس میں سب سے افضل اور بہتر وہ دینار ہے جو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔ یا اللہ کے راستہ میں اپنے گھوڑے پر خرچ کرتا ہے یا اپنے مجاہدین ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔
(مسلم شریف)

۵۰ ہزار دینار

حدیث نمبر ⑧ عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مال میں سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے پچاس ہزار دینار دینے کی وصیت کی تھی وفات کے بعد اس سے ہر آدمی کو ایک ایک ہزار دینار دیا جاتا تھا۔ (ابن عساکر)

تشریح پچاس ہزار دینار بہت بڑی رقم ہے کیونکہ آج کل کے حساب سے

ایک دینار اگر ۱۲۰ روپے کی بھی حساب کرو تو پچاس ہزار دینار سے ساٹھ لاکھ روپے بنتے ہیں۔

اس انفاق فی سبیل اللہ اور اس فیاضی کے متعلق چند حکایات بھی ملاحظہ ہوں۔

حکایت نمبر ① حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کے لئے اس طرح وصیت کی کہ ان حضرات میں سے جو بھی زندہ ہے ان کو میرے مال سے فی آدمی سات سو دینار دیا جائے چنانچہ اس وقت بدریین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد ایک سو تھی ان سب نے یہ دینار لے لئے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فی سبیل اللہ میں ایک ہزار گھوڑے بھی دیئے۔

تشریح سو آدمیوں کو سات سو دینار فی آدمی کے حساب سے کل ستر ہزار دینار بنتے ہیں جو فی دینار بحساب ۱۲۰ روپے /۸۴۰۰۰۰۰ چوراسی لاکھ روپے بنتے ہیں اور ایک ہزار گھوڑوں کا کیا ٹھکانہ؟

یہ تھے سلف صالحین جنہوں نے جہاد کے اس شعبہ کو اتنے اہتمام سے جاری کیا کہ جان ومال کی پرواہ ہی نہ کی اسی کی برکت سے وہ دین میں بھی کامل و مکمل ہو گئے اور دنیا میں بھی خود کفیل ہو گئے یہ بڑی رقم تو انہوں نے بطور صدقہ اپنے مال سے نکالی ہے اصل مال کتنا ہو گا وہ اللہ ہی کو معلوم ہے یہ دولت کسی تجارت یا کھیتی باڑی سے ہاتھ نہیں آئی بلکہ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کی برکت سے مال غنیمت میں حاصل ہوئی معلوم ہوا جہاد مسلمانوں کے اقتصادی مسائل کا سب سے بڑا حل پیش کرتا ہے افسوس تو آج کل ہم پر ہے کہ جہاد کے راستہ میں مال خرچ کرنے کو فضول اور بے کار سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے ہم خود بیکار ہو کر رہ گئے ہمارے اقتصادیات و معاشیات و اسلامیات و تشخصات سب کے سب تباہ ہو گئے ہیں۔

جہاد میں ایک کروڑ بیس لاکھ روپے دیئے

حکایت نمبر (۲) علامہ قرطبی نے اپنی تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے کہ ابن سہل نام کے ایک مسلمان مالدار شخص نے جہاد فی سبیل اللہ میں دس لاکھ دینار دیا اور پھر فرمایا کہ میرے پاس اگر اس سے دوگنا بھی ہوتا تو میں سب کو جہاد میں خرچ کردیتا اس حکایت کے پیش نظر دس لاکھ دینار کو اگر آپ ۱۲۰ روپے کے حساب سے ضرب دیں گے تو اس کے ایک کروڑ بیس لاکھ مروجہ پاکستانی روپے بنتے ہیں اتنی بڑی رقم کے بعد پھر بھی اس اللہ کے بندے کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا اور فرمایا کہ اگر اس کا دوگنا ہوتا تو وہ بھی دیتا اس سے اصحاب حیثیت حضرات کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ اگر وہ بدن سے جہاد نہیں کرسکتے ہیں تو کم از کم مالی جہاد میں تو حصہ لیا کریں، مگر افسوس جب کہا جاتا ہے کہ جہاد کے لئے کچھ کرو تو کہنے لگتے ہیں کہ جہاد وہاد کیا ہے؟ جب جہاد کی تشریح کی جاتی ہے تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو دہشت گردی ہے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

معمولی عطیہ بھی دیا کرو

حکایت نمبر (۳) شیخ نافع فہری مجاہدین کے لئے مال جمع کرنے میں بڑی دلچسپی لیتا تھا کبھی بھی آپ کے پاس کوئی عورت کاتتے ہوئے اُون کا ایک گولہ لاکر پیش کرتی تھی آپ خوشی خوشی اس کو قبول فرماتے کبھی کوئی شخص آکر آپ کو جہاد فی سبیل اللہ میں ایک تہائی دینار پیش کرتا تھا آپ خوشی سے قبول کرتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ آپ کو اللہ تعالٰی نے ان چیزوں سے بے نیاز بنایا ہے آپ اسے کیوں قبول کرتے ہو؟ آپ جواب میں فرماتے کہ آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن اس مال کو جب میں قبول کروں گا تو اللہ تعالٰی عطیہ کرنے والے کو ثواب عطا کرے گا اور جب

اس کو آگے مجاہدین پر خرچ کروں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے ثواب عطا کرے گا۔ واقعی اس اللہ کے مقبول بندے نے سچ فرمایا کسی غریب آدمی کا اخلاص بھرا عطیہ ٹھکرانا مناسب نہیں، چاہے کتنا تھوڑا کیوں نہ ہو کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بھلائی میں سے کسی بھی تھوڑی چیز کو حقیر نہ سمجھو، حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی صرف اس لئے جنت میں چلا گیا کہ اس نے مجاہدین کو کپڑا سینے کی چھوٹی سوئی دے دی تھی اور ایک عورت صرف اس لئے جنت میں داخل ہوئی کہ اس نے راہ جہاد میں بوریاں سینے کی بڑی سوئی سے مجاہدین کی مدد کی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ایک اور روایت میں حضور کا ارشاد مذکور ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد میں خرچ کیا کرو۔ اگرچہ تیر کی نوک ہو یا قینچی ہو۔
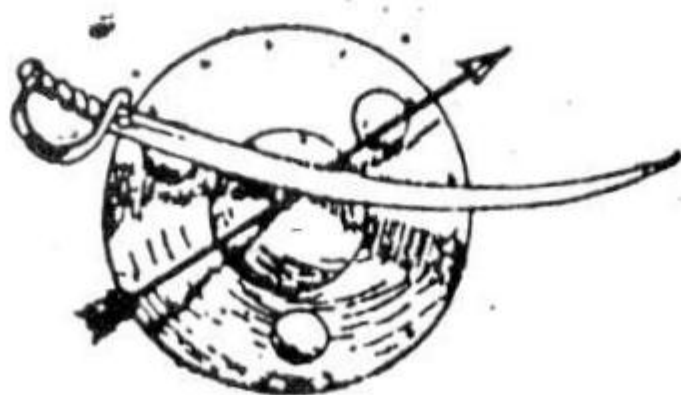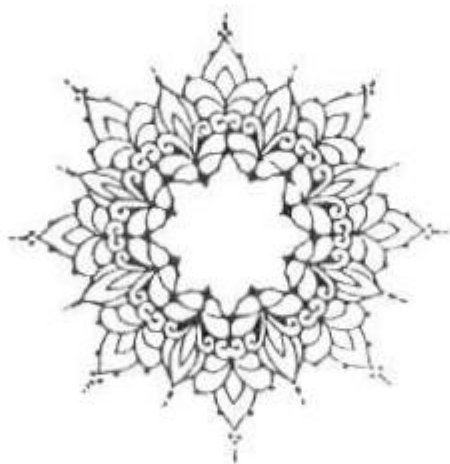
دوسری فصل:

سب سے افضل صدقہ

حدیث نمبر ① وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصدقات ظل فسطاط فی سبیل اللہ ومنحۃ خادم فی سبیل اللہ اوطروقۃ فحل فی سبیل اللہ۔

(ترمذی شریف)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بہترین صدقہ اس خیمہ کا سایہ ہے جو اللہ کے راستہ جہاد میں دیا جائے اور بہترین صدقہ وہ خادم ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں دیا جائے اور بہترین صدقہ اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں ایسی اونٹنی کا دینا ہے جو نر کے جفتی کا قابل ہو، یعنی جوان اونٹنی ہو"۔

مطلب: اس حدیث کا مطلب یہ نکلا کہ تمام صدقات میں سے بہترین صدقہ مجاہدین کو خیمے فراہم کرنا ہے ظاہر ہے مجاہدین کی تمام زندگی پہاڑوں جنگلوں وادیوں اور دروں میں گذرتی ہے ان دشت وبیابانوں میں ایک بے گھر دور دراز کے مسافر کو سرچھپانے اور بارش ودھوپ سے نیز سردی وگرمی سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اہم ترین چیز خیمہ ہے۔ تو جو شخص مجاہدین سے ان کی اس اہم ضرورت میں مدد کرے گا ظاہر ہے کہ خصوصی حالات کے تحت یہ صدقہ سب سے افضل قرار دیا جائے گا اسی طرح مجاہدین کی خدمت کے لئے اور ان کے کھانے پینے کے لئے ایسے آدمیوں کی ضرورت پڑتی ہے جو خود جہاد میں شریک نہیں ہوتے ہیں تاکہ وہ مجاہدین کے کھانے پینے کی اشیاء کا انتظام کریں، ان کی جگہ درست کرنے اور آرام کی جگہ

مہیا کرنے اور مورچہ بندی کے لئے مورچوں کو ٹھیک کرنے میں ان خدمت گار غلاموں کی نہایت ضرورت پڑتی ہے۔ جو لوگ مجاہدین کی اس ضرورت کو پورا کریں گے، ان کو بہترین ثواب ملے گا۔ اسی طرح ہر خاص وعام کو معلوم ہے کہ مجاہدین کو اپنے جہادی سفر میں سواری کی بھی ضرورت پڑتی ہے پہلے زمانہ میں اونٹ اس ضرورت کو پورا کرنے کا بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہوتے تھے۔ جیسا کہ آج کل گاڑیاں ہوتی ہیں، اُس زمانہ میں گھوڑا جنگی جیٹ طیارہ کا کام دیتا تھا۔ اس لئے سواری میں عموماً اونٹ استعمال ہوتے تھے اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کا ذکر کیا ہے اور خاص کر جوان اونٹنی کا ذکر فرمایا کیونکہ یہ طاقتور اور چست ہوتی ہے نیز اونٹ سے اونٹنی عرب کے ہاں قدر وقیمت میں بڑھ کر ہوتی تھی لہٰذا ایسے عمدہ مال پر بہترین ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔

سات لاکھ کا ثواب

حدیث نمبر (۲) حضرت علی، ابو درداءؓ، ابو ہریرہ اور ابو امامہ رضوان اللہ علیہم اور دیگر صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالٰی کے راستہ جہاد میں روپیہ پیسہ اور سامان واسباب بھیجا اور خود بھی اپنے گھر میں بیٹھا رہا تو اس کو ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس شخص نے بنفس نفیس خود جہاد بھی کیا اور جہاد میں روپیہ پیسہ اور مال بھی خرچ کیا تو اس کو ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "واللہ یضاعف لمن یشاء" "اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے اس کے ثواب میں مزید اضافہ کرتا ہے"۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر آیا ہے دونوں کا تعلق عمل

جہاد سے ہے مگر ایک نے صرف مالی مدد کی، اور جانی قربانی نہیں دی اس کا ثواب الگ بیان کیا گیا ہے اور دوسرے نے مالی اور جانی دونوں قربانی دی اس کا ثواب الگ ذکر کیا گیا ہے۔ اول قسم تو وہ لوگ ہیں کہ گھر میں بیٹھے رہے اور میدان جنگ میں نہیں گئے البتہ انہوں نے مجاہدین کی ضروریات کے لئے مختلف اشیاء سے مدد کی پیسہ بھی بھیجا سامان بھی روانہ کیا کپڑوں اور غذائی اجناس سے تعاون کیا تو ایسے لوگوں کو ایک روپیہ کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا ایک ریال کا سات سو ریال ملے گا ایک ڈالر کا سات سو ڈالر ملے گا اور ایک دینار یا درہم کا سات سو دینار و درہم ملے گا، یعنی ایک کا سات سو گنا ثواب ملے گا۔

دوسری قسم وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے خود بھی جہاد کے میدان میں نکل کر جنگ میں حصہ لیا اور اس راستہ میں پیسہ روپیہ اور سامان بھی خرچ کیا تو ایسے لوگوں کو ایک کے بدلے سات لاکھ ملیں گے چاہے روپیہ ہو ڈالر ہو ریال ہو، یا درہم و دینار ہو، چونکہ اس شخص کی قربانی مالی بھی ہے اور جانی بھی ہے اس لئے اس کا درجہ زیادہ ہے۔ ہاں نیتوں کے مطابق اور اخلاص کے تناسب سے اور اللہ کی رضاء کے اعتبار سے اگر اللہ چاہے تو اس تعداد پر اضافہ بھی ہو سکتا ہے یہ کوئی آخری حد نہیں ہے۔

اونچاس کروڑ کی بات

اس حدیث میں دو قسم کے لوگ ہیں دونوں کے اعمال کی نوعیت بھی الگ ہے اور دونوں کی فضیلت بھی الگ ہے ایک کا حساب کتاب ان کے عمل کی وجہ سے ایک سے سات سو تک ہے یعنی ایک روپیہ سات سو کے برابر ہے اور دوسرے کا حساب ان کے عمل کی وجہ سے مختلف ہے لہٰذا ان کو ایک روپیہ کے بدلے سات لاکھ کے برابر ثواب ملے گا اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے ثواب کی تقسیم خود کر کے دے دی، دگنا کرنے اور اس کی حد بندی کی نشان دہی بھی خود

فرمادی کہ یہ گنا ایک کے لئے سات سو تک ہے۔ اور دوسرے کے لئے سات لاکھ تک ہے یہ قاعدہ کے تحت تقسیم ہے ہاں اگر اللہ چاہے تو اس سے زیادہ بھی دے گا لیکن اس کی کوئی تعیین نہیں وہ اجمالی اور مجمل اضافہ ہے اس کی تعیین کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے ان باتوں کے سمجھنے کے بعد اب آپ یہ دیکھیں کہ بعض حضرات یہاں سے اونچاس کروڑ کا ثواب نکالتے ہیں۔ ان کے ہاں اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں بیٹھنے والے شخص کو جو سات سو کا ثواب ملا ہے اس کا گھر سے نکلنے والے اور جہاد میں براہ راست شریک ہونے والے شخص کے سات لاکھ کے برابر ثواب میں ضرب دے دیں گے تو اونچاس کروڑ حاصل ہوجائے گا۔ پھر اس اونچاس کروڑ کے وہی لوگ مستحق ہوں گے جنہوں نے محنت کرکے ضرب دے کر یہ عدد حاصل کرلیا ہے، ضرب کا طریقہ یہ ہے:

۷۰۰۰۰۰ × ۷۰۰ = ۴۹۰۰۰۰۰۰۰ الجواب صحیح

تبصرہ: اونچاس کروڑ کا یہ عدد اس حدیث سے بھی حاصل کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ وہ ایک اور طریقہ سے بھی یہ عدد حاصل کیا جاتا ہے مثلاً مذکورہ حدیث میں سات لاکھ کا ذکر ہے اور اس سے پہلے اس باب میں جو حدیث نمبر۱ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکور ہوئی ہے جس میں ایک روپیہ سات سو کے برابر بتایا گیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو ملاکر سات سو سے سات لاکھ میں ضرب دے کر اونچاس کروڑ کے عدد کو نکالا جاتا ہے، اور پھر عوام الناس میں مشہور کرتے ہیں کہ اس راستہ میں نکلوگے تو ایک روپیہ کا اونچاس کروڑ ملے گا اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ان دو حدیثوں میں دو قسم کے لوگوں کے ثواب کی نشان دہی کی گئی ہے الگ الگ لوگ ہیں، الگ الگ عمل ہے، الگ الگ ثواب ہے اب یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس ثواب کو ایک آدمی کے لئے کیوں بیان کیا جاتا ہے؟ اگر مان بھی لیا جائے کہ گھر میں بیٹھ کر روپیہ بھیجنے والے کا سات سو کا ثواب خود جہاد میں شریک ہونے والے سات لاکھ ثواب پانے والے کو بھی ملے گا تو اس کا حاصل یہ

ہوگا کہ اس شخص کو سات لاکھ سات سو کا ثواب مل جائے گا سات لاکھ تو اپنا حق بنتا ہے اور سات سو جو گھر میں بیٹھنے والے کا ہے وہ بھی اس کو ملے گا تو زیادہ سے زیادہ اس کو سات لاکھ سات سو روپے کا ثواب ہاتھ آئے گا اونچاس کروڑ کہاں سے آگیا؟
اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ ہم نے دونوں حدیثوں کی تعداد میں ضرب دے کر یہ ثواب کمالیا ہے تو نہایت ادب سے عرض ہے کہ حدیث شریف کے سمجھنے میں کونسی دشواری تھی کہ جو ضرب دیئے بغیر مطلب سمجھ میں نہیں آرہا تھا؟ آخر الگ الگ لوگوں کے کے الگ الگ اعمال کو ملا کر ضرب دینے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس طرح جن جن اعمال پر متعین ثواب کا ذکر جہاں جہاں احادیث میں وارد ہے اگر ہم سب کو ملا کر ضرب دینا شروع کردیں اور پھر کسی خاص آدمی کے لئے یہ ثواب الاٹ کردیں تو یہ بات پھر کروڑوں سے بھی بڑھ جائے گی۔ اور بیٹھے بیٹھے ارب پتی بن جائیں گے لیکن قیامت کے روز اگر یہ ثواب نہ ملا تو پھر ہم نے شریعت کے حوالہ سے جن لوگوں سے اس کا وعدہ کیا ہے ان کو قیامت کے روز کیا جواب دیں گے یا کہاں سے ثواب دیں گے؟ دوسری بات یہ ہے کہ واقعی ضرب دے کر ہم نے یہ عدد حاصل کرلیا ہے تو پھر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اونچاس کروڑ کا یہ ثواب صرف مجاہدین کو ملنا چاہیئے کیونکہ یہ دونوں حدیثیں مجاہدین یا مجاہدین سے معاونین کے متعلق وارد ہیں اور محدثین نے ان حدیثوں کو کتاب الجہاد میں درج کرکے اشارہ کردیا کہ اس کا تعلق جہاد اور مجاہدین سے ہے کیونکہ محدثین کے ہاں یہی قاعدہ ہے،
اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ حدیث میں فی سبیل اللہ کا لفظ آیا ہے اور ہم بھی سبیل اللہ میں ہیں لہٰذا ہم اس ثواب کے مستحق ہیں تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ سبیل اللہ کا استعمال یا عام معنی میں ہوگا یا سبیل اللہ کا اطلاق خاص ہوگا اگر خاص ہے تو پھر یہ ثواب مجاہدین کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ سبیل اللہ کا لفظ جب مطلق ذکر ہوجائے تو اس سے جہاد اور مجاہدین کا راستہ مراد ہوتا ہے اور اگر لفظ سبیل اللہ عام ہے تو اس عموم میں دین کے کسی بھی شعبہ میں کام کرنے والا اور اس پر عمل

کرنے والا مسلمان داخل سمجھا جائے گا مثلاً حاجی، داعی، طالب علم، عالم، خطیب، مصنف، مجاہد، عابد، روزہ نماز کی پابندی کرنے والا، تلاوت کرنے والا اور راہ خدا میں خرچ کرنے والا یا کوئی نیک عمل کرنے والا، سب کے سب سبیل اللہ میں داخل ہوں گے پھر اس اونچاس کروڑ کے ثواب کو کسی ایک طبقہ یا جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا جائے گا خلاصہ یہ کہ یہ لفظ اگر خاص ہے تو یہ ثواب صرف مجاہدین کے ساتھ خاص ہے اور اگر یہ لفظ عام ہے تو پھر یہ ثواب تمام مسلمانوں کو عام ہے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں آیت کا ذکر فرمایا ہے "واللہ یضاعف لمن یشاء" کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے لہٰذا اس اضافہ میں اونچاس کروڑ کا اضافہ کیا مشکل ہے؟ تو عرض یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں جہاں حد بندی اور تعیّن موجود ہے ہم اس تعیین اور عدد خاص کا لحاظ رکھیں گے۔ جیسے سات سو کا ذکر آیا ہے سات لاکھ کا ذکر موجود ہے ایک لاکھ کا ذکر بھی ہے ایک ہزار عدد کا ذکر بھی ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اگر شریعت مطہرہ نے اجمالی طور پر مبہم انداز سے اضافہ کا ذکر کیا ہو تو ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ اس میں تعیین کریں اور خاص عدد کا تذکرہ شروع کریں، اس آیت نے ہمیں کسی خاص عدد کا پابند نہیں بنایا تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو کروڑوں اور لاکھوں کا ثواب عطا کرتا ہے بہت زیادہ دیتا ہے بے حساب اور بے انتہاء نوازشوں سے نوازتا ہے لیکن تعیین نہیں نہ خاص عدد ہے، یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ ابن ماجہ کی روایت کردہ مذکورہ حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کے علاوہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث سے بھی اونچاس کروڑ کی عدد کو اخذ کیا گیا ہے جہاں "ضعف" دگنا کا لفظ آیا ہے وہاں بھی ضرب کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن ان حدیثوں کے متعلق مارچ ۱۹۹۰ء کے البلاغ نے ایک استفتاء کے جواب میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور حدیث کے تمام راویوں پر کلام کیا ہے۔ البلاغ کے چند جملے ملاحظہ

ہوں،

اول تو یہ دونوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں اس لئے ان سے استدلال، اور ان کے ضعف پر تنبیہ کیے بغیر ان کی تشہیر عام طور پر جائز نہیں الخ۔

گھر کا سارا سامان جہاد میں دے دیا

غزوۂ تبوک کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر چندہ کا اہتمام فرمایا تھا چونکہ دور دراز علاقے کا سفر تھا اور ۳۰ ہزار مجاہدین کی سواریوں کا انتظام کرنا تھا ان کے کھانے پینے اور اسلحہ کا مکمل بندوبست کرنا تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں منبر نبوی سے بار بار چندہ کی اپیلیں کیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ یہ سنہری موقع ہے کہ میں کسی نیک کام مین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگے بڑھ جاؤں گا آپ کا یہ بھی خیال تھا کہ اس وقت میرے پاس مال ہے اور صدیق اکبر کے پاس اتنا نہیں ہے لہٰذا میں اس موقع پر ان سے سبقت لے جاؤں گا۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کا نصف مال لاکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کردیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا لائے ہو اور کیا چھوڑ آئے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پورے مال کا آدھا یہاں لے آیا ہوں اور آدھا گھر پر چھوڑا ہے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کچھ مال لے کر آگئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ابوبکر کیا لائے ہو حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ گھر کا سارا سامان لے آیا ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ صدیق نے فرمایا گھر میں اللہ اور رسول اللہ کا نام چھوڑ آیا ہوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی سبقت حاصل نہیں کرسکتا ہوں۔

تیسری فصل:

راہ جہاد میں زکوٰۃ دینا

قال اللہ تعالیٰ "انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمولفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم"۔ (توبہ ۶۰)

صدقات تو صرف غریبوں کا حق ہے اور محتاجوں کا، اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں۔ (ان کا حق ہے) اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں، اور قرض داروں کے قرضہ میں، اور جہاد میں، اور مسافروں میں، یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں، (سب مصارف زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ جن کو دی جائے ان کو مالک کردیا جائے بدون تملیک زکوۃ ادا نہ ہوگی)۔

وضاحت: سورت توبہ کی اس آیت نمبر۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ بیان فرمایا ہے یہ کل آٹھ مصارف ہیں۔ اِن مصارف میں ایک مصرف تالیف قلب کے لئے مؤلفہ۔ قلوب ہے ابتداء اسلام میں کچھ کچے مسلمانوں کو زکوٰۃ کی رقم سے اس لئے دیا جاتا تھا کہ وہ ایمان و اسلام پر باقی رہ جائیں اور معاشی بدحالی سے دوبارہ کافر نہ ہوجائیں اسی طرح کچھ سرکش کافروں کو بھی زکوٰۃ کی رقم سے اس لئے دیا جاتا تھا کہ ان کی سرکشی میں کچھ نرمی آجائے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو شوکت عطا کیا تو تألیف قلب کا یہ شعبہ ختم کردیا گیا جو آج تک موقوف و منسوخ ہے۔

مصارف زکوٰۃ میں سے ساتواں مصرف جہاد ہے جس کو "وفی سبیل اللہ" سے یاد کیا گیا ہے۔

اس سے ہر مسلمان کو یہ جان لینا چاہیئے کہ راہ خدا راہ جہاد مصارف زکوٰۃ میں ایک اہم مصرف ہے جس طرح مسلمان کسی غریب نادار یا کسی علمی درس گاہ کو مستحق زکوٰۃ سمجھتے ہیں اس سے بڑھ کر راہ جہاد، زکوٰۃ کا اہم مصرف ہے کیونکہ اس سے ایک طرف اگر ایک مسلمان اور مصرف اسلام و مصرف زکوٰۃ کا حق ادا ہوجاتا ہے تو دوسری طرف جہاد کے مستحکم ہونے سے حفاظت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ اور شوکت اسلام کا راستہ ہموار ہوجاتا ہے۔ اب میں "فی سبیل اللہ" کے متعلق مفسرین کرام اور علماء عظام کی آراء پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہر مسلمان کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں اور فی سبیل اللہ کا مصداق کیا ہے کیونکہ ہر نیک راستہ میں زکوٰۃ نہیں لگتی ہے۔

"فی سبیل اللہ" کا مصرف مفسرین کی نظر میں

(۱) وفی سبیل اللہ ای القائمین بالجھاد۔ (تفسیر جلالین صفحہ ۱٦۱)
"فی سبیل اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو جہاد میں مصروف ہیں"۔

(۲) وفی سبیل اللہ ای فقراء الغزاۃ والحجیج المنقطع بھم۔
(تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۳۸۳)
"فی سبیل اللہ سے مراد محتاج مجاہدین اور حاجی صاحبان ہیں جن کا زاد راہ، سفر خرچہ اور سازو سامان ختم ہوگیا ہو"۔

(۳) وفی سبیل اللہ۔ قال المفسرون یعنی الغزاۃ قال الشافعی یجوزلہ ان یاخذ من مال الزکوۃ وان کان غنیا وھو مذھب مالک واسحاق وابو عبید وقال ابو حنیفۃ وصاحباہ لایعطی الغازی الا اذا کان محتاجا۔ (تفسیر کبیر جلد ۱٦ صفحہ ۱۱۳)
"فی سبیل اللہ سے مراد جو لوگ ہیں اس کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ مجاہدین ہیں، امام شافعیؒ فرماتے ہیں، کہ ان کو مال زکوٰۃ سے لینا جائز ہے اگرچہ یہ مالدار غنی

ہوں یہی مذہب امام مالکؒ، اسحاقؒ، اور ابو عبیدؒ کا ہے اور ابو حنیفہ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ مجاہد کو زکوٰۃ کا مال اس وقت دیا جائے گا جب وہ فقیر ہو"۔

(۴) واما فی سبیل الله فمنهم الغزاة الذین لاحق لهم فی الدیوان وعند الامام احمد والحسن واسحاق، الحج من سبیل الله للحدیث۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۶۶)

"اور فی سبیل اللہ سے مراد وہ مجاہدین ہیں جن کا دفتر دیوان میں کوئی مقرر حق نہ ہو، امام احمد حسن بصری اور اسحاقؒ کے نزدیک حج بھی سبیل اللہ میں داخل ہے اور حاجی لوگ ایک حدیث کی وجہ سے سبیل اللہ میں شامل ہو گئے ہیں"۔

(۵) ارید بذلک عند ابی یوسف منقطعو الغزاة وعند محمد منقطعو الحج وقیل المراد طلبة العلم الی ان قال وذکر بعضهم ان التحقیق ماذکره الجصاص فی الاحکام ان من کان غنیا فی بلده بداره وخدمه وفرسه وله فضل دراهم حتی لاتحل له الصدقة۔ فاذا عزم علی سفر جهاد احتاج بعدة وسلاح لم یکن محتاجا له فی اقامته، فیجوزان یعطی من الصدقة وان کان غنیا فی مصره وهذا معنی قوله صلی الله علیه وسلم الصدقة تحل للغازی الغنی فافهم ولا تغفل۔ (روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۱۲۳)

"فی سبیل اللہ سے مراد امام یوسفؒ کے نزدیک وہ مجاہدین اور غازیان اسلام ہیں جن کا سفر خرچہ ختم ہو چکا ہو، اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے مراد وہ حاجی حضرات بھی ہیں جو زاد سفر سے عاجز آ گئے ہوں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد طالب علم ہیں علامہ آلوسیؒ آگے مزید فرماتے ہیں کہ جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اصل تحقیق وہی ہے جو علامہ جصاص نے احکام القرآن میں کی ہے وہ یہ کہ جو مجاہد اپنے گھر میں اور اپنے شہر میں ہیں خادم اور گھوڑے اور زائد مال و دراہم ان کے پاس ہیں تو ان کے لئے زکوٰۃ لینا حلال نہیں ہے لیکن اگر وہ لوگ سفر جہاد کا ارادہ کریں تو وہ سامان ضرب و حرب اور اسلحہ کی طرف محتاج ہو جائیں گے جس کی طرف وہ پہلے

محتاج نہیں تھے تو پھر جائز ہے کہ مال زکوٰۃ میں سے ان کو دیا جائے اگرچہ وہ اپنے شہر میں مالدار ہوں، یہی معنی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا، کہ مالدار اور غنی مجاہد اور غازی کے لئے زکوٰۃ لینا حلال ہے یہ مسئلہ سمجھو غافل نہ بنو"۔

(٦) وفی سبیل الله، وهم الغزاة وموضع الرباط يعطون ماينفقون فی غزوهم كانوا اغنياء اوفقراء وهذا قول اكثر العلماء الى ان قال وروى ابوزيد وغيره عن القاسم انه قال يعطى من الزكوة الغازى وان كان معه فی غزاته مايكفيه من ماله وهو غنى فی بلده وهذا هوالصحيح لظاهر الحديث "لاتحل الصدقة لغنى الا لخمسة" وروى ابن وهب عن مالك انه يعطى منها الغزاة ومواضع الرباط فقراء كانوا اواغنياء۔ (تفسیر قرطبی جلد ۸ صفحہ ۱۸۵، ۱۸۷)

"فی سبیل اللہ سے مراد غازی مجاہدین ہیں اور سرحدات اسلامیہ پر پہرہ دینے والے محافظین ہیں ان کو مال زکوٰۃ سے دیا جائے گا تاکہ وہ اپنے جہاد میں اس کو خرچ کریں چاہے وہ لوگ مالدار ہوں یا غریب ہوں اکثر علماء کا یہی قول ہے علامہ قرطبی مزید فرماتے ہیں کہ ابو زید وغیرہ نے شیخ قاسم سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے اموال میں سے مجاہد کو دیا جائے گا اگرچہ ان کے پاس میدان جہاد میں بقدر کفایت مال موجود ہو، اور وہ اپنے شہر میں بھی غنی اور مالدار ہو، یہی قول صحیح ہے کیونکہ ظاہر حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ارشاد ہے کہ کسی مالدار کے لئے مال زکوٰۃ جائز نہیں مگر پانچ قسم کے مالداروں کے لئے جائز ہے ان میں اول غازی فی سبیل اللہ ہے، ابن وھب نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے، امام مالک نے فرمایا کہ مال زکوٰۃ سے مجاہدین اور مرابطین کو دیا جائے گا وہ مالدار ہوں یا فقیر ہوں"۔

(٧) ثم ذكر الله الاعانة على الجهاد بقوله وفی سبيل الله فيصرف على المقطوعة فی الجهاد وقال ابن الاثير قال ابن دقيق العيد وفی سبيل الله اذا اطلق فهو فی الغالب واقع على

الجهاد حتی صار لکثرة الاستعمال کانہ مقصور علیہ۔
(تفسیر قاسمیؒ جلد ۸)

"پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے ساتھ تعاون کا ذکر لفظ فی سبیل اللہ میں کیا پس اس لفظ کا مصداق وہ مجاہدین ہیں جو جہاد کے راستہ میں عاجز ہو چکے ہوں ابن اثیر کا کہنا ہے کہ ابن دقیق العید نے فرمایا کہ لفظ فی سبیل اللہ جب مطلق بولا جائے تو اغلب یہی ہے کہ اس سے مراد راہ جہاد ہی ہے یہ لفظ جہاد کے لئے اتنا زیادہ استعمال ہوا ہے گویا کہ اسی کے ساتھ خاص ہو کر رہ گیا ہے"۔

(۸) "وفی سبیل اللہ، اور جہاد کرنے والوں کے سامان میں یعنی مجاہد اپنے گھر میں مال و سامان رکھتا ہے مگر گھر سے جدا ہے اور یہاں سامان نہیں اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے یہی حکم ہے مطلق مسافر کا"۔ (بیان القرآن صفحہ ۴۰۴)

(۹) "وفی سبیل اللہ، جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے"۔
(تفسیر عثمانی صفحہ ۲۵۴)

(۱۰) "وفی سبیل اللہ یعنی فقرأ مجاہدین، وہ حجاج جن کا زاد سفر ختم ہو چکا ہو، اور طالبان علم دین"۔ (جواہر القرآن صفحہ ۴۴۲)

(۱۱) "معارف القرآن میں حضرت مولینا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع مقالہ اس مقام پر پیش کیا ہے چند جملے ملاحظہ ہوں فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جنہوں نے براہ راست قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا اور سمجھا ہے ان کی اور آئمہ تابعین کی جتنی تفسیریں اس لفظ کے متعلق منقول ہیں ان میں اس لفظ کو حجاج اور مجاہدین کے لئے مخصوص قرار دیا گیا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک اونٹ کو فی سبیل اللہ وقف کردیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اس اونٹ کو حاجیوں کے سفر میں استعمال کرو، امام ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر، قرآن کی تفسیر روایات حدیث ہی سے کرنے کے پابند ہیں ان سب نے لفظ سبیل اللہ کو ایسے مجاہدین اور حجاج کے لئے

مخصوص کیا ہے جن کے پاس جہاد یا حج کا سامان نہ ہو، حضرت مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں"۔

لفظ سبیل اللہ کے لفظی معنی بہت عام ہیں جو جو کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کئے جائیں وہ سب اس عام مفہوم کے اعتبار سے فی سبیل اللہ میں داخل ہیں جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر وبیان اور آئمہ تفسیر کے ارشادات سے قطع نظر مخصوص لفظی ترجمہ کے ذریعہ قرآن سمجھنا چاہتے ہیں یہاں ان کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ لفظ سبیل اللہ دیکھ کر زکوٰۃ کے مصارف میں ان تمام کاموں کو داخل کردیا جو کسی حیثیت سے نیکی یا عبادت ہیں مثلاً مساجد، مدارس، شفا خانوں، مسافر خانوں، وغیرہ کی تعمیر، کنوئیں اور پل اور سڑکیں بنانا اور ان رفاہی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں اور تمام دفتری ضروریات ان سب کو انہوں نے فی سبیل اللہ میں داخل کر کے مصرف زکوٰۃ قرار دے دیا جو سراسر غلط ہے اور اجماع اُمّت کے خلاف ہے حضرت مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

تو اگر فی سبیل اللہ کے مفہوم میں تمام طاعات اور نیکیاں داخل ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے تو معاذ اللہ یہ ارشاد نبوی بالکل غلط ٹھہرتا ہے۔ (مذکورہ بالا حدیث کی طرف اشارہ ہے)۔ معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ کے لغوی ترجمہ سے جو ناواقف کو عموم سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں بلکہ مراد وہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور صحابہ و تابعین کی تصریحات سے ثابت ہے۔ (معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۰۷، ۴۰۸)

(۱۲) اب ایک حوالہ فقہ حنفیہ کی کتاب الھدایہ سے بھی ملاحظہ فرمائیں:

وفی سبیل اللہ ای منقطع الغزاۃ عند ابی یوسف لانہ المتفاھم عند الاطلاق۔ (ہدایہ صفحہ ۲۰۵)

"اور فی سبیل اللہ سے مراد ابو یوسفؒ کے ہاں وہ مجاہدین ہیں جو سفر خرچہ وغیرہ سے عاجز آگئے ہوں، کیونکہ یہ لفظ جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مجاہدین ہی سمجھ لیا

جاتا ہے"۔

خلاصۂ کلام

ان تمام تفسیری اور فقہی حوالوں سے ایک بات تو یہ واضح ہوگئی کہ شریعت مطہرہ میں لفظ سبیل اللہ یعنی اللہ کا راستہ جب بولا جاتا ہے تو اس کا مصداق جہاد اور مجاہدین ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ سمجھ میں آگئی کہ جمہور اُمّت اور جمہور فقہاء بلکہ پوری اُمّت اس پر متفق ہے کہ مصارف زکوٰۃ میں سے ایک اہم مصرف مجاہدین اور راہ جہاد بھی ہے تیسری بات یہ واضح ہوگئی کہ جمہور علماء اور فقہاء کے ہاں لفظ فی سبیل اللہ سے مراد اس آیت میں مجاہدین ہیں چاہے وہ غریب ہوں یا مالدار ہوں، جب وہ جہاد پر جارہے ہوں یا چلے گئے ہوں تو وہ زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں۔

صرف احمد بن حنبلؒ اور امام محمدؒ نے اس کا مصداق مجاہدین کے ساتھ ساتھ حاجیوں کو بھی قرار دیا ہے اور وہ ایک حدیث کی وجہ سے قرار دیا ہے حدیث اس طرح ہے کہ ایک آدمی نے اپنے اونٹ کو فی سبیل اللہ وقف کردیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو حاجیوں کے حوالہ کردو کیونکہ یہ سبیل اللہ ہے یہ حدیث ابوداوٗد اور ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ طبرانی اور نسائی وغیرہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔

اس روایت کے پیش نظر امام احمد بن حنبل اور امام محمد رحمہما اللہ نے سبیل اللہ میں حجاج کرام کے مجبوروں کو بھی داخل کیا ہے بعض نے ایک اور حدیث کے پیش نظر طلباء کرام کو بھی اس میں شامل کیا ہے تاہم جمہور اُمّت اس پر متفق ہے کہ اس سے مراد مجاہدین ہیں۔

چوتھی بات یہ سمجھ میں آگئی کہ مجاہدین چاہے مالدار ہوں چاہے فقیر ہوں جمہور اُمّت کے نزدیک وہ زکوٰۃ کے مستحق ہیں صرف ائمہ احناف نے مجاہدین کے ساتھ

فقیر ہونے کی قید لگادی ہے اگرچہ روح المعانی نے بحوالہ احکام القرآن کہا ہے کہ مجاہد اگر غنی ہے اور گھر میں بیٹھا ہے تو اس کے لئے مال زکوٰۃ سے لینا حلال نہیں ہے لیکن اگر وہ سفر جہاد کا مصمم ارادہ کرے اور سفر پر نکل جائے تو اگرچہ اس کے گھر میں مکمل مال موجود ہو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے کیونکہ ان کو اسلحہ اور دیگر جہادی سازو سامان کی ضرورت پڑتی ہے۔

اب آپ ائمہ احناف کی رائے کا نچوڑ اور فی سبیل اللہ کا خلاصہ شیخ علامہ زاہد الکوثریؒ کی زبانی سنیں لیکن اس سے قبل اتنا عرض میں بھی سامعین کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ جمہور علماء نے مجاہد کے لئے فقیر ہونے کو شرط یا ضرورت قرار نہیں دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ فقیر کا تو الگ ایک مصرف ہے اگر مجاہد کے لئے فقیر کی شرط لگائی جائے تو پھر فقراٗ ومساکین کے بعد مجاہد کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ اور مجاہد اگر فقر کی وجہ سے زکوٰۃ کا مستحق بنتا ہے تو پھر فی سبیل اللہ کا الگ مصرف کہاں رہا اور جہاد و مجاہدین کی اہمیت کہاں رہی حالانکہ علماء نے لکھا ہے کہ وفی سبیل اللہ کے لفظ کو واو عاطفہ اور لفظ "فی" کے ساتھ مستقلاً ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے اس مصرف کو باقی مصارف سے افضل قرار دیا ہے کیونکہ اس میں اگر ایک طرف خدمت خلق ہے تو دوسری طرف خدمت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ موجود ہے۔

اس کے علاوہ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے اور وہ یہ کہ عطاء بن یسار مرسل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لاتحل الصدقة لغنی الالخمسة لغاز فی سبیل الله الخ"۔ (ابوداؤد)

یعنی کسی بھی غنی کے لئے صدقہ وزکوٰۃ لینا حلال نہیں مگر پانچ اغنیاء کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے ان میں پہلا شخص غازی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہے اس صریح حدیث کے پیش نظر علامہ قرطبی اور کچھ دیگر علماء نے ائمہ احناف پر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں احناف نے تساہل سے کام لے کر ظاہر کی خلاف

ورزی کی ہے۔

علامہ زاہد الکوثری نے مقالات کوثری میں اس مسئلہ کو تفصیل سے اُٹھایا ہے اور اس پر مکمل بحث کی ہے ملاحظہ کریں۔

زاہد الکوثریؒ فیصلہ فرماتے ہیں

زاہد الکوثریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ ائمہ احناف کی طرف یہ منسوب کرنا غلط ہے کہ ان کے نزدیک مجاہد کے لئے زکوٰۃ لینے میں فقیر ہونا شرط ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ مجاہد کے ساتھ ائمہ احناف نے فقیر کی جو قید لگائی ہے یہ امر استحبابی ہے یعنی پسندیدہ اور مستحب بات یہ ہے کہ غازی و مجاہد فقیر ہو اور زکوٰۃ لینے والا اگر غنی ہے تو اس کے لئے زکوٰۃ لینا غیر مستحب ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قال ابوبکر بن العربی فی احکام القرآن جلد۱ صفحہ۳۹۶، قال مالکؒ رحمہ اللہ سبیل اللہ کثیرۃ ولکنی لا اعلم خلافا فی ان المراد بسبیل اللہ ھھنا الغزو۔

وقال محمد بن الحسن فی الموطاء صفحہ۱۷۹ بعد ان ساق حدیث عطاء بن یسار السابق قال محمد وبھذا ناخذ والغازی فی سبیل اللہ اذا کان لہ عنھا غنی یقدر بغناہ علی الغزہ لم یستحب لہ ان یاخذ منھا شیاء وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی۔

یعنی ابوبکر ابن عربی نے احکام قرآن میں فرمایا کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ سبیل اللہ تو بہت ہونگے لیکن یہاں اس آیت میں جو مذکور ہے وہ بلاخلاف جہاد ہی کا راستہ ہے امام محمدؒ نے موطأ محمد میں عطاء بن یسار کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ محمد کہتا ہے کہ ہم اسی کو بطور مسلک قبول کرتے ہیں کہ غازی اور مجاہد کے پاس اگر جہاد کرنے کے لئے پیسہ موجود ہو تو اس کے لئے مستحب نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ لے لے اور یہی ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ (دیکھو یہاں لفظ مستحب ذکر فرمایا)

وقال البدر العینی فی عمدۃ القاری جلد ۴ صفحہ ۳۹۲ قال ابن المنذر فی الاشراف، قول ابی حنیفہ وابی یوسف ومحمد سبیل اللہ ھو الغازی غیر الغنی وعزو ابن المنذر الی ابی حنیفۃ واصحابہ اشتراط الفقر فی الغازی وھم بل مرادہ استحباب ذلک کما سبق فیما نقلناہ من موطا الامام محمد۔

بدر الدین عینی مزید فرماتے ہیں کہ ابن منذر نے اپنی کتاب اشراف میں فرمایا کہ سبیل اللہ سے مراد امام ابو حنیفہ ابو یوسف اور امام محمدؒ، کے نزدیک مجاہد کا فقیر ہونا ہے یعنی غیر غنی ہونا، اور ابن منذر کا امام ابو حنیفہ کی طرف اور اس کے اصحاب کی طرف یہ منسوب کرنا کہ ان کے نزدیک جواز زکوٰۃ کے لئے مجاہد کا فقیر ہونا شرط ہے یہ ابن منذر کا وہم ہے بلکہ امام صاحب تو استحباب کے قائل ہیں کہ غازی اور مجاہد اگر فقیر ہے تو یہ زیادہ بہتر اور مستحب ہے یعنی فقیر کا ہونا مستحب ہے ورنہ مالدار مجاہد پر بھی زکوٰۃ لگ جاتی ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے جو ہم نے اس سے پہلے امام محمد کے موطا کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی تھی،

زاہد الکوثری کے اس فیصلہ سے ائمہ احناف کے لئے کئی مشکلات آسان ہوگئیں ایک تو یہ کہ جمہور کے ساتھ اختلاف تقریباً ختم ہوگیا کہ ان کے ہاں غنی مجاہد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے تو احناف کے ہاں بھی جائز ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ مجاہد فقیر ہو تو یہ اولی غیر اولی اور افضل غیر افضل کا مسئلہ ہو کر رہ گیا دوسری آسانی یہ ہوگئی کہ ظاہری صریح نصوص پر عمل ہوگیا اور کسی تاویل کی ضرورت نہیں پڑی البتہ صرف اتنا کہنا پڑا کہ غنی مجاہد کو زکوٰۃ دینا جائز تو ہے لیکن اگر وہ غریب ہو اور اس کو دیا جائے تو بہت زیادہ مناسب ہوگا بہرحال اس ساری تفصیل کا نتیجہ یہ نکلا کہ ائمہ احناف نے مجاہد کے ساتھ فقیر کی جو قید لگائی ہے وہ استحباب اور مستحب کے درجہ میں ہے اور امام محمدؒ نے موطا محمد میں اس کی تصریح کردی ہے اور زاہد الکوثری نے اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

اُمید ہے کہ اس تفصیل کے بعد احباب کو اب شبہ باقی نہیں رہے گا اور مجاہدین

کو زکوٰۃ دینے میں کسی الجھن کا شکار نہیں ہوں گے۔

تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار وخطابین، وہ خطا پوش وکریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم
خود کشی شیوہ تمہارا، وہ غیور وخوددار
تم اخوت سے گریزاں وہ اخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار
تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستان بکنار
ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے نہ دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
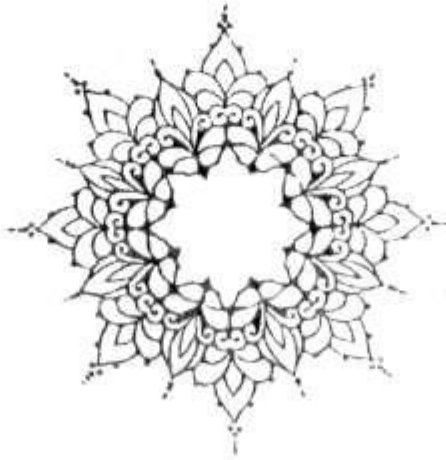
چوتھی فصل:

مجاہدین کو تیار کرکے بھیجنے اور ان کے گھروں کی خبر گیری کے فضائل

قال الله تعالی یا ایها الذین امنوا هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم تومنون بالله ورسوله وتجاهدون فی سبیل الله باموالکم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ (سورت صف ۱۱)

"اے ایمان والو! میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک درد ناک عذاب سے، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو"۔

تفسیر: یعنی اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے لیکن تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اس کے راستے میں جان و مال سے جہاد کرو، یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں، دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اس میں لگادیتے ہیں محض اس امید پر کہ اس سے منافع حاصل ہوں گے اور اس طرح راس المال گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل و عیال تنگدستی و افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے لیکن مومنین اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلی تجارت میں لگائیں گے، تو صرف چند روزہ افلاس سے نہیں، بلکہ آخرت کے درد ناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہوجائیں گے۔ اگر مسلمان سمجھے تو یہ تجارت دنیا کی

سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی جنت کی صورت میں ملے گا جس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۷۳۲)

اس آیت اور اس کی تفسیر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جہاد دنیا و آخرت دونوں کے لئے ایک نفع بخش تجارت ہے دنیا میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں عذاب الیم سے آدمی بچتا ہے لہٰذا اس نفع کو صرف اوھام اور شکوک کی بنیاد پر مشکوک نہیں بنانا چاہئے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے خط میں لکھتے ہیں،

کس شخص نے آپ کو خبر دی کہ جناب امام ہمام (سید احمد شہیدؒ) اس مختصر جمعیت کے ساتھ لاہور اور کلکتے کا عزم رکھتے ہیں؟

وہ تو دن رات مسلمانوں کی جمعیت کی زیادتی اور ان کی شوکت کی ترقی کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اسلامی شوکت کے عروج کی تدریجاً امید رکھتے ہیں اور یہ بات بالکل بعید نہیں، بلکہ قوموں اور سلطنتوں کے انقلاب میں اللہ کی یہ سنت جاری ہے کہ معمولی لوگوں میں سے کوئی کمزور فرد جیسے نادر شاہ وغیرہ سر اٹھاتا ہے اور آہستہ آہستہ رفقاء کی ایک جماعت فراہم کرتا ہے اور تدریجاً قوت اور شوکت حاصل کرلیتا ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے سلاطین کی سلطنت اور بڑے بڑے با اقتدار شہنشاہوں کی مملکت درہم برہم کردیتا ہے، کس قدر بے انصافی ہے کہ جو شخص محض دنیا کی طلب میں کمربستہ ہوتا ہے اس کے حق میں فتح و نصرت کا گمان کرلیا جاتا ہے اور اسی گمان پر اس کا ساتھ دیا جاتا ہے لیکن جو شخص محض اللہ کے لئے اور اللہ کی خوشی کے لئے دین کی مدد کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے اس کے حق میں فتح و نصرت کو بعید سمجھا جاتا ہے اور اس کو بھی دور کے وہموں میں شمار کیا جاتا ہے اور اس پر عجیب عجیب اشکالات اور قسم قسم کے اعتراضات کئے جاتے ہیں اس کا کوئی ساتھ نہیں دیتا ہے اور عام مسلمانوں کو بھی اس کی رفاقت سے روکا جاتا ہے اور نوبت بایں جا رسد کے اس کے کارخانہ جہاد کو درہم برہم کرنے کی سعی نامشکور کی جاتی ہے۔ (دعوت و عزیمت صفحہ ۵۵۴)

جہادی فنڈ میں چندہ کا عظیم ثواب

حدیث نمبر ① وعن زيد بن خالد الجهني رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من جهز غازيا في سبيل الله فقد غزا ومن خلف غازيا في اهله بخير فقد غزا۔ (بخاری و مسلم شریف)

"حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے اللہ کے راستہ میں غازی کو ساز و سامان دیکر دشمن کی طرف بھیجا تو اس نے خود جہاد کیا اور جس شخص نے کسی غازی مجاہد کے گھر کی اچھی خبر گیری کی تو اس نے خود جہاد کیا"۔

مطلب: اچھی خبر گیری کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بچوں کی دیکھ بھال کی، ان کی عزت و حرمت کا خیال رکھا اس کے مال اور گھر میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی یہ اچھی خبر گیری ہے اور اس کے برعکس بری خبر گیری اور خیانت ہے۔

"اس نے خود جہاد کیا" کا مطلب یہ ہے کہ اس مجاہد فی سبیل اللہ کو میدان جنگ میں جو ثواب ملتا ہے وہ ثواب اللہ تعالیٰ اس تیار کرنے اور سامان دیکر بھیجنے اور اچھی خبر گیری کرنے والے کو بھی عطا کرتا ہے۔

حدیث نمبر ② وعن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للغازي اجره وللجاعل اجره واجر الغازي۔ (ابوداؤد)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غازی کو تو اس کے غزوہ اور جہاد کا ثواب ملتا ہے اور جس شخص نے اس کو مال دیکر جہاد کے لئے بھیجا ہے اس کو اپنے مال کا بھی ثواب ملے گا اور اس غازی کے عمل کا بھی ثواب ملے گا"۔

حدیث نمبر ③ وعن ابی سعيد الخدري رضي الله عنه ان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث الی بنی لحیان لیخرج من کل رجلین رجل والاجر بینھما۔ (مسلم شریف)

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو لحیان کے پاس ایک قاصد بھیجا اور فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی جہاد کے لئے نکل جائے اور ثواب دونوں میں برابر ہوگا۔

اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی جہاد کے لئے نکل جائے پھر آپ نے بیٹھے رہنے والے سے فرمایا کہ تم میں سے جس نے بھی اس نکلنے والے کی بچوں اور اموال کی بہتر طریقہ سے نگرانی کی تو اس کو اس نکلنے والے مجاہد کا نصف ثواب ملے گا۔

ایک اور حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ھذیل کی شاخ بنی لحیان کی طرف ایک آدمی بھیجا اور فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی کو اٹھ جانا چاہئے اور ثواب دونوں میں برابر برابر ہوگا ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے کسی روزہ دار کا روزہ کھلوایا تو اس کھلوانے والے کو روزہ دار کے ثواب کی طرح ثواب ملے گا اور غازی کے اجر و ثواب میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی غازی کو تیار کرکے بھیجا یا اس کے گھر کی نگرانی کی تو فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے ایسا ہے جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر دشمن سے مسلح جہاد میں شریک ہوا ہو۔ (رواہ احمد)

ابن عساکر کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حاجی یا غازی یا عمرہ کرنے والے کو تیار کرکے بھیج دیا۔ ان لوگوں کے گھروں میں ان کے اہل و عیال کی خبر گیری کی، تو اس شخص کو ان کے اعمال کے ثواب کی طرح اجر و ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

ابن ماجہ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غازی کو مال و سامان دے کر ایسا تیار کیا کہ وہ ہر لحاظ سے خود کفیل بن گیا تو اس شخص کو اس غازی کے اجر و ثواب کی طرح ثواب دیا جائے گا یہاں تک کہ اس غازی کا انتقال ہو جائے یا میدان جہاد سے واپس گھر لوٹ آئے۔

حدیث نمبر (۴) "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مجاہد پر سایہ کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص پر سایہ کرے گا اور جس شخص نے کسی مجاہد کو سامان دے کر جہاد کے لئے روانہ کیا تو اس کو مجاہد کی طرح ثواب ملے گا اور جس شخص نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنالی جس میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جنت میں ایک محل تیار کر کے عطا کرے گا"۔ (ابن ماجہ شریف)

اس حدیث میں سایہ کا ذکر ہے اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ براہ راست غازی کے سر پر چھتری کھول کر سایہ کیا یا کسی چادر وغیرہ سے اس کے سر کے لئے اور جسم کے لئے دھوپ سے پردہ اور حفاظت کا اہتمام کیا اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ مجاہد کو مکان فراہم کیا یا خیمہ فراہم کیا جس کو استعمال کر کے مجاہد دھوپ سے بچاؤ کا انتظام کرتا ہے گرمی سردی میں اس کو استعمال کرتا ہے اس میں بیٹھتا ہے اور سوتا ہے یہ سب سایہ کی صورتیں ہیں اور سب میں ثواب ملتا ہے۔
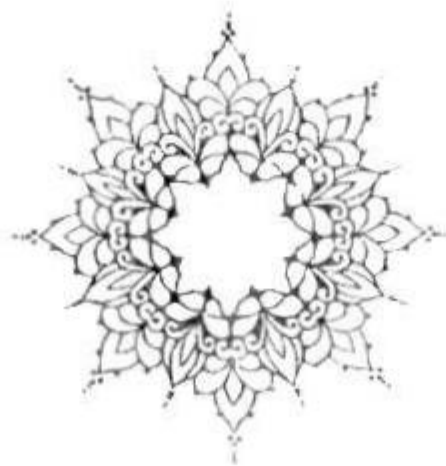
پانچویں فصل:

سازو سامان اور کھلانے پلانے سے مجاہدین کی خدمت کی فضیلت

حدیث نمبر ① عن عبد الله بن سهل ان سهلا رضی الله عنه حدثه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال۔ من اعان مجاهدا فی سبیل الله او غازیا فی عسرته او مکاتبا فی رقبته اظله الله فی ظله یوم لاظل الاظله۔ (رواہ احمد)

"حضرت عبد اللہ بن سہل فرماتے ہیں کہ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں کسی مجاہد کی مدد کی یا کسی تنگ دست غازی کی اعانت کی یا کسی مکاتب غلام کی گردن خلاصی میں مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں رکھے گا جب کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا"۔

حدیث نمبر ② وعن عدی بن حاتم قال قلت یا رسول الله ای الصدقات افضل؟ قال خدمة الرجل یخدم اصحابه فی سبیل الله. قلت یا نبی الله فای الصدقة بعد ذلک افضل؟ قال بناء یفئی به الرجل علی اصحابه فی سبیل الله قلت یا رسول الله فای الصدقة افضل بعد ذلک؟ قال عسب فرس یحمله صاحبه فی سبیل الله۔ (سنن سعید بن منصور)

"حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے افضل ترین صدقہ کونسا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راہ جہاد میں آدمی کا اپنے ساتھیوں کی خدمت کرنا افضل ترین صدقہ ہے میں نے پھر سوال کیا کہ یا رسول اللہ اس کے بعد کونسا صدقہ افضل ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مکان جس سے آدمی راہ خدا میں اپنے مجاہدین ساتھیوں پر سایہ کرے، میں نے پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس کے بعد کونسا صدقہ افضل ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راہ خدا میں اپنے مجاہد ساتھی کو جفتی کے لئے گھوڑا دینا تاکہ وہ اس کو گھوڑی پر چھوڑے"۔

حدیث کے اس آخری ٹکڑے کا مطلب یہ ہوا کہ مجاہدین کے پاس مادہ گھوڑیاں ہیں اور افزائش نسل کے لئے کوئی گھوڑا نہیں ہے، اور ایک شخص اپنا گھوڑا بطور عاریت دیتا ہے تاکہ گھوڑیوں کی جفتی کا انتظام ہوسکے تو یہ بھی راہ خدا میں بہترین صدقہ ہے کیونکہ اس سے جہاد اور مجاہدین کی مدد اور اعانت ہوتی ہے اور فی سبیل اللہ جہاد کے لئے گھوڑے فراہم ہوجاتے ہیں۔

حدیث نمبر (۴) "حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کے راستہ میں جہاد میں لاٹھی دینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں نفلی حج کے بعد پھر نفلی حج کروں"۔ (ابن مبارک)

اس حدیث کو طبرانی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ جہاد میں ایک لاٹھی بھیجنا مجھے فرض حج کے بعد نفلی حج سے زیادہ محبوب اور پسند ہے حضرت سعد بن منصور کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوری قوم میں سب سے زیادہ اجر پانے والا وہ شخص ہے جو اس قوم کی خدمت کرتا رہتا ہو ایک اور موقوف روایت کو عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستہ میں اپنے مجاہدین ساتھیوں کی خدمت کی وہ اپنے ہر ساتھی سے ایک قیراط ثواب میں بڑھ گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو ساتھیوں کی خدمت میں دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا فرماتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جماعت جماعت بناکر سفر فرماتے تھے چنانچہ ایک جماعت ایسی تھی کہ وہ اپنے ایک ساتھی کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہت تعریف کرنے لگی کہ یا رسول اللہ! ہم نے اس جیسا آدمی کبھی دیکھا ہی نہیں اگر اترتا ہے تو بس نماز میں مشغول ہیں اور اگر ہم چلنے لگتے ہیں تو بس تلاوت ہی تلاوت میں لگے رہتے ہیں اور روزے تو اتنے رکھتے ہیں کہ افطار کا نام ہی نہیں لیتے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عبادت کے لئے اس کو فراغت کا موقعہ کس نے دیا؟ سب نے کہا کہ ہم نے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ اس کو موقعہ کس نے فراہم کیا۔ سب نے کہا کہ ہم نے فراہم کیا (یعنی ہم نے خدمت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ان کو فارغ کیا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب اس سے بہتر ہو

مجاہدین کے لئے روٹی پکانے والا

اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسے آدمی پر ہوا جو مجاہدین کے لئے روٹی اور کھانا تیار کر رہا تھا اور آگ کے شعلوں اور گرمی سے وہ پسینہ میں شرابور تھا اور اس کو بڑی تکلیف ہو رہی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد اس شخص کو جہنم کی آگ ہرگز نہیں پہنچے گی۔

سلطان نور الدین نے اپنی کتاب ”الجہاد“ میں سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جس شخص نے مجاہدین کی صرف ایک دن خدمت کی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو دس ہزار سال کا ثواب ملے گا۔

یہ ساری حدیثیں اور آثار میں نے علامہ ابن نحاس کی کتاب مشارع الاشواق سے لی ہے میں نے بعض احادیث کو لیا ہے اور بعض کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ طوالت کا بھی خطرہ تھا اور احادیث ضعاف کا بھی ڈر تھا۔

مجاہد ساتھی کا سامان اٹھانا

اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری میں ایک باب باندھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے، یہ باب اس بیان میں ہے کہ ایک ساتھی دوسرے ساتھی کا سفر میں سامان اٹھائے، یہ عنوان عام ہے اور یہ سفر بھی عام ہے اور آگے جو حدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہے وہ بھی عام ہے البتہ اس عموم میں امام بخاری نے اس عنوان اور اس حدیث کو کتاب الجہاد میں ذکر کرکے یہ اشارہ کردیا کہ یہ سامان اٹھانا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا اس کا پہلا مصداق مجاہدین ہیں حدیث ملاحظہ ہو۔

حدیث نمبر (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کہ ہر جوڑ پر ہر روز صدقہ کرنا لازم ہے صدقہ کی صورتیں یہ ہیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی مدد کرے کہ اس کو اپنی سواری پر سوار کرے یا کم از کم اس کی اپنی سواری ہے لیکن یہ شخص اس کے سامان کو اٹھا کر اس کی سواری پر لادلے یہ بھی صدقہ ہے زبان سے اچھی بات کرنا یہ بھی صدقہ ہے اور نماز کے لئے جانے میں جو قدم کوئی اٹھا کر جائے تو ہر ہر قدم صدقہ ہے اور کسی کی رہنمائی کرنا اور راستہ دکھانا یہ بھی صدقہ ہے۔

راہ جہاد میں بڑے کا چھوٹے کی خدمت کرنا

حدیث نمبر ⑤ ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری رفاقت جریر بن عبداللہ سے ہوئی وہ میری خدمت کیا کرتے تھے حالانکہ عمر میں وہ مجھ سے بڑے تھے حضرت جریرؓ نے فرمایا کہ میں نے انصار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمت دیکھی تھی اس لئے میں انصار کے جس شخص کو بھی دیکھوں گا میں اس کا مکمل اکرام کروں گا''۔ (بخاری شریف)

راہ جہاد میں چھوٹے کا بڑے کی خدمت کرنا

حدیث نمبر ⑥ ''حضرت انس ہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے آپ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلا (جنگ خیبر اور فتح خیبر کے بعد) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ لوٹ آئے اور آپ نے احد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ ایک ایسا پہاڑ ہے کہ ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں اور یہ ہمیں محبوب رکھتا ہے''۔ (بخاری شریف)

راہ جہاد میں خدمت کے لئے روزہ کھولنا

حدیث نمبر ⑦ ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے (یعنی ایک جہادی سفر میں) ہم میں سے بعض روزہ سے تھے اور بعض نے روزہ کھولا تھا ہم ایک جگہ پڑاؤ ڈالنے کے لئے اترے سخت گرمی کا دن تھا تو روزہ والے وہاں پہنچتے ہی گر پڑے اور روزہ کھولنے والے اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے خیمے لگادیئے اور اونٹوں کو پانی پلایا اس

پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تو روزہ کھولنے والے سب ثواب کماکر لے گئے" (بخاری مسلم)

تشریح اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عمل جہاد میں اگر روزہ رکاوٹ بنتا ہے تو اس کا افطار کرنا رکھنے کی بنسبت زیادہ موجب ثواب ہے بعد میں قضاء کرلے اور فی الحال جہادی عمل کو تیز تر جاری رکھے کیونکہ اگر کافر کا دفاع ہوگیا اور کفار بھاگ نکلے تو روزہ بعد میں قضا ہوسکتا ہے لیکن اگر ایک نیک آدمی روزوں پر روزہ رکھنے لگا اور کافروں نے آکر حملہ کردیا اور مسلمان مغلوب ہوگئے۔ تو نہ روزہ باقی رہے گا اور نہ روزہ رکھنے والا باقی رہے گا اور نہ علاقہ کی آبادی باقی رہے گی نہ علاقہ باقی رہے گا اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تین نمازیں جنگ خندق کے موقع پر قضاء ہوگئیں لیکن وہ حضرات میدان جہاد اور مورچہ سے نہ ہٹے اور مقابلہ میں ڈٹے رہے پھر تینوں نمازیں ایک ساتھ عشاء کے بعد ادا کرلی گئیں ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہاد کتنا اہم حکم ہے صلوۃ خوف کو آپ لے لیجئے کہ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی اور پھر نماز کے دوران دشمنان اسلام کے مقابلے میں کھڑے ہوگئے اور جب دوسری جماعت نے اپنی ایک رکعت پڑھ لی تو وہ جاکر مقابلہ میں کھڑی ہوگئی اور یہ پہلی والی جماعت نے آکر اپنی نماز مکمل کرلی قرآن کریم نے اپنی صریح الفاظ میں صلوۃ خوف کا طریقہ خود بیان کیا ہے معلوم ہوا جہاد مقدس کی خاطر اور اس کو باقی رکھنے اور جاری رکھنے کے لئے دیگر عبادات کے نقشوں اور خاکوں میں تبدیلی کو مجبورا برداشت کیا گیا ہے لیکن جہاد کے نقشے میں تبدیلی کو برداشت نہیں کیا گیا تیمم کو آپ لے لیجئے جہاد مقدس کی برکت سے یہ حکم نازل ہوا کہ صحراؤں میں مجاہدین کے پاس پانی نہیں ہوگا تو تیمم کی سہولت دیدی گئی اور پھر ہر مجبور مسلمان کے لئے یہ حکم عام کردیا گیا شہید کا غسل ایک بڑا مسئلہ تھا کیونکہ صحراؤں میں پانی کہاں میسر کہ کئی کئی شہداء کو آسانی سے غسل دیا جاسکے نیز مقابلہ کے دوران اتنی فراغت کہاں کہ

سب کو غسل دیا جائے تو اس کے غسل کو معاف کر دیا گیا اسی طرح پہاڑوں میں سو دو سو آدمیوں کے لئے کفن کا انتظام کتنا مشکل تھا اور جہاد کے راستے میں کتنی پریشانی کا باعث بنتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے شہید کو اسی لباس میں دفنانے کا حکم دیدیا اسی طرح اجتماعی قبروں میں دفنانے کی اجازت دینا، یہ سب جہاد کی برکت ہے۔

مجاہدین کو پانی پلانے والے کی فضیلت

حدیث نمبر ⑧ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہدین میں سب سے **افضل** اور بہتر شخص وہ ہے جو مجاہدین کی خدمت کرتا ہو۔ پھر اس کے بعد وہ مجاہد سب سے **افضل** ہے جو مجاہدین کو اچھی معلومات فراہم کرتا ہو پھر ان میں سب سے زیادہ قرب کے مقام پر فائز وہ مجاہد ہے جو روزہ دار ہو۔ اور جس شخص نے اپنے مجاہدین ساتھیوں کو ایک مشکیزہ پانی لاکر پلایا تو وہ ان مجاہدین سے ستر درجہ جنت کی طرف آگے بڑھا، یا ستر سال آگے بڑھا''۔ (طبرانی و ابن عساکر مع ضعف)

مجاہدین کی بیویوں کا احترام

حدیث نمبر ⑨ ''حضرت بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہدین کی بیویوں کی عزت و احترام غیر مجاہدین پر اس طرح لازم ہے جس طرح کہ اپنی ماؤں کا احترام لازم ہے اور جس شخص نے کسی مجاہد کے بچوں کی خبر گیری کرنے میں ان سے خیانت کی تو قیامت کے روز اس خائن کو اس مجاہد کے سامنے لا کھڑا کیا جائے گا اور وہ مجاہد اس خائن کے اعمال سے جتنا چاہے گا لے لے گا پس تمہارا کیا خیال ہے؟'' (مسلم شریف)

تشریح یعنی کیا خیال ہے یہ مجاہد اس خائن کا کوئی نیک عمل لئے بغیر چھوڑے گا؟ یعنی نہیں چھوڑے گا بلکہ سب اعمال لے گا سوچنے کا مقام ہے جن لوگوں کے گھروں کی بیویوں اور بچوں کا یہ احترام ہے تو خود ان کا کتنا بڑا احترام ہو گا اور جو لوگ براہ راست خود مجاہدین کا مذاق اڑاتے ہیں انہیں ستاتے ہیں ان کو حقیر سمجھتے ہیں ان سے جھگڑتے ہیں ان کی غیبت اور چغلی کھاتے ہیں ان کے خلاف خفیہ سازشیں کرتے ہیں اور خصوصاً امریکہ بہادر کو خوش کرنے کے لئے ان کو گرفتار کرتے ہیں انہیں دہشت گرد بتاتے ہیں ان کے گھروں پر چھاپے مارتے ہیں اور ان کی ملکی شہریت کو ختم کر کے ملک بدر کرتے ہیں ان ظالموں کا کیا حشر ہو گا میں تو سمجھتا ہوں کہ مجاہدین کو ستانے والے بڑے ہی ظالم ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت جلدی ان سے انتقام لیتا ہے ہمارے سامنے کا تجربہ موجود ہے کہ پاکستانی حکومت نے ایک دفعہ پشاور کے عرب مجاہدین پر ہاتھ ڈالا اور بلاوجہ ان کو گرفتار کیا ان کے بچوں کو پریشان کیا اللہ تعالیٰ نے اسی حکومت کے صدر اور وزیر اعظم کو آپس میں ایسا ٹکرایا کہ نہ صدر رہا اور نہ وزیر اعظم رہا اور نہ ان کی حکومت رہی آج تک وہ مارے مارے پھر رہے ہیں اور ان کو خود معلوم نہیں کہ وہ آپس میں کیوں لڑ پڑے تھے۔

مجاہدین کو تیار کرنے میں غفلت کا انجام

حدیث نمبر ⑩ ”حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے خود بھی جہاد نہ کیا اور نہ کسی غازی کو سامان دے کر تیار کیا اور نہ کسی مجاہد کے گھر کی اچھی خبر گیری کی، تو اللہ تعالیٰ قیامت آنے سے پہلے پہلے اس کو عظیم مصیبت میں مبتلا کرے گا“۔ (ابو داؤد شریف)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ جہاد میں کسی نہ کسی طرح حصہ ضرور لے، اگر محاذ پر جا کر لڑنے کی قدرت نہیں تو مجاہدین کو

سامان فراہم کرنے میں حصہ لے اور یہ بھی نہ ہوسکے تو مجاہدین کے اہل و عیال اور پس ماندگان کی خدمت خالص اللہ کی رضا کے لئے کرے اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم از کم مجاہدین کے ساتھ نظریاتی ہم آہنگی اور دل میں ان کے لئے نرم گوشہ پیدا کرکے ان کی زبانی ہمدردی کرے اور نیک دعاؤں میں ان کو نہ بھولیں اگر ان تمام مراحل میں کسی مرحلہ میں ایک مسلمان نہیں تو پھر وہ آسمانی بجلی اور قہر الٰہی اور ذلت کے عذاب کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھے۔

اپنی تیغ صف شکن باطل پہ لہراتے ہوئے
داستان ابن قاسم پھر بیاں کرتے چلو
اپنے خوں سے اک نئی تاریخ لکھنی ہے تمہیں
سرفروشی اپنی زیب داستاں کرتے چلو
پھر ذرا شمشیر جوہر دار کے جوہر کھیلیں
پھر اسے گلبار گل رخ گل نشاں کرتے چلو
جذبۂ شوق شہادت ہے متاع زندگی
اس کا پھر سے کارواں در کارواں کرتے چلو
خالد و ضرار کی دینی حمیت کی قسم
بتکدوں سے پھر بتوں کو بے نشاں کرتے چلو
سکۂ حق ہی چلے گا ارض پاکستان میں
یہ حقیقت اہل باطل پہ عیاں کرتے چلو
زندگی کیفیتی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

چھٹی فصل:

مجاہدین کو رخصت کرنے کی فضیلت

حدیث نمبر ① وعن ابن عباس رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم جهز جیشا فمشی معهم الی بقیع الغرقد حین وجههم ثم قال انطلقوا علی اسم الله اللهم اعنهم۔ (متدرک حاکم)
”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر تیار کر کے روانہ فرمایا، جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو چلنے کا حکم دیا تو آپ خود بھی جنت البقیع تک ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لے کر چلو، پھر آپ نے اس طرح دعاء فرمائی، بار الہا! ان کی مدد و نصرت فرما“۔

حدیث نمبر ② وعن عبد الله بن یزید الخطمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا شیع جیشا فبلغ عقبة الوداع قال استودع الله دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم۔ (متدرک حاکم)
”حضرت عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ کسی لشکر کو رخصت فرماتے اور رخصت کرتے کرتے آپ وداع گھاٹی تک پہنچ جاتے تو آپ فرماتے میں تمہارے دین کو حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور تمہاری امانتوں کو بھی اور تمہارے آخری اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں“۔

حدیث نمبر ③ وعن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه انه شیع

جیشا فمشی معھم، فقال الحمد للہ الذی اغبرت اقدامنا فی سبیلہ فقال رجل انما شیعنا ھم، فقال انما جھزنا ھم وشیعنا ھم ودعونا لھم۔ (بیہقی شریف)

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلّق روایت ہے کہ آپ نے ایک لشکر روانہ کیا اور خود بھی ان کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے چل پڑے پھر آپ نے فرمایا کہ شکر الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں ہمارے پاؤں کو بھی غبار آلود ہونے کا شرف بخشا ایک آدمی نے کہا کہ ہم نے تو صرف ان لوگوں کو رخصت ہی کیا ہے (غبار کی کیا فضیلت؟) حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں ہم نے ان کو رخصت بھی کیا ان کو سامان دیگر جہاد کے لئے روانہ بھی کیا اور ان کو دعائیں بھی دیں"۔

حدیث نمبر ④ "ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا، آپ پیدل چلتے تھے اور ان کو رخصت کرتے جاتے تھے، اس پر لشکر والوں نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ اگر سوار ہوجاتے تو بہت اچھا ہوتا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں راہ جہاد میں پیدل چل کر ان قدموں کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

ابن عساکر رحمہ اللہ نے اسی طرح کی ایک روایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلّق بیان کی ہے کہ صدیق اکبر نے سرزمین شام کی طرف افواج اسلامیہ کو روانہ فرمایا اور ان کو رخصت کرنے کے لیئے خود بھی کمانڈر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پیدل چل پڑے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر جارہے ہیں اور صدیق اکبر پیدل چل رہے ہیں اس پر حضرت یزید بن ابی سفیان نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ یا آپ سوار ہوجائیں یا مجھے اترنے کی اجازت دیدیں صدیق اکبر نے فرمایاک نہ آپ اُتریں اور نہ میں سوار

ہوں گا بلکہ میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد میں پیدل چل کر ان چند قدم کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

فائدہ مندرجہ بالا روایات میں صدیق اکبر کا ذکر اس حوالہ سے آیا ہے کہ آپ نے سرزمین شام کی طرف لشکروں کو رخصت کیا اور خود بھی پیدل چل کر سب کی حوصلہ افزائی کی اور دعاء کر کے سب کو رخصت کیا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائی خطبہ اور آپ کا ایک خط اور چند وصیتیں نقل کر دیا جائے تاکہ مجاہدین ساتھیوں کی کچھ رہنمائی ہو جائے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ

جب آپ مسیلمہ کذاب اسود عنسی اور طلیحہ جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی سے فارغ ہو گئے اور مانعین زکوۃ و مرتدین کا قلع قمع ہو گیا تو آپ نے شام کی طرف افواج اسلامیہ کے بھیجنے کا ارادہ کیا اور اپنی پوری ہمت رومیوں سے لڑنے کی طرف متوجہ کی اس عظیم مقصد کے لئے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کر کے اس طرح خطبہ دیا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی وجہ سے فضیلت دی اور تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں قبول فرمایا اور تمہیں ایمان کی دولت سے مالا مال کیا، تمہاری واضح طور پر نصرت و مدد فرمائی اور کامل و مکمل دین اسلام تمہیں عطا کیا، یہ جان لو! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جہاد کی مہم ملک شام کی طرف لوٹانے والے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا اب میرا ارادہ ہے کہ میں مسلمانوں کو ان کے اہل و عیال کے ساتھ ملک شام کی طرف متوجہ کروں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے زمین دکھلائی گئی میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھا تو عنقریب جو زمین مجھے دکھلائی گئی ہے وہ میری امت کے ہاتھ میں آئے گی پس آپ حضرات کا کیا

خیال ہے؟ اس پر سب نے جواب دیا کہ ہم سب تیار ہیں آپ حکم فرمائیں، صدیق نے فرمایا کہ جو قومیں جہاد چھوڑ دیتی ہیں وہ ذلیل ہو کر رہ جاتی ہیں صحابہ نے فرمایا آپ کی مرضی ہے ہمیں جہاں بھیجنا چاہتے ہو ہم تیار ہیں حضرت ابوبکر صدیق بہت خوش ہوئے دعائیں دیں اور پھر جزیرۂ عرب کے مختلف اطراف میں مندرجہ ذیل خط روانہ کیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ولولہ انگیز خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من عبد الله العتيق ابن ابى قحافه الى سائر المسلمين سلام عليكم

فانى احمد الله الذى لا اله الا هو واصلى على نبيه

وقد عولت ان اوجهكم الى الشام لتاخذوها من ايدى الكفار اللئام الطغام فمن عول منكم على الجهاد فليبادر الى طاعة الملك الوهاب

یعنی ابوبکر کی طرف سے تمام مسلمانوں کو سلام، اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بعد عرض یہ ہے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم کو سرزمین شام کی طرف جہاد کے لئے بھیج دوں تاکہ تم ان نالائق کفار اور سرکشوں سے شام چھین لو، پس تم میں سے جس کا بھی جہاد کا ارادہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف جلدی جلدی آجائے۔

اس خط کے جواب میں لشکر اسلام کا ایک سمندر مدینہ منورہ میں اکٹھا ہو گیا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف جرنیلوں کو اسلامی جھنڈے دے کر رخصت کیا، جاتے وقت صدیق اکبر نے چند وصیتیں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیں وہ ملاحظہ ہوں۔

یزید بن ابی سفیان کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وصیتیں

❶ جب تم راستے پر چلنے لگو تو زیادہ تیز مت چلو۔ تاکہ مجاہدین کو تکلیف نہ ہو۔

❷ اپنے رفقاء سے مشورہ لیا کرو۔

❸ انصاف کرو ظلم سے دور رہو کیونکہ ظالم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت نہیں ہوتی۔

❹ کسی صورت میں دشمن کو پیٹھ دکھا کر نہ بھاگو۔

❺ جب دشمن پر فتح پالو تو بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل مت کرو کھیتوں، درختوں اور جانوروں کو بلا ضرورت خراب نہ کرو۔

❻ جب وعدہ یا صلح کرو تو وعدہ خلافی اور نقض صلح نہ کرو۔

❼ تمہارا گذر کچھ پادریوں اور راہبوں پر ہوگا یہ لوگ اپنے گرجاؤں میں الگ تھلگ بیٹھے ہیں ان سے تعرض مت کرو۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

سرزمین شام کی طرف روانہ کرتے ہوئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مشہور کمانڈر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مندرجہ ذیل چند وصیتیں اور نصیحتیں فرمائیں۔

(۱) اے عمرو خدا تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنا۔

(۲) ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرو اور اپنے رب کو ہر کام میں خوش رکھو۔

(۳) اپنے ساتھیوں پر باپ جیسی شفقت کیا کرو۔
(۴) چلنے میں بھاگ دوڑ اور جلد بازی سے کام مت لو۔
(۵) دور کا سفر ہے تم اپنے ساتھیوں کی مکمل خبر گیری رکھو کیونکہ ان میں ضعیف اور کمزور بھی ہیں اللہ اس دین کو غالب کرے گا۔
(۶) جس وقت تم اپنے لشکر کو لے کر چلو تو جس راستے سے یزید بن ابی سفیان اور شرحبیل بن حسنہ اور ربیعہ گئے ہیں اس پر مت چلو بلکہ تم ایلیاء کے راستے سے جاؤ تو تم سیدھے فلسطین پہنچ جاؤ گے۔
(۷) وہاں پہنچ کر اپنے جاسوس مقرر کرو اور ابوعبیدہ وغیرہ مجاہدین کی ضرورت اور ان کی مدد کو مدنظر رکھو۔
(۸) جو کچھ میں کہتا ہوں اس میں ذرا بھی سستی مت کرو۔
(۹) دشمن کی فوج کی تعداد کو زیادہ دیکھ کر اس تردد میں مت پڑو کہ ابوبکر نے ہم کو موت کے منہ میں دیدیا بلکہ بڑی فوج سے بھی ٹکر لے لینا کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ کئی جگہ ہم نے کم تعداد میں ہونے کے باوجود بڑی بڑی فوجوں کو شکست دی ہے بدر و خیبر کے واقعات اور وہاں کے فتوحات تمہارے سامنے ہیں۔
(۱۰) اپنی امارت پر فخر و غرور مت کرو ماتحتوں کی ناقدری سے بچو بلکہ اپنے کو امیر کے بجائے ایک فرد کی طرح سمجھو۔
(۱۱) ہر چھوٹے بڑے واقعہ میں اپنے سب ساتھیوں سے مشورہ کیا کرو۔
(۱۲) نماز بڑی چیز ہے اس کا اہتمام رکھو جب نماز کا وقت ہو جائے تو بلا تاخیر اذان کہلواؤ اذان کے بغیر کوئی نماز ادا نہ کرو جو لوگ جماعت کے ساتھ شریک ہوسکتے ہیں تو یہ بہت افضل ہے ورنہ وہ اپنے اپنے خیموں میں نماز ادا کریں۔
(۱۳) قاصدوں سفیروں اور ایلچیوں کی بات خود سنا کرو دوسروں پر نہ ٹالا کرو۔
(۱۴) دشمن سے ہر وقت چوکنا رہو اور کسی کام میں غلو اور زیادتی سے کام مت لینا۔

(۱۵) جب اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو سزا دو تو زیادہ سختی مت کرو نہ ان کو بالکل آزاد چھوڑو کہ وہ تم پر دلیر نہ ہو جائیں۔

(۱۶) اپنے ساتھیوں کو قرآن شریف کی تلاوت کی تاکید کرو۔

(۱۷) کسی شخص کے راز کو فاش نہ کرنا بلکہ ظاہر پر اکتفا کرنا۔

(۱۸) جب ماتحتوں کو نصیحت کرنا پڑے تو مختصر الفاظ میں نصیحت کرو فوج کا ایک دستہ ہر اول پر مقرر کرو اور جن پر تمہارا اعتماد ہو ان کو پیچھے اپنی حفاظت کے لئے رکھو۔

(۱۹) جب دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرنا، استقلال کو باقی رکھنا پیچھے نہ ہٹنا تاکہ بزدلی کا اثر فوج پر نہ پڑے۔

(۲۰) دشمن کے مقابلہ سے پیچھے ہرگز نہ ہٹنا تاکہ بزدلی کا برا اثر فوج پر نہ پڑے۔

حدیث نمبر (۵) ''حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ میں ایک غزوہ میں نکل کر جانے لگا اس میں ہمیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الوداع کہہ کر رخصت کیا رخصت کرتے وقت آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تو کوئی چیز (روپیہ پیسہ) نہیں کہ میں آپ کو دیدوں لیکن میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو بطور امانت قبول فرماتے ہیں تو اس کی حفاظت فرماتے ہیں لہذا میں تمہارے دین و امانت اور آخری اعمال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں''۔ (نسائی شریف)

حدیث نمبر (۶) ''حضرت سہل بن معاذ اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا کہ مجھے دنیا و مافیھا سے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستہ (جہاد) میں کسی مجاہد کو رخصت کروں اور صبح یا شام کے اوقات میں سواری کے ذریعہ سے ان کی مدد کروں''۔ (مستدرک حاکم)

حدیث نمبر (۷) ''ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا

ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے کسی مجاہد کو راہ جہاد میں گھوڑے پر سوار کیا اور خود گھر میں رہا تو اس کے لئے اس شخص کے ثواب کی طرح ثواب لکھا جائے گا جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ صبر کرتے ہوئے گھر سے نکلا، جب تک گھوڑا باقی رہے گا یہ ثواب ملتا رہے گا اور جس شخص نے راہ جہاد میں تلوار دیدی تو قیامت کے روز اس تلوار کی ایک لمبی زبان ہوگی لوگوں کے سامنے آکر یہ کہے گی خبردار! میں فلاں بن فلاں کی تلوار ہوں میں اس شخص کے لئے مسلسل قیامت کے دن تک جہاد کرتی رہی، اور جس شخص نے کسی مجاہد کو راہ جہاد میں بدن کے کپڑے عطا کئے تو اس کو جنت کے کپڑے دیئے جائیں گے جو ہر روز دنیا کے رنگوں میں بدلتے رہیں گے"۔

قارئین کرام! اب مجاہدین کی خدمت میں چند حکایات لکھی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حکایت نمبر ① بلال بن سعید بیان فرماتے ہیں کہ سرزمین روم میں لوگوں نے حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے خچر پر دیکھا کہ کبھی وہ اس پر خود سوار ہوکر چلتے تھے اور کبھی مہاجرین کو اس پر باری باری سوار کرکے لیجاتے تھے راوی کا بیان ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جہاد کے لئے نکلتے تھے تو کھڑے ہوکر تمام مجاہدین کو غور سے دیکھتے جاتے تھے جب کوئی جماعت ان کے ساتھ ہوکر چلنے کی درخواست کرتی تو یہ جواب میں فرماتے تھے کہ میں تمہارے ساتھ مل کر تب سفر کروں گا جب آپ لوگ مجھے تین چیزیں دینے کا عہد کریں لوگ پوچھتے تھے کہ وہ تین چیزیں کیا ہیں آپ فرماتے پہلی چیز تو یہ ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم رہوں گا اس میں میرے ساتھ کوئی شریک نہ ہو اور نہ کوئی اس خدمت میں میرے لئے رکاوٹ بنے دوسری بات یہ کہ مجاہدین پر مقدور بھر خرچہ بھی میں کروں گا اور تیسری بات یہ کہ دوران سفر قیام کے دوران اذان صرف میں دوں گا اس میں بھی کوئی شخص میرا مقابلہ نہیں کرے گا اگر لوگ ان کی یہ شرائط مان لیتے تو آپ ان

کے ساتھ ہو جاتے ورنہ ان کو چھوڑ کر کسی اور جماعت میں جا ملتے۔

حکایت نمبر ② ابن حذیفہ عدوی کا بیان ہے کہ میں یرموک کی لڑائی میں اپنے چچا زاد بھائی کو ڈھونڈنے لگا اور میرے پاس پانی کا بھرا ہوا مشکیزہ تھا میں نے سوچا کہ اگر چچا زاد بھائی زندہ ملا تو یہ پانی ان کو پلادوں گا اور ان کے چہرہ سے مٹی ہٹادوں گا میں گھومتا رہا کہ اچانک میں نے ان کی فریاد سنی، میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو پانی پلاؤں؟ تو وہ جواب میں کہنے لگے جی ہاں پلادیجئے۔ میں ان کو پانی پلانے ہی لگا تھا کہ ایک اور مجاہد کی آہ بھرنے کی آواز آئی میرے چچا زاد بھائی نے کہا کہ جاکر یہ پانی پہلے ان کو پلادو میں نے جاکر دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی تھا میں نے ان سے کہا کہ آپ کو پانی پلادوں؟ اتنے میں ایک اور مجاہد کی کراہنے کی آواز آئی اس زخمی مجاہد نے کہا کہ جاکر اس آہ بھرنے والے کو پانی پلادو میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ مرچکا تھا میں پھر حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے اس کے بعد میں اپنے چچا زاد بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے قرآن کریم نے انہیں کے لئے فرمایا ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ دوسروں کو اپنے اوپر باوجود احتیاج کے ترجیح دیتے ہیں۔

فائدہ اسلام میں یرموک کا بہت بڑا معرکہ ہوا ہے ایک موقع پر چار ہزار صحابہ کرام و تابعین جام شہادت نوش فرماچکے تھے آٹھ یا نو لاکھ جنگ آزمودہ عیسائیوں سے ۳۰ ہزار مسلمانوں کا مقابلہ ہوا اسی واقعہ میں ایک موقعہ پر حضرت خالد کو اطلاع آئی کہ ساٹھ ہزار غسانی جنگ کے لئے میدان میں آگئے ہیں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبلہ ابن ایھم کے ساٹھ ہزار لشکر سے ٹکر لینے کے لئے تیار ہو گئے تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ ان کے مقابلہ کے لئے مجھے صرف تیس آدمی دیدیں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ یہ کیا

تناسب ہے؟ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک مجاہد دو ہزار کا مقابلہ کرے گا۔ سب نے مل کر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر آمادہ کیا کہ ساٹھ آدمی لے لو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساٹھ آدمیوں کو ساٹھ ہزار پر لاڈالا اور گھمسان کا رن پڑا صبح سے شام تک معرکہ ہوا بالآخر جبلہ کے لوگ بھاگ اٹھے ان کے پانچ ہزار آدمی مارے گئے اور دس صحابہ شہید ہوگئے اور پانچ کفار کی قید میں چلے گئے اسی کی طرف شاعر نے اشارہ کیا ہے ؎

غزی ستون هم ستون الفا
ومع هذا تولوا مدبرينا

یعنی ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کفار کا مقابلہ کیا، اور باوجود اس کثرت کے کفار میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

آخری جنگی دستہ، آخری رخصت

حکایت نمبر (۳) ۲۶ صفر المظفر یوم دو شنبہ سن ۱۱ ہجری کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کے مقابلہ کے لئے مقام اُبنیٰ کی طرف لشکر کشی کا حکم دیا یہ آخری سریہ تھا اور آپ کی فرستادہ فوجوں کی آخری فوج تھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے اس لشکر کا امیر مقرر کیا حضرت اسامہ کی کمان میں انصار ومہاجرین کے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو روانگی کا حکم دیا چہار شنبہ سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا پنجشنبہ کے روز باوجود علالت کے آپ نے خود اپنے دست مبارک سے نشان بناکر حضرت اسامہ کو دیا اور فرمایا اغز بسم الله وفى سبيل الله فقاتل من كفر بالله یعنی بسم اللہ کرکے اللہ کے راستے میں جنگ کے لئے نکلو اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان سے لڑو یہ لشکر مدینہ سے نکل کر مقام جرف تک پہنچا تھا کہ اطلاع آئی کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ

وسلم کا انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجاہدین کے رخصت کرنے اور انہیں الوداع کہنے کے متعلق یہ چند چیزیں آپ نے پڑھیں۔
اب مجاہدین کے استقبال کے متعلق چند واقعات و احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

مجاہدین کا استقبال

اس سے قبل ان احادیث اور واقعات کا بیان ہوا جن سے اندازہ ہو گیا کہ مجاہدین کو تیار کر کے بھیجنے میں کتنا بڑا ثواب ہے اور امت کے عام و خاص افراد نے کس طرح بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا ہے اور خلفاء راشدین نے مجاہدین کو سامان دیکر کس گرم جوشی اور کس عزت و احترام کے ساتھ الوداع کہہ کر رخصت کیا۔
اب کچھ احوال اس کا بیان کیا جارہا ہے کہ مجاہدین کے واپس آنے اور ان کو خوش آمدید اور مرحبا مرحبا کہنے اور ان کے استقبال کے لئے اہتمام کرنے میں اس امت کے خلفاء اور عام و خاص نے کس طرح محبت کا اظہار کیا ہے۔

حدیث نمبر ① وعن الزهری قال قال السائب بن یزید رضی الله عنه ذهبنا نتلقی رسول الله صلی الله علیه وسلم مع الصبیان الی ثنیة الوداع۔ (بخاری شریف)

”زہری کا بیان ہے کہ حضرت سائب بن یزید نے فرمایا کہ (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لارہے تھے تو) ہم بچوں کو ساتھ لے کر آپ کے استقبال کرنے کے لئے ثنیہ الوداع تک گئے تھے“۔ یعنی وداع کی گھاٹیوں تک گئے۔

حدیث نمبر ② وعن السائب بن یزید رضی الله عنه قال لما قدم النبی صلی الله علیه وسلم المدینة من غزوة تبوک تلقاه الناس فلقیته مع الصبیان علی ثنیة الوداع۔ (ابوداؤد)

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو عام لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔ میں نے بھی ثنیۃ الوداع مقام پر بچوں کو ساتھ لیکر آپ کا استقبال کیا"۔

اس استقبال میں یہاں روایات میں چند اشعار کا ذکر بھی ہے کہ جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تو مشتاقان، جمال نبوی، آفتاب نبوت و ماہتاب رسالت کے استقبال کے لئے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور غلبہ شوق میں پردہ نشین خواتین اور بچے اور بچیاں بھی نکل آئیں اور استقبال میں یہ اشعار پڑھنے لگیں ؎

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بلانے والا بلاتا رہے گا تب تک ہم پر شکر واجب ہے اے ہمارے طرف بھیجے گئے عظیم رسول! آپ ایسے نظام لے کر آئے ہیں جس کی اطاعت کی جائے گی۔

جب آپ کی نگاہ احد پہاڑ پر پڑی تو فرمانے لگے، ھذا جبل یحبنا ونحبہ یعنی یہ پہاڑ ہم کو محبوب رکھتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں اس کے بعد آپ مسجد نبوی میں دوگانہ پڑھ کر تشریف فرما ہوئے صحابہ کرام نے ملاقاتیں کیں اور پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا قصہ اور استقبال

ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسد الغابہ جلد ۳ میں صفحہ ۲۱۲ میں سند کے ساتھ یہ قصہ نقل کیا جو عجائبات قدرت میں سے ہے فتوح شام اور اسد الغابہ دونوں کا خلاصہ ملاحظہ ہو، سرزمین شام کے آخری شہروں میں سے انطاکیہ بھی فتح ہو چکا تھا جو ہرقل

بادشاہ کا رہائشی شہر تھا، صحابہ کرام نے شہروں کے بعد برف پوش پہاڑوں اور دروں میں جہادی مہمات کا آغاز کردیا اس مہم پر حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین ہزار لشکر دے کر روانہ فرمایا حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی دشوار گذار راستوں پر گذر کر ایک درہ میں نکل آئے حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں صرف تین ہزار فوج تھی جبکہ ان دروں میں تیس ہزار عیسائی لشکر تیار بیٹھا تھا صحابہ کرام نے پانچ دن پیدل سفر برف پوش پہاڑوں پر کیا تھا تھکے ماندے تھے سردی الگ ستارہی تھی اور ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور افواج اسلامیہ سے بھی یہ حضرات بہت دور ہوچکے تھے اسی حالت میں حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ پریشان بیٹھے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آپ پریشان کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا جگہ تنگ ہے ہم دشمن کے مقابلہ میں کم ہیں مرکز اسلام اور اسلامی فوج ہم سے بہت دور ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے جھنڈے کے تحت مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اور ان کو نقصان اٹھانا پڑے حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام مجاہدین نے فرمایا کہ ہم نے اپنی جانوں کو اللہ کے لئے وقف کردیا ہے لہٰذا آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ گفتگو جاری تھی کہ رومی لشکر مسلمانوں کے قریب پہنچ گیا اور صبح کے انتظار میں دونوں فوجیں رات گذارنے لگیں ادھر صبح نمودار ہوئی اور ادھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے کے لئے تیار ہوئے اور گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی تیس ہزار کفار نے تین ہزار مسلمانوں کو اپنے نرغے میں لے لیا مسلمانوں نے موت کی جنگ لڑی مگر کفار کے محاصرہ سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہوئے اتنے میں کفار کی تازہ دم مزید بیس ہزار فوج نے مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ اب تو مسلمانوں کو یقین ہوگیا کہ بس یہی جگہ ہماری موت کی جگہ ہے اور جب تک تلوار کا ایک دستہ بھی باقی ہو جنگ جاری رہے گی عیسائیوں کا ایک بڑا جرنیل مقابلہ پر آیا جس کے مقابلہ کے لئے حضرت عبداللہ ابن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں نکل آئے ایک دوسرے پر

زبردست حملے ہوئے شجاعت کے بڑے جوہر دکھائے گئے آخر ایمان غالب آیا اور کفر نے جان توڑ دی۔ اس جرنیل کے بعد نصرانیوں کا ایک دیو ہیکل بہادر پہلوان مقابلہ پر آیا اور حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہلت دیئے بغیر گرفتار کرلیا اور فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاکر زنجیروں میں جکڑ کر ہرقل کی طرف روانہ کردیا ہرقل اس وقت انطاکیہ سے بھاگ کر قسطنطنیہ میں مقیم تھا مسلمانوں کی جنگ جاری تھی اور کفار ان کو اپنے نرغے میں لے چکے تھے کہ اتنے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تین ہزار فوجیوں کے ساتھ پہنچ گئے اور کفار پر حملہ آور ہوگئے کفار شکست فاش کھاکر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن مسلمان اور خاص کر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ بن حذافہ کی گرفتاری پر سخت غمگین ہوگئے ادھر حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ہرقل کے سامنے پیش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہرقل کی قید میں اس وقت حضرت عبد اللہ بن حذافہ کے علاوہ اسی ۸۰ صحابہ گرفتار ہیں ہرقل نے جب دیکھا کہ عبد اللہ بن حذافہ کو اللہ تعالیٰ نے ہر کمال سے نوازا ہے تو اس نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ صحابی عیسائیت کو قبول کرلے اور ہمارے مذہب عیسائیت کے لئے کام کرے ہرقل نے سرپر تاج رکھا اور اپنے بڑے بڑے جرنیلوں کمانڈروں اور عہدہ داروں کی مجلس میں حضرت عبد اللہ کو بلایا بادشاہ روم اور صحابی رسول کی اس طرح گفتگو ہوئی۔

ہرقل۔ تم کون ہو؟

عبد اللہ بن حذافہ۔ میں قریش کا ایک مسلمان آدمی ہوں۔

بادشاہ روم۔ کیا اپنے نبی کے خاندان سے ہو؟

صحابی۔ نہیں

بادشاہ۔ ہمارے دین میں داخل ہوجاؤ ایک سردار کی لڑکی دیدوں گا۔

صحابی۔ میں اپنے دین اور پیارے نبی کے طریقوں کو قیامت تک نہیں چھوڑوں گا۔

بادشاہ۔ تم عیسائی بن جاؤ تمہیں بہت دولت اور باندیاں غلام دیدوں گا جواہرات کا خزانہ تیرے حوالہ کردوں گا۔

صحابی رسول۔ خدا کی قسم اگر تم اپنی اور اپنی قوم کی ساری بادشاہت بھی دیدوگے میں اپنے اسلام کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

بادشاہ۔ میں تمہیں بری طرح قتل کردوں گا کڑاہی کے کھولتے تیل میں جلا کر رکھدوں گا۔

صحابی۔ تم میرے جسم کے ایک ایک جوڑ کاٹ کاٹ کر جلادو یا جو کچھ کرنا ہے کرلو میں مذھب ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔

بادشاہ۔ کھولتے تیل کی کڑاہی منگا کر ایک صحابی کو اس میں بھون ڈالا اور ابن حذافہ سے کہا کہ عیسائی بن جاؤ ورنہ اس میں ڈالے جاؤ گے۔

صحابی۔ جو کچھ کرنا ہے کرلو میں ہرگز عیسائی نہیں بنوں گا۔

بادشاہ۔ اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اسے پکڑ کر اس میں ڈال دو۔

صحابی۔ کڑاہی کی طرف لائے گئے تو رونے لگے لوگوں نے جب دیکھا کہ رو رہے ہیں تو بادشاہ سے کہا کہ وہ رو رہا ہے ڈر گیا ہے بادشاہ نے کہا کہ اسے واپس میرے پاس لے آؤ۔

بادشاہ۔ روتے کیوں ہو ڈر گئے ہو؟

صحابی۔ میں ڈرا نہیں ہوں نہ میں اس کڑاہی میں ڈالے جانے کی وجہ سے رو رہا ہوں، مجھے اس لئے رونا آتا ہے کہ میری صرف ایک جان ہے جو اللہ کی رضا کے لئے قربان ہورہی ہے کاش میرے پاس میرے جسم کے بالوں برابر جانیں ہوتیں اور پھر وہ اسی طرح قربان ہوجاتیں۔

بادشاہ۔ نرم ہوکر تعجب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اگر چھوٹنا چاہتے ہو تو اس صلیب

کے سامنے سجدہ کرو یا شراب پی لو۔

صحابی۔ حاشا اللہ یہ تو کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

بادشاہ۔ پھر خنزیر کا گوشت کھالو میں چھوڑ دوں گا۔

صحابی۔ ہرگز نہیں کھاؤں گا اور نہ شراب پیوں گا۔

بادشاہ۔ میں تجھے بھوکا رکھوں گا پھر مجبوراً کھانا پینا پڑے گا چنانچہ چار دن تک صحابی کو بھوکا رکھا گیا اور سامنے خنزیر کا گوشت ڈالا گیا مگر صحابی نے نہ کھایا اور نہ پیا بلکہ اللہ کے لئے بھوک و پیاس برداشت کی۔

ہرقل کے نام عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط

سب تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام نبی علیہ السلام کے لئے یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے ہے اما بعد، جس وقت تجھے میرا خط پہنچے اسی وقت اپنے قیدی عبد اللہ بن حذافہ کو رہا کر کے میرے پاس بھیج دو اگر تم نے میری تحریر پر عمل کیا تو تیری بھلائی کی امید کی جاسکتی ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو میں تجھ پر ایسے لوگوں کی فوج ڈالدوں گا جن کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہ تجارت روک سکتی ہے اور نہ خرید و فروخت بیع و شرا۔

بادشاہ۔ اے حذافہ عیسائی بن جاؤ میں تجھے اپنی بیٹی نکاح میں دیدوں گا اور آدھا ملک دیدوں گا۔

ابن حذافہ۔ میں نے صاف صاف کہدیا کہ یہ نہیں ہو سکتا ہے۔

بادشاہ۔ بس اتنا کرلو کہ میری پیشانی پر بوسہ دو میں تجھے اور تیرے ۸۰ ساتھیوں کو چھوڑ دوں گا۔

ابن حذافہ۔ ہاں اگر میرے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دو گے تو میں تیری پیشانی پر بوسہ دے سکتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن حذافہ نے بادشاہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے

ساتھیوں کو رہا کرا کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جب دین اسلام کے یہ جانثار سپاہی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار صحابی مدینہ منورہ پہنچنے لگے تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت ابن حذافہ اور ان کے ساتھیوں کے استقبال کے لئے باہر آگئے اور آپ نے عام اعلان کیا کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ عبد اللہ بن حذافہ کی پیشانی کو اعزاز و اکرام کے لئے بوسہ دے اور میں سب سے پہلے اس کی ابتدا کرتا ہوں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے اور حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ان کو خوب عزت کا مقام دیا بعض صحابہ بطور مزاح حضرت ابن حذافہ سے دل لگی کے لئے کہا کرتے تھے کہ جی ہاں کیسا تھا جبکہ آپ نے ایک عجمی کافر کی پیشانی کو بوسہ دیا؟ حضرت ابن حذافہ جواب دیتے کہ ہاں اس ایک بوسہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ۸۰ مسلمانوں کو رہائی عطا فرمائی۔

مسئلہ المغنی میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجاہدین کو رخصت کرنا تو جائز ہے مگر استقبال نہیں کرنا چاہئے اس کے متعلق علامہ ابن نحاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے بلکہ استقبال بھی کرنا چاہئے کیونکہ مندرجہ بالا احادیث اور واقعات اس پر واضح دلیل ہیں ان احادیث کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے اور استقبال غازی کے نام سے ایک باب بھی باندھا ہے لہٰذا انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔
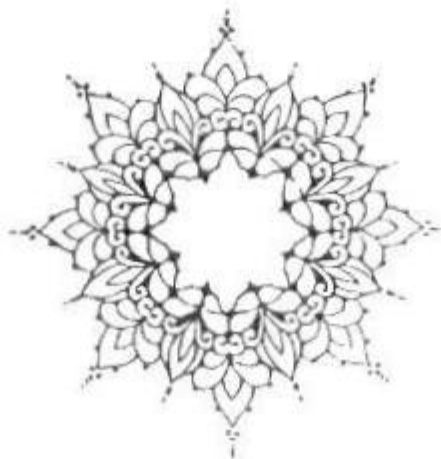
ساتویں فصل:

جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنے پر وعیدیں

قال اللہ تعالی وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا فان اللہ یحب المحسنین۔ (بقرہ آیت ۱۹۵)

"اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو"۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں یعنی جہاد وغیرہ میں اپنے مال کو صرف کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ بیٹھو یا اپنے مال کو جہاد میں صرف نہ کرو کہ اس سے تم ضعیف اور دشمن قوی ہوگا۔ (ترجمہ و تفسیر شیخ الہندؒ)

مفسرین

اس آیت کے متعلق مفسرین نے نہایت وضاحت کے ساتھ تفسیریں اور وضاحتیں فرمائی ہیں میں صرف علامہ قرطبی کے مندرجات اور تفسیرات نقل کرتا ہوں میرے خیال میں یہ تمام تفاسیر کے لئے کافی ہوگا فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت خرچ کرنے کے متعلق اتری ہے۔

❶ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے راستہ جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ دے نیز حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی بتایا کہ یہ آیت جہاد میں خرچ کرنے کے متعلق اتری ہے علامہ قرطبی نے

اس پر ایک حدیث بھی نقل فرمائی ہے جو ترمذی میں موجود ہے کہ ابو عمران نے فرمایا کہ ہم روم کے ایک شہر میں کفار کے ساتھ بر سرپیکار تھے کہ اچانک رومیوں نے ایک عظیم الشان لشکر ہمارے مقابلے پر روانہ کیا رومی لشکر کے مقابلے کے لئے مسلمان بھی اتنے ہی نکلے یا ان سے زیادہ تھے اس وقت مصر پر عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر تھے اور لشکر اسلام کی کمان فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی لشکر اسلام سے یکایک اچانک ایک جوان رومی لشکر پر حملہ کرکے ان کی صفوں کو چیرتا ہوا اندر گھستا چلا گیا مسلمان چیخ اٹھے اور کہنے لگے سبحان اللہ، یہ شخص اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں پھینکتا ہے اس بات پر ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے اے لوگو! تم اس آیت کی یہ تاویل و تفسیر کرتے ہو؟ حالانکہ یہ آیت ہم انصار کی جماعت کے متعلق اتری ہے۔ وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو شوکت عطا فرمائی اور اس کے مددگار بہت ہوگئے تو انصار میں سے بعض نے اپنے بعض ساتھیوں سے چپکے سے کہا کہ ہمارے اموال اور جائدادیں خراب ہوگئیں اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو شوکت عطا کی ہے اور اس کے مددگار بھی بہت ہوگئے ہیں اب اگر ہم اپنے اموال کی طرف متوجہ ہوجائیں اور اس کی دیکھ بھال کریں تو یہ اچھا ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اتار دی، اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو، گویا ہلاکت یہ تھی کہ ہم اپنے اموال کی دیکھ بھال میں لگ کر جہاد کو چھوڑ دیتے حضرت حذیفہ بن یمان، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عکرمہ اور حضرت مجاہد وغیرہ نے فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ بھی ہے کہ تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو وہ اس طرح کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ کرنا چھوڑ دو اور فقر و فاقہ سے ڈرنے لگو اور جب تم سے جہاد میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو تم کہدو کہ ہمارے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرو اگرچہ تمہارے پاس صرف

ایک تیر ہو یا تلوار کا پھل ہو اور کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میرے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں۔

حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (راہ جہاد میں) خرچ کرو اگرچہ ایک رسی کیوں نہ ہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو وہ اس طرح کہ تم کہدو کہ میرے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا تو کچھ دیہاتیوں نے کہا کہ ہم کس طرح تیار ہو کر جاسکتے ہیں خدا کی قسم ہمارے پاس نہ تو سفر کا خرچہ ہے اور نہ کوئی ہمیں کھلانے والا ہے اس پر یہ آیت اتری جس نے مالداروں کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ جہاد میں ان غریب مجاہدین پر خرچ کرو اور ان پر خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ مت روکو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے مطلب یہ ہوا کہ ان غریبوں اور کمزوروں پر خرچ کرنے سے ہاتھ مت روکو کیونکہ یہ غریب مجاہدین اگر جہاد سے پیچھے رہ گئے تو تم پر دشمن غلبہ حاصل کرکے تم سب کو ہلاک کردے گا یہ گویا کہ تم نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔ (تفسیر قرطبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۱، ۳۲۶)

❷ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں یعنی جہاد وغیرہ میں اپنے مال کو صرف کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو، یعنی جہاد کو چھوڑ بیٹھو یا اپنے مال کو جہاد میں صرف نہ کرو کہ اس سے تم ضعیف اور دشمن قوی ہو گا۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۳۸)

اس آیت کے تحت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر موضح قرآن میں لکھا ہے۔

یعنی چھوڑ کر جہاد نہ بیٹھو، اسی میں تمہارا ہلاک ہے۔ (صفحہ ۴۸)

❸ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

اس میں مسلمانوں پر لازم کیا گیا ہے کہ جہاد کے لئے بقدر ضرورت اپنے اموال

بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں، اس سے فقہاء نے یہ حکم بھی نکالا ہے کہ مسلمانوں پر فرض زکوۃ کے علاوہ بھی دوسرے حقوق فرض ہیں مگر وہ نہ دائمی ہیں اور نہ ان کے لئے کوئی نصاب اور مقدار متعیّن ہے بلکہ جب اور جتنی ضرورت ہو اس کا انتظام کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے اور ضرورت نہ ہو تو کچھ بھی فرض نہیں جہاد کا خرچہ بھی اسی میں داخل ہے۔ (معارف القرآن جلدا صفحہ ۴۷۳)

مفسرین کی ان تفسیری تفصیلات سے دو باتیں معلوم ہوگئیں ایک یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنا ہر مسلمان پر بوقت ضرورت فرض ہے خواہ وہ زکوۃ و صدقات کی مد سے ہو یا غیر زکوۃ کی مد سے اس کا تعلق ہو اس میں سستی کرنا اجتماعی نقصان کا باعث ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ میں آگئی کہ گھمسان کی لڑائی میں کود کر جام شہادت نوش کرنا یا دشمن کو ہلاک کرکے غازی بننا اسلام میں جائز بلکہ پسندیدہ ہے یہ خودکشی کے زمرے میں نہیں آتا ہے اب جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ نہ کرنے کے متعلق چند احادیث اور کچھ واقعات ملاحظہ ہوں

حدیث نمبر ① وعن اسلم ابی عمران قال غزونا من المدينة نريد القسطنطنية وعلى الجماعة عبد الرحمن بن خالد بن الوليد رضى الله عنه والروم ملحقوا ظهورهم بحائط المدينة فحمل الرجل على العدو، وقال الناس مه، مه، لا اله الا الله يلقى بيده الى التهلكة فقال ابوايوب رضى الله عنه انما نزلت هذه الاية فينا معشر الانصار، لما نصر الله نبيه واظهر الاسلام، قلنا هلم نقيم فى اموالنا ونصلحها فانزل الله عزوجل وانفقوا فى سبيل الله ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة، والالقاء بايدينا الى التهلكة ان نقيم فى اموالنا ونصلحها وندع الجهاد، قال ابوعمران فلم يزل ابوايوب يجاهد فى سبيل الله عزو جل حتى دفن بالقسطنطنية۔ (رواه ابوداؤد)

”ابو عمران فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے بغرض جہاد قسطنطنیہ کی طرف چل پڑے جماعت مجاہدین کے امیر عبد الرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، رومی لشکر اپنے شہر کی دیواروں کے ساتھ مورچہ زن ہو کر کھڑا تھا کہ اتنے میں لشکر اسلام سے ایک آدمی نے تنہا دشمن پر حملہ کردیا لوگوں نے کہا مت کر مت کر، رک جا، رک جا، سبحان اللہ لا الہ الا اللہ! اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے اس پر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے انصار کے متعلق اتری ہے وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ عطا فرمایا اور اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرمائی تو ہم نے آپس میں کہا کہ آیئے اب اپنے اموال میں رہ کر اس کی خبر گیری اور دیکھ بھال کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو خود بخود ہلاکت میں نہ ڈالو، حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو خود بخود ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم جہاد کو چھوڑ کر اپنے اموال میں رہ کر اس کی دیکھ بھال کریں ابو عمران فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے ابو ایوب انصاری عمر بھر اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہے حتی کہ اسی راستہ میں انتقال کر گئے اور قسطنطنیہ ہی میں مدفون ہوئے“۔ قسطنطنیہ کا نام آج کل استنبول ہے جو ترکی میں ہے۔

حدیث نمبر ② وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال، من لم یغز ولم یجھز غازیا اویخلف غازیا فی اھلہ بخیر اصابہ اللہ بقارعۃ قبل یوم القیامۃ۔ (ابوداؤد شریف)

”حضرت ابو امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد دیا اور نہ کبھی کسی مجاہد فی سبیل اللہ کی خدمت انجام دی کہ اس کے اہل و عیال کی نگرانی بلا کسی غرض دنیوی کے پوری طرح کی، تو قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نازل فرمائیں گے۔

حدیث نمبر (۳) ''حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر سے نہ تو کوئی شخص جہاد کے لئے گیا اور نہ کبھی انھوں نے کسی مجاہد کو سامان دے کر بھیجا اور نہ کبھی کسی مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کی تو موت آنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ان پر ایک عام مصیبت لا ڈالیں گے''۔

فائدہ عام مصیبت اور بڑی مصیبت کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس گھرانے کو مالی نقصان پہنچ جائے یا کوئی ڈاکہ پڑجائے یا چوری ہو جائے یا آگ وغیرہ لگ جائے اور یا جسمانی نقصان سے دو چار ہونا پڑے کہ وبائی امراض سے موت ہی آجائے یا اپاہج ہو جائے یا کوئی اور جسمانی نقصان پہنچ جائے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ جہاد کے راستہ میں خرچ کرنے میں غفلت نہ کریں جس کی وجہ سے دینی اور دنیوی دونوں قسم نقصانات کے لاحق ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

ایک تابعی قاسم بن مخیمر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مکمل ہلاکت یہ ہے کہ آدمی راہ جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ دے اور اس راستہ میں اگر کسی نے دس ہزار سواریوں کو بھی مہیا کیا تو بھی کوئی حرج نہیں (یعنی اس راستہ میں اسراف کا کوئی تصور نہیں جتنا زیادہ دیدیں اچھا ہے) عام مصیبت کی ایک شکل تو خود حدیث میں بھی اشارۃً مذکور ہے کہ جہاد چھوڑنے سے دشمن غالب آکر ہلاک کردے گا تو مال خرچ نہ کرنا جہاد کا نقصان ہے اور جہاد نہ کرنا جان و مال اور عزت و آبرو اور دین و دنیا کا نقصان ہے۔

علامہ ابن نحاس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کتاب مشارق الاشواق میں علامہ ابن نحاس المتوفی سن ۸۱۴ ہجری فرماتے ہیں کہ جہاد کے راستہ میں اپنے آپ پر اپنے گھوڑے پر اور دوسرے مجاہدین ساتھیوں پر

خرچ کرنا ان کے اسلحہ اور سازو سامان اور سواریوں کے سلسلہ میں خرچ کرنا یا مجاہدین کے اہل و عیال پر خرچ کرنا جبکہ وہ حاجت مند ہوں یہ بہت بڑی نیکیوں میں سے ہے اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ ہے اور اعلیٰ درجہ کا صدقہ ہے اور شیطان کی سب سے زیادہ کوشش یہ رہتی ہے کہ وہ جہاد کے راستہ میں خرچ کرنے سے کسی کو روکدے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس سے بڑے درجات حاصل ہوتے ہیں اور بڑا ثواب ملتا ہے اور اس راستہ میں خرچ نہ کرنے سے جو بہت بڑا گناہ سر پر آتا ہے اس سے بھی شیطان خوش ہوجاتا ہے نیز اس سے لوگوں کی عادتیں بھی خراب ہوجاتی ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے راستہ میں خرچ کرنا کوئی ثواب کا کام ہی نہیں اس طرح وہ ان عظیم فضائل سے جاہل رہ جاتے ہیں جس کا تذکرہ قرآن و حدیث میں موجود ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں کہ جس میں جہاد کے نشانات مٹ چکے ہیں بلکہ ہمارے بلاد میں تو اس کا وجود ہی ختم ہوگیا ہے اور دوسرے علاقوں میں بھی صحیح طریقہ پر جہاد نادر ہی ہوگیا ہے پس اس وقت جو لوگ جہاد میں رقم خرچ کرتے ہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد سے خرچ کرتے ہیں ورنہ شیطان تو بھرپور کوشش کرتا ہے کہ انسان اس راستہ میں کچھ بھی خرچ نہ کرے، کبھی اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تم جہاد میں گئے اور پھر واپس آگئے تو تمہارا مال ختم ہوچکا ہوگا پھر تمہارے پاس کچھ مال نہیں ہوگا یا تم زخمی ہوچکے ہوگے تو تیرا مال اس پر خرچ ہوجائے گا یا ہوسکتا ہے کہ تم بیمار ہوجاؤ اور سارا مال اس پر لگ جائے یا کوئی تیرے مال کو لوٹ لے تو پھر تم فقیر بن جاؤ گے لہٰذا ابھی سے سوچو اور جہاد کے چکروں میں مت پڑو چنانچہ انہی وسوسوں پر ابن نحاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک قصہ نقل کیا ہے۔

حکایت نمبر ① سلف صالحین میں سے ایک مجاہد کا قصہ لکھا گیا ہے کہ جب وہ میدان کار زار میں دشمن سے آمنے سامنے کھڑے ہوگئے تو ان کے پاس ابلیس شیطان آگیا اور ان کے دل میں ان کی بیوی کی محبت اور جمال وکمال اور گذشتہ

تعلقات کا ایک نقشہ بٹھادیا اور بیوی بچوں کی جدائی اور اپنی وسعت مالی اور عیش و عشرت کی زندگی کا تصور ان کے دل میں نقش کردیا یہاں تک کہ شیطان نے اس شخص کو اتنا بزدل بنادیا کہ وہ بھاگنے کے لئے تیار ہوگیا پھر اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تائید غیبی ہوگئی تو انہوں نے اپنے نفس کو خطاب کرکے اس طرح فرمایا اے میری جان! اے میرے نفس اگر تو بھاگ گیا تو میری بیوی کو طلاق، اور میرے غلام اور لونڈیاں آزاد، اور جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے، یا میرے ملک میں ہے وہ سب غریبوں کے لئے وقف ہے، اے میری جان! کیا اب بغیر بیوی اور فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی گذارنے کو پسند کروگے؟ نفس نے کہا میں واپس جانے اور بھاگنے کو پسند نہیں کروں گا تو اس شخص نے کہا کہ پھر آگے بڑھ اور دشمن سے لڑ۔

(مشارق اشواق جلد ا صفحہ ۲۹۷)

حکایت نمبر ۲ اسی قسم کا ایک قصہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے جب غزوۂ موتہ میں یہ حضرات جارہے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنالیا اور فرمایا اگر زید شہید ہوجائے تو پھر جعفر امیر ہونگے اگر یہ بھی شہید ہوجائے تو پھر ابن رواحہ تمہارا امیر ہوگا چنانچہ جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امارت کا جھنڈا سنبھال لیا اور آگے بڑھنے لگے لیکن بڑھنے اور مقابلہ کرنے میں آپ کا نفس کچھ آڑے آگیا اور ایک دم آگے بڑھنے میں کچھ جھجک محسوس کی اس پر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نفس کو خطاب کرکے فرمایا کہ تیرے دونوں ساتھی شہید ہوگئے اب دنیا میں تیرا کون رہ گیا؟ اچھا ایک بیوی ہے؟ تو میں اس کو تین طلاق دیتا ہوں اور اپنے غلام کو بھی آزاد کرتا ہوں اب بتاؤ دنیا میں تیرا کون ہے؟ یہ کہہ کر آپ آگے بڑھ گئے اور شہید ہوگئے۔

لشکر کفار پر حملہ کرکے اس کے اندر گھس جانے کا حکم

❶ اس سلسلہ میں اور اس مسئلہ میں علماء کی رائیں مختلف ہیں کہ ایک آدمی لشکر کفار کی صفوں میں اکیلے جاکر گھس جاتا ہے اور ان پر تنہا حملہ کرتا ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں تو علماء مالکیہ میں سے حضرت علامہ قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور عبد الملک رحمہ اللہ تعالیٰ اور قاسم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لشکر عظیم پر تنہاء ایک شخص کے حملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس شخص میں قوت ارادی مضبوط ہو اور خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے میدان میں کود آیا ہو۔ اگر قوت ارادی اور قوت فیصلہ اور قوت عمل نہیں تو پھر یہ اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے بعض نے فرمایا کہ اگر مجاہد کی نیت صحیح ہے اور شہادت کی تلاش میں ہے تو اکیلے حملہ کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود تو تمام مجاہدین کا یہی ہے کہ ان کو شہادت کا درجہ ملے اس کی دلیل قرآن کی آیت ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ اور ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کا مال خرید لیا ہے۔

❷ ابن خویز منداد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی مجاہد سو ۱۰۰ کفار پر حملہ آور ہوجائے یا مکمل لشکر پر حملہ کردے یا چوروں یا ڈاکوؤں پر حملہ کردے تو اس کی صورت حال یہ ہے کہ اگر اس مجاہد کے خیال میں غالب یہ ہے کہ میں حملہ کرکے ان کفار کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا یا ان کو عبرت ناک سزا دیدوں گا یا ان کے خیال میں یہ ہو کہ میں اگر مارا بھی گیا تب بھی باقی مجاہدین کا فائدہ ہے کیونکہ دشمن کو کمزور کرنے اور اس کو بے اثر بنانے کے لئے یہ قربانی ضروری ہے تو ایسی صورت میں گھمسان کی لڑائی میں کود جانا اور جان دیدینا جائز ہے اس سے کم از کم کفار کو عبرت تو ہوسکتی ہے کہ مسلمان کیسے بے جگری سے لڑتے ہیں۔

حکایت: اس پر ایک قصہ بھی ہے کہ فارس کے علاقوں میں جب ایک مقام پر مسلمانوں اور کفار کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں کے گھوڑے کفار کے ایک جنگی ہاتھی سے ڈر کر بدکنے لگے تو ایک مسلمان نے مٹی کا ہاتھی بنالیا اور اس سے اپنے گھوڑے کو مانوس کرادیا یہاں تک کہ گھوڑا مانوس ہوگیا جب صبح ہوئی تو اس کا گھوڑا اس اصل ہاتھی سے نہیں بدکا، تو مجاہد نے دشمن کے اس ہاتھی پر حملہ کردیا جو سب سے آگے آگے تھا مسلمانوں نے کہا کہ تم مارے جاؤ گے ہلاک ہوجاؤ گے تو اس مجاہد نے کہا کہ اگر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی ہے تو میرے مارے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح ایک واقعہ جنگ یمامہ میں بھی پیش آیا کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تم لوگ منجنیق کے ذریعہ قلعہ یمامہ کے اندر پھینک دو میں اندر سے دروازہ کھول دوں گا چنانچہ صحابہ نے آپ کو بذریعہ منجنیق یمامہ کے اس محفوظ قلعہ میں پھینک دیا جہاں مسیلمہ کذاب تھا اور سارے بنوحنیفہ اس قلعہ میں قلعہ بند ہوچکے تھے اور اس جگہ کا نام الحدیقہ تھا چنانچہ اکیلے حضرت براء بن مالک لڑے اور اندر سے دروازہ کھول دیا بظاہر تو آپ نے اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالا تھا اسی طرح ایک حدیث بھی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا کہ آپ مجھے بتادیجئے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صبر کرتے ہوئے ثواب کی نیت رکھتے ہوئے مارا جاؤں تو یہ کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ تجھے جنت ملے گی۔ یہ سن کر اس صحابی نے لشکر کفار پر حملہ کرکے گھستا چلاگیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔

اسی طرح مسلم شریف کی ایک روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد میں ایک موقع پر الگ تھلگ رہ گئے صرف نو صحابہ آپ کے ساتھ تھے جس میں دو قریش میں سے تھے اور سات انصاری تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کفار نے ہلہ بول دیا تو آپ نے

فرمایا کہ جو شخص ان کفار کو مار بھگائے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا یا وہ جنت میں جائے گا۔ اس پر ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اس کے بعد کفار نے ہلہ بولدیا اور آپ کو گھیر لیا آپ نے پھر فرمایا کہ ان کفار کو جو کوئی ہم سے دور کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا چنانچہ ایک اور انصاری صحابی آگے آئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے چنانچہ اسی طرح سات صحابہ نے جان کی بازی لگائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا اور شہید ہو گئے۔

۳ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایک مسلمان مجاہد نے تنہا ایک ہزار کفار پر حملہ کردیا تو اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس مجاہد کو بچنے کی امید ہو یا کفار کو نقصان پہنچانے کی توقع ہو اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو پھر مکروہ ہے کیونکہ یہ شخص اس وقت مسلمانوں کے فائدہ کے بغیر اپنی جان قربان کررہا ہے اگر یہ عمل کم از کم اس نیت سے بھی کرے کہ وہ مسلمانوں کو جرأت اور بہادری پر ابھار رہا ہے کہ عام مسلمان بھی اس کی طرح عمل کرے کہ ایک ہزار پر ایک آدمی حملہ کرے تو اس طرح کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اس میں بھی مسلمانوں کا فائدہ ہے۔

اور اگر وہ شخص یہ حملہ اس ارادہ سے کرتا ہے کہ دشمنوں پر رعب بیٹھ جائے اور ان کو مسلمانوں کی اپنے دین میں پختگی کا علم ہوجائے تو یہ بھی جائز ہے۔

اور اگر کوئی آدمی اس لئے اپنی جان کی بازی لگاتا ہے کہ دین کو اعزاز و عظمت و شوکت حاصل ہوجائے اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچ جائے اور کفر و اہل کفر کمزور پڑ جائیں تو یہ تو ایک عظیم مقام ہے اور بڑا ہی کارنامہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مدح فرمائی ہے: ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم الخ کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مسلمانوں سے ان کی جان و مال کا سودا کرلیا ہے۔

(تفسیر قرطبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۳)

ہر مسلمان رگ باطل کے لئے نشتر تھا
اس کے آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا

جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا
ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا
ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے
حیدری فقر ہے نے دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت ایمانی ہے؟

مسئلہ فتاوی تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اگر کفار مشرکین کی طرف سے کوئی عجمی کافر میدان کار زار میں آکر دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہوجائے اور پھر مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے پکار کر للکارے تو مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص مقابلہ کے لئے نکلنا چاہے تو اس کو نکلنا جائز ہے ہاں اگر مسلمانوں کا امیر اجازت نہ دے تو پھر نکلنا جائز نہیں۔

مسئلہ اگر ایک مسلمان کسی مشرک کے مقابلہ میں میدان مبارزت میں نکل گیا تو باقی مسلمان اگر اس مقابلہ میں ان کی ممکنہ مدد کرسکتے ہیں تو ایسا کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ایک مسلمان مجاہد کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ تنہا لشکر کفار پر حملہ کردے اگرچہ اس کے غالب گمان میں یہ ہو کہ وہ اس حملہ میں شہید ہوجائے گا مگر یہ اس وقت جائز ہوگا کہ اس کے غالب گمان میں ہو کہ وہ اس حملہ میں کفار کو نقصان پہنچاسکتا ہے چاہے کسی کافر کے قتل کی صورت میں یا شکست دینے کی صورت میں یا زخمی کرنے کی صورت میں ہاں اگر اس کے غالب گمان میں یہ ہو کہ اس حملہ سے وہ کسی کافر کو نہ قتل کرسکتا ہے نہ زخمی کرسکتا ہے اور نہ ان کو کسی طرح شکست دے سکتا ہے تو اس صورت میں اکیلے نکلنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ فتاوی خانیہ میں لکھا ہے کہ ایک مسلمان مجاہد ایک ہزار کفار پر تنہا حملہ کرسکتا ہے اگر ان کو یہ امید ہو کہ اس حملہ سے وہ کفار کو نقصان پہنچا سکتا ہے یا یہ

کہ کم از کم وہ خود محفوظ واپس آسکتا ہے اگر ان دو باتوں کی امید نہ ہو تو پھر تنہا حملہ کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ینابیع میں لکھا ہے کہ اگر کسی حربی کافر نے ایک مسلمان کو نیزہ مار کر زخمی کردیا اور نیزہ اس کے پیٹ میں پیوست رہا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ زخمی مسلمان اسی حالت میں اس کافر کے پیچھے دوڑنے لگا تاکہ اس کو قتل کردے تو یہ جائز ہے (اگرچہ اس دوڑنے سے اس کے خود مرجانے کا خطرہ ہے) یہ اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں چاہتے کیونکہ اس زخم کی وجہ سے بظاہر اس کو ویسے ہی مرجانا ہے۔

مسئلہ شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ اگر مسلمان مجاہدین کسی سمندری کشتی میں سوار ہوئے اور کفار نے ان پر آگ پھینک کر آگ بھڑکادی اب دیکھا جائے گا اگر یہ توقع ہو کہ کشتی میں رہتے ہوئے مسلمان بچ سکتے ہیں تو کشتی ہی میں رہیں اور اگر سمندر میں چھلانگ لگانے سے بچنے کی امید ہو تو چھلانگ لگادیں اور اگر ان کو یقین ہو کہ ہر صورت میں ان کی موت یقینی ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب ان کو اختیار حاصل ہے اگر چاہیں تو کشتی ہی میں رہیں اور شہید ہوجائیں اور اگر چاہیں تو چھلانگ لگاکر سمندر میں غرق ہوکر شہید ہوجائیں البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چھلانگ لگانا صحیح نہیں ہے بلکہ صبر کریں تاکہ کشتی میں موت آجائے اور یہ موت دوسروں کے ہاتھوں سے واقع ہوجائے اپنے ہاتھوں سے نہیں البتہ یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ کشتی میں ان کے جسموں میں آگ نہیں لگی ہے اگر آگ ان کے جسموں پر کشتی میں لگی ہوئی ہے تو پھر سمندر میں چھلانگ لگاسکتے ہیں کیونکہ اس میں وقتی طور پر کچھ نہ کچھ راحت موجود ہے، (یہ تمام مسائل فتاوی تاتارخانیہ جلد ۵ صفحہ ۲۵۷ پر موجود ہیں)۔

نوٹ لشکر کفار پر تنہا ایک مجاہد کا حملہ کرنا یا کم مجاہدین کا زیادہ کفار پر حملہ وغیرہ

کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ آرہی ہے۔
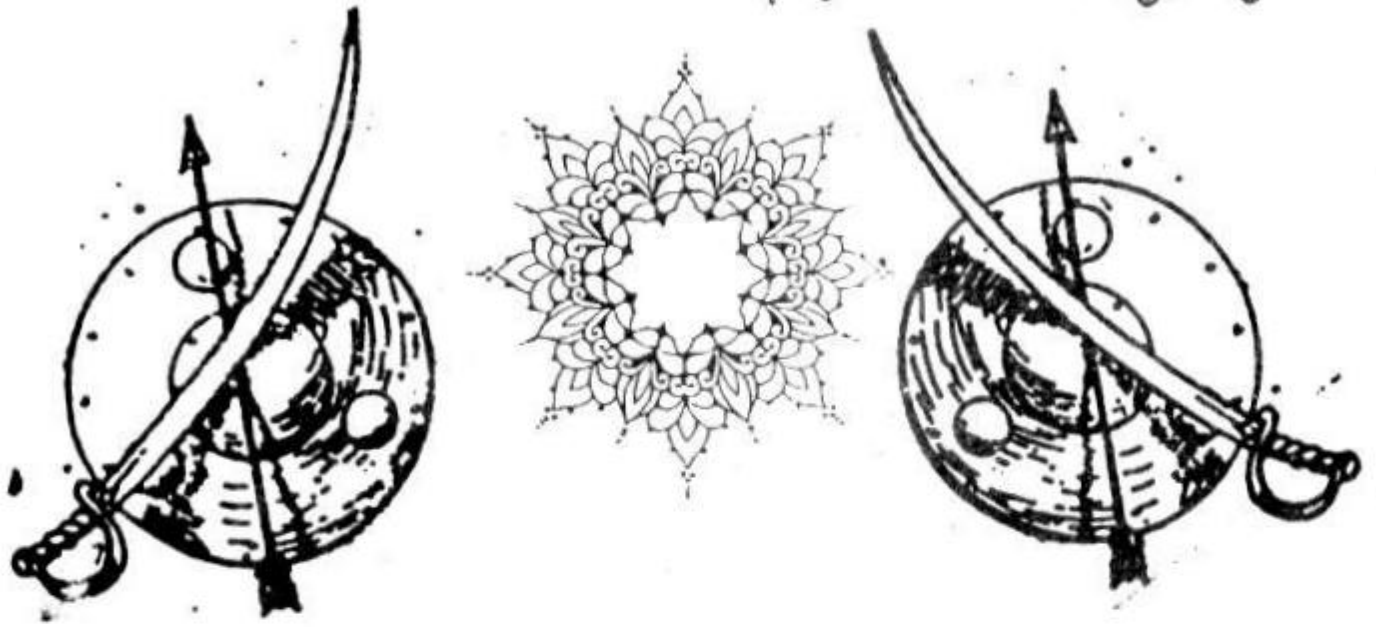
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْبَرَكَةُ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ : (رواہ بخاری)

ترجمہ: گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔
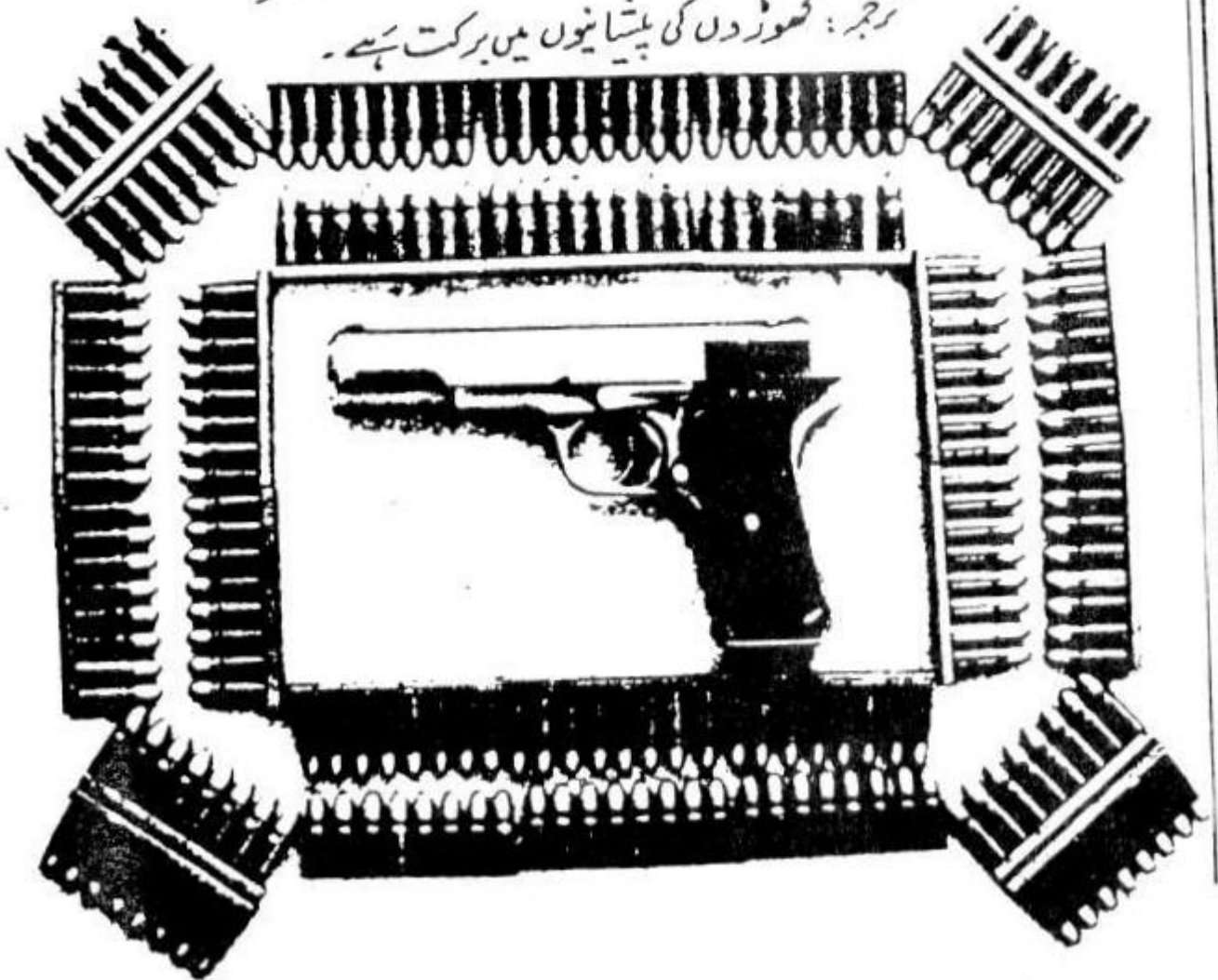
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلبَرَكَةُ فِی نَوَاصِی الْخَيلِ : (رواہ بخاری، مسلم)
ترجمہ : گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔
الجهاد
﴿ الجهاد ماض إلى يوم القيامة ﴾
الحديث
الله أكبر
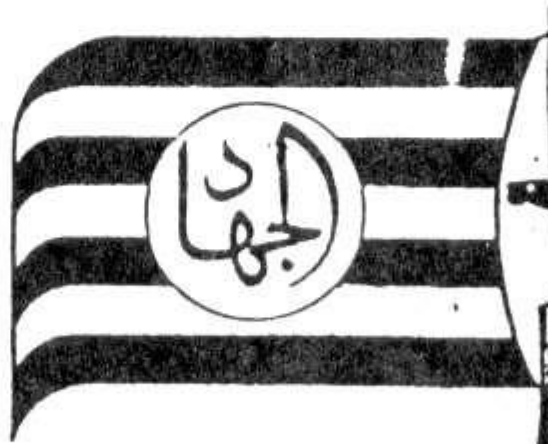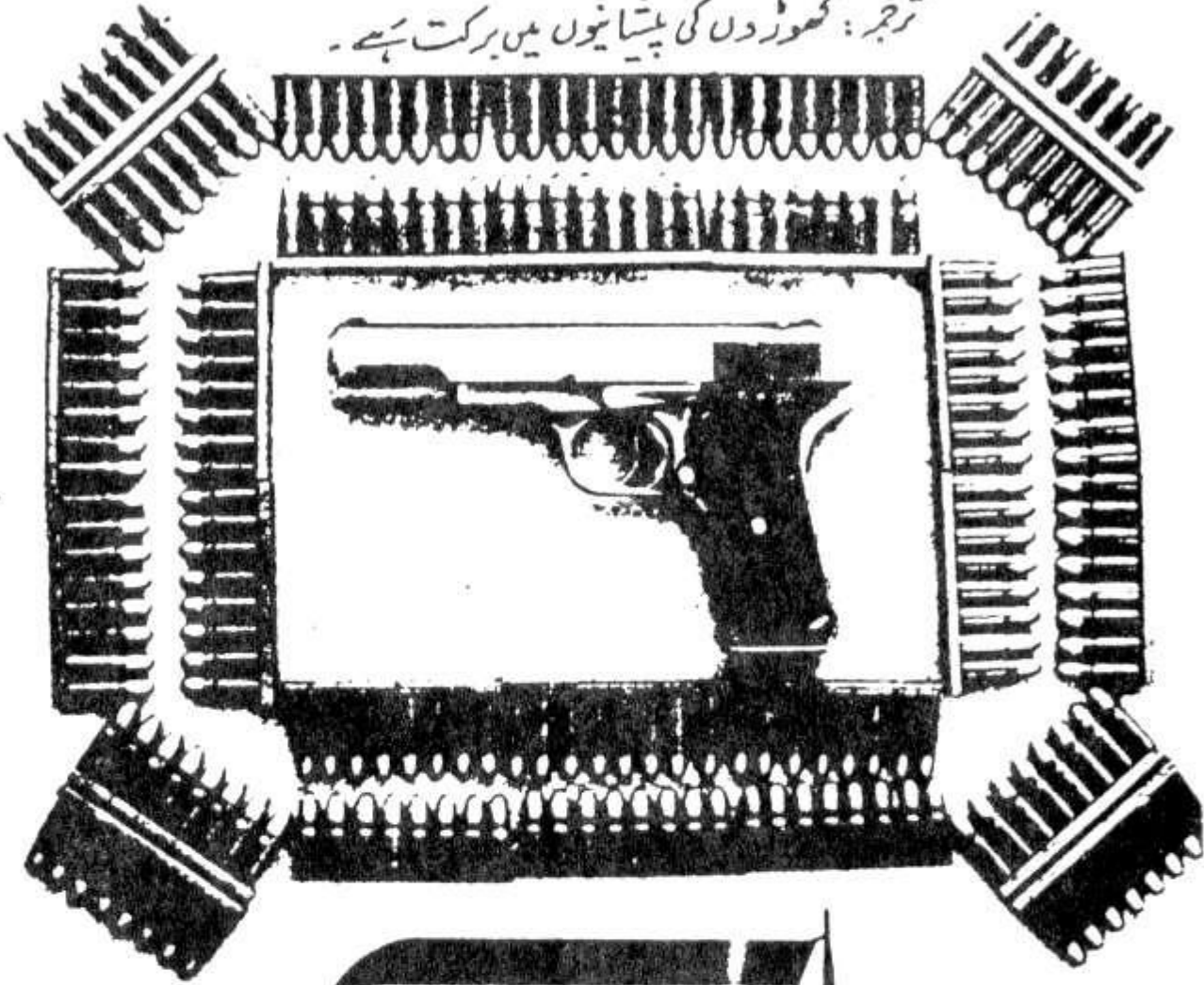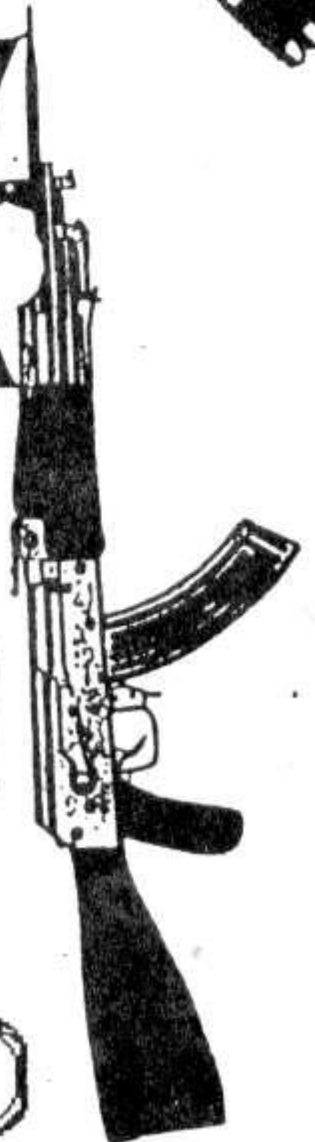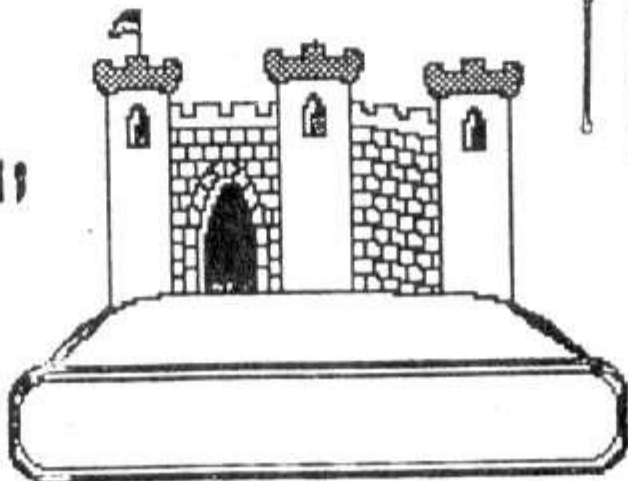
چھٹا باب

جہاد مقدس کے لئے اسلحہ سازی کا شرعی حکم

تمام عالم اسلام کو جو تڑ پائے
میں ساز دل میں وہ نغمہ تلاش کرتا ہوں
تمام عالم اسلام جس میں شام ہو
میں ایسی جنگ کا نقشہ تلاش کرتا ہوں
کہاں ہے مفتی دین متین وشرع بین
جہاد شوق کا فتویٰ تلاش کرتا ہوں

(۱) قال الله تبارك وتعالى واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم واخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم۔ (انفال ۶۰)

"اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے"۔

(۲) وقال تعالى والعاديات ضبحا فالموريات قدحا فالمغيرات صبحا فاثرن به نقعا فوسطن به جمعا ان الانسان لربه لكنود۔ (العادیات)

"قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ

جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر اس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جاگھستے ہیں بیشک (کافر) آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے"۔

سورت انفال کی آیت۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے آلات جہاد اور آلات حرب و ضرب کی تیاری کا مسلمانوں کو واضح الفاظ میں حکم دیا ہے کہ جتنا ہوسکے آلات حرب تیار کرکے رکھو ظاہر ہے کہ تیار کرکے رکھنے کے بعد اس کے سیکھنے اور چلانے کا حکم بھی ضمناً آگیا اور اس کو لے کر میدان جہاد میں کفار کے خلاف استعمال کرنا بھی سمجھ میں آگیا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آلات حرب و ضرب کی تیاری کے مقاصد کی طرف واضح اشارہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے کفار پر دھاک اور رعب بیٹھ جائے گا جس میں اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی مضمر ہے اور جس میں شوکت اسلام کے اصول پنہاں ہیں۔

کفار اور اعداء اسلام چونکہ مادہ پرست ہیں ان کی نظر ہمیشہ مادیات پر لگی رہتی ہے اس لئے وہ مادیات ہی سے مرعوب ہوجاتے ہیں وہ روحانیات سے مرعوب نہیں ہوتے ہیں ان کے ہاں اللہ والوں کی ہزاروں بددعائیں اور ہزاروں تقریریں بے اثر ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں وہ ٹی، ٹی پسٹل کی ایک گولی سے لرزہ براندام ہوجاتے ہیں۔

اس لئے ان مادہ پرستوں کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مادی اشیاء کی تیاری کا حکم دیا ہے۔

اس زمانہ میں جنگی گھوڑے میدان جنگ کے لئے وہ حیثیت رکھتے تھے جس طرح آج کے دور میں بمبار ہوائی جہاز کی حیثیت ہے بس اس وقت گھوڑے جنگ کے لئے جیٹ طیارے تھے اسی وجہ سے ایک گھوڑا سو اونٹوں پر فروخت ہوجاتا تھا اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اپنے کلام پاک میں گھوڑوں کا ذکر فرمایا اور اسی وجہ سے حضور اکرم ؐ کی احادیث مقدسہ میں بڑے پیمانے پر گھوڑوں کے فضائل

مذکور ہیں جو انشاء اللہ تفصیل سے آرہے ہیں یہاں یہ مناسب ہوگا کہ ان دونوں آیتوں کی تفسیر نقل کی جائے چنانچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

تفسیر یعنی خدا پر بھروسہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کردیا جائے، نہیں، بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامان جہاد فراہم کریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی، اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا، سامان جہاد تھا، آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش کروز وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا، اور فنون حربیہ کا سیکھنا، بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامان جہاد ہے، اسی طرح آئندہ جو اسلحہ و آلات حرب و ضرب تیار ہوں، انشاء اللہ وہ سب آیت کے منشاء میں داخل ہیں، باقی گھوڑے کی نسبت آپؐ خود ہی فرماچکے ہیں الخیل معقود فی نواصیها الخیر الی یوم القیامة کہ قیامت تک کے لئے خدا نے اس کی پیشانی میں خیر رکھدی اور احادیث میں ہے کہ جو شخص گھوڑا جہاد کی نیت سے پالتا ہے اس کے کھانے پینے بلکہ ہر قدم اٹھانے میں اجر ملتا ہے اور اس کی خوراک وغیرہ تک قیامت کے دن ترازو میں وزن کی جائے گی۔

علامہ عثمانیؒ مزید فرماتے ہیں یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھلانے کا ایک ظاہری سبب ہے باقی فتح و ظفر کا اصلی سبب تو خدا کی مدد ہے جو پہلے بیان ہوچکا اور وہ لوگ جن کو بالتعین تم نہیں جانتے، منافقین ہیں جو مسلمانی کے پردہ میں تھے یا یہود، بنو قریظہ، یا روم و فارس وغیرہ وہ سب قومیں جن سے آئندہ مقابلہ ہونے والا تھا۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۴۴)

سورت عادیات کی تفسیر

اس سورت کی تفسیر پیش کرنے سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس

سورت میں مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے اور لطف یہ کہ میدان جنگ میں گھوڑے کی ہر ادا اور ہر کرتب اور ہر نقل و حرکت کی قسم کھائی جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجاہدین کے ان گھوڑوں کی کتنی قیمت ہے اور جب گھوڑوں کی یہ حالت ہے تو ان پر سوار اصل مجاہدین کی کیا شان ہوگی سبحان اللہ اس سے بڑھ کر تصور کرنا محال ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی قسم کھائے اور اس کو اپنی خالقیت اور مالکیت پر شاہد عدل بنائے اور اس طرح انسانوں کو سمجھائے، میں یہاں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی پوری تفسیر جو ان آیتوں کے تحت ہے پیش کرتا ہوں چنانچہ لکھتے ہیں عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت تاخت کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو صبح کو دفعۃً جاپڑیں اور رات کو حملہ نہ کرنے میں اظہار شجاعت سمجھتے تھے یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دوڑنے والے کہ صبح کے وقت جبکہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے عموماً غبار دبا رہتا ہے ان کی ٹاپوں سے اس وقت بھی بہت گرد و غبار اٹھتا ہے (اور) اس وقت بے خوف و خطر دشمن کی فوج میں جاگھستے ہیں ممکن ہے کہ قسم کھانا گھوڑوں کی مقصود ہو جیسا کہ ظاہر ہے اور ممکن ہے مجاہدین کے رسالہ کی قسم ہو، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے اس سے بڑا کون سا عمل ہوگا کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے۔

علامہ عثمانیؒ مزید لکھتے ہیں یعنی یہ سورت جہاد کرنے والے سواروں کی اللہ کی راہ میں سرفروشی و جانبازی بتلاتی ہے کہ وفادار و شکر گذار بندے ایسے ہوتے ہیں، جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجہ کا ناشکر، اور نالائق ہے بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اس کی بیشمار نعمتوں سے شب و روز تمتع حاصل کرتے ہیں پھر اس کے باوجود اس کی فرمان برداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں، ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور

تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑادیتا ہے جدھر سوار اشارہ کرتا ہے ادھر چلتا ہے دوڑتا ہے اور ہانپتا ہوا، ٹاپیں مارتا اور غبار اٹھاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلّف گھس جاتا ہے گولیوں کی بارش، تلواروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا، بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا ہے کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے؟ جس کی وفاداری میں اسے جان و مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے بیشک (کافر) انسان بڑا ناشکر اور نالائق ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔

(ادھر) سرفروش مجاہدین اور ان کے گھوڑوں کی وفاشعاری اور شکرگذاری اس کی آنکھوں کے سامنے ہے پھر بھی بے حیا ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

(تفسیر عثمانی صفحہ ۸۰۰)

سورت انفال کی آیت۶۰ کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنی تفسیر میں اس طرح عنوان رکھتے ہیں۔

جہاد کے لئے اسلحہ اور سامان حرب کی تیاری فرض ہے

اس عنوان کے رکھنے کے بعد حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں، دوسری آیت میں اسلام سے دفاع اور کفار کے مقابلہ کے لئے تیاری کے احکام ہیں ارشاد فرمایا واعدوالھم ما استطعتم یعنی سامان جنگ کی تیاری کرو کفار کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے، اس میں سامان جنگ کی تیاری کے ساتھ ما استطعتم کی قید لگاکر یہ اشارہ فرمادیا کہ تمہاری کامیابی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمہارے مقابل کے پاس جیسا اور جتنا سامان ہے تم بھی اتنا ہی حاصل کرلو بلکہ اتنا کافی ہے کہ اپنی مقدور بھر جو سامان ہوسکے وہ جمع کرلو تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد تمہارے ساتھ ہوگی اس کے بعد اس سامان کی کچھ تفصیل اس طرح فرمائی من قوۃ یعنی مقابلہ

کی قوت جمع کرو اس میں تمام جنگی سامان اسلحہ، سواری وغیرہ بھی داخل ہیں اور اپنے بدن کی ورزش، فنون جنگ کا سیکھنا بھی، قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانہ کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ "قوت" کا عام لفظ اختیار فرماکر اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ یہ "قوت" ہر زمانہ اور ہر ملک ومقام کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے، اس زمانہ کے اسلحہ تیر، تلوار، نیزے تھے اس کے بعد بندوق وتوپ کا زمانہ آیا، پھر اب بموں، اور راکٹوں کا وقت آگیا لفظ قوت ان سب کو شامل ہے اس لئے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت، ایٹمی قوت، ٹینک اور لڑاکا طیارے آبدوز کشتیاں جمع کرنا چاہئے کیونکہ یہ سب اسی قوت کے مفہوم میں داخل ہیں۔

(معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۷۲)

حضرت مولانا مفتی صاحب نے جہاد کے متعلّق ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہی "جہاد" ہے اس رسالہ میں مفتی صاحب نے مذکورہ آیت بھی پیش کی ہے اور اس کی کچھ تشریح بھی کی چنانچہ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ جنگی مشقوں کا اہتمام فرمایا، اس زمانہ میں جو جنگ کے ہتھیار تھے ان کو جمع کرنے کی ہدایتیں فرمائیں جہاد کے لئے گھوڑے، اونٹ، زرہ بکتر وغیرہ جمع فرمائے تیراندازی اور نشانہ بازی کی مشق کے لئے ہدایت فرمائی۔

صحابہ کرام نے اسلحہ سازی کے لئے دور کا سفر کیا

حضرت مفتی صاحب اس رسالہ میں مزید لکھتے ہیں امام حدیث ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخی کتاب البدایہ والنھایہ میں غزوہ حنین کے تحت نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ حضرت عروہ بن مسعودؓ اور غیلان بن اسلمؓ اس جہاد میں آنحضرت کے ساتھ اس لئے شرکت نہیں کرسکے کہ وہ بعض جنگی اسلحہ اور سامانوں کی صنعت سیکھنے کے لئے دمشق کے مشہور صنعتی شہر "جرش" میں اس لئے

گئے ہوئے تھے کہ وہاں دبابہ "ٹینک" اور ضبور کی وہ جنگی گاڑیاں بنائی جاتی تھیں جن سے اس وقت آج کل کے ٹینکوں جیسا کام لیا جاتا تھا اسی طرح منجنیق کا وہ آلہ جس سے بھاری بھاری پتھر قلعوں پر پھینک کر قلعہ شکن توپوں کا کام لیا جاتا تھا اس کی صنعت بھی وہاں تھی یہ صنعتیں سیکھنے کے لئے ان بزرگوں نے ملک شام کا سفر اختیار کیا تھا۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ملک کو جنگی اسلحہ اور سامان سے خود کفیل بنائیں دوسروں کے محتاج نہ رہیں ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ جنگی گاڑیاں اور منجنیق وہاں سے خرید کر درآمد کرلی جاتیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خود اپنے یہاں ان کے تیار کرنے کی تدبیر اختیار فرمائی ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر پورا غور کریں کہ رسول اللہ کو تو وہ روحانی اور ربانی طاقت اور نصرت حاصل تھی جس کے ہوتے ہوئے مادی سامان کی چنداں ضرورت نہیں تھی مگر پھر بھی آپؐ نے اس کا اس قدر اہتمام فرمایا، تو ہم جیسے گناہ گار ضعیف الایمان لوگوں کو اس کی ضرورت کس قدر زیادہ ہوگی (لہذا) موجودہ زمانہ میں جنگ کے لئے جس طرح کے اسلحہ اور آلات و سامان کی ضرورت ہے، ان میں ہم کسی سے پیچھے نہ رہیں اور اس کوشش میں لگ جائیں کہ قریب سے قریب مدت میں ان چیزوں کے لئے اپنے ملک کو خود کفیل بناسکیں۔

(رسالہ الجہاد صفحہ ۱۵)

"اسلام اور ہتھیار"

تصنیف شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

مذکورہ بالا کتابچہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے روزنامہ انقلاب (الہند) کی اپیل کے جواب میں لکھا ہے اخبار انقلاب نے علماء اسلام سے اپیل کی تھی کہ

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے لکھا ہے کہ اسلام میں تلوار اٹھانے کا حکم موجود نہیں ہے اس اپیل پر حضرت لاہوری نے مذکورہ بالا کتابچہ لکھا جو ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ۱۴ صفحات مسئلہ کی تحقیق کے متعلق ہیں اور دو ۲ صفحات ایسے ہیں جس میں اس وقت کے بڑے بڑے اٹھارہ علماء کی تصدیقات اور دستخط موجود ہیں میں اس رسالہ کے مندرجات کو یہاں ناظرین کے فائدے اور اپنی کتاب کی برکت کے لئے نقل کرنا چاہتا ہوں تو لیجئے پہلے سوال اور پھر جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال منقول از روزنامہ انقلاب مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے شیخ خالد لطیف گابا کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے عالم دین بننے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ اسلام نے کہیں مسلمانوں کو تلوار باندھنے کا حکم نہیں دیا، ہمارے خیال میں "سول" اور دوسرے غیر مسلم اخباروں کا شریعت اسلامی کے متعلق اس قسم کے غلط بیانی کرنا صریح مداخلت فی الدین اور توہین مذہب ہے، علماء اسلام کو چاہئے کہ تلوار کے متعلق تمام دینی احکام مسلمانوں، غیر مسلموں اور حکومت کے خداوندوں کی اطلاع کے لئے شائع کریں۔

الجواب وھو الموفق للصواب

انقلاب کی رائے سے اتفاق

ہمیں انقلاب کی رائے سے پورا اتفاق ہے کہ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کا یہ کہنا کہ اسلام نے کہیں مسلمانوں کو تلوار باندھنے کا حکم نہیں دیا۔ اسلام کے متعلق افتراء ہے، علاوہ اس کے "سول اینڈ ملٹری" کی تعلیم، اسلام سے ناواقف ہونے کا بین ثبوت ہے۔

قرآن کی تعلیم

فقط تلوار نہیں بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے وقت کے تمام ہتھیاروں سے مسلح رہیں آیت کریمہ:

﴿واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوكم واخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم وما تنفقوا من شئى فى سبيل الله يوف اليكم وانتم لا تظلمون﴾ (انفال رکوع ۸)

"دشمنوں (کے شر سے محفوظ رہنے) کے لئے جتنی قوت (یعنی ہتھیار) ممکن ہوسکے اور پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر دہاک پڑے اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں (یعنی فراہمی سامان و اسلحہ) جو کچھ تم خرچ کروگے وہ تمہیں پورا ملے گا اور تمہارا حق رہ نہیں جائے گا"۔ انتھی

تفسیر آیت مذکورہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوۃ کی تفسیر تیر اندازی سے کی ہے کیونکہ اس زمانہ میں دور سے دشمن پر وار کرنے کے لئے تیر اندازی ہی ہوتی تھی جس کی جگہ آج کل بندوق استعمال کی جاتی ہے چنانچہ آپ ؐ نے فرمایا الا ان القوۃ الرمی، الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی یعنی خبردار قوۃ سے مراد تیر اندازی ہے آپ ؐ نے تاکید شدید کے خیال سے تین مرتبہ یہ فقرہ فرمایا تاکہ کوئی ملحد مراد الٰہی

کے خلاف محمول نہ کرنے لگے مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ قوۃ سے مراد زبانی قوت یعنی مناظرہ کی استعداد پیدا کرنا مراد ہے علی ھذا القیاس۔

مگر آج کل

چونکہ بندوق توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں وغیرہ سامان جنگ دنیا میں پائے جاتے ہیں اس لئے قوۃ تیار کرنے سے مراد مندرجہ بالا اسباب کا مہیا کرنا مسلمانوں کا فرض ہوگا۔

طاقت کے مطابق ہتھیار بند ہونا مسلمان کا مذہبی فرض ہے

قاعدہ یہ ہے کہ امر کے صیغہ سے وجوب کے معنی نکلتے ہیں مثلاً ہم نماز کو کیوں فرض کہتے ہیں اس لئے کہ قرآن مجید میں اقیموا کا فقرہ آیا ہے جس میں اقیموا امر کا صیغہ ہے لہٰذا نماز فرض ہے اسی طرح زکوۃ اس لئے فرض ہے کہ قرآن مجید میں اتوا الزکوۃ کا صیغہ مستعمل ہے اتوا امر کا صیغہ ہے جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے لہٰذا زکوۃ کا ادا کرنا فرض ہے۔

بعینہٖ اسی طرح اعدوالھم ما استطعتم من قوۃ میں اعدوا امر کا صیغہ ہے اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہارا فرض ہے کہ دشمنوں کے لئے ہتھیار وغیرہ تیار رکھو البتہ ما استطعتم کی قید ساتھ ہی لگادی ہے مثلاً مسلمان ہندوستان میں قانوناً جس ہتھیار کے رکھنے کے مجاز نہیں ہیں وہ ان کی استطاعت سے باہر ہے ہاں یہ ان کے ذمہ لازم ہے کہ پوری کوشش کرکے قانوناً اپنے لئے ہتھیاروں کی اجازت حاصل کریں البتہ جن چیزوں کے مہیا کرنے میں قانونی ممانعت نہیں ہے ان کا بہم پہنچانا مسلمانوں کا فرض ہے مثلاً لاٹھی کلہاڑی، چاقو وغیرہ اور پنجاب کے جن اضلاع میں تلوار کی اجازت ہے، وہاں کے مسلمانوں کو چاہئے کہ

ہر گھر بلکہ ہر جوان کی کمر میں تلوار ہو (بفضلہ تعالیٰ اس رسالہ کی تالیف کے بعد اور طباعت سے پہلے پنجاب بھر میں تلوار رکھنے کی اجازت مل گئی ہے)۔

ہتھیار بند ہونے سے رعب جمانا مقصود ہے

جس طرح آج کل دنیا میں یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ اگر "امن چاہتے ہو تو لڑنے کے لئے تیار رہو" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مسلح ہونے کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں بلکہ مسلح ہونے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ ترھبون به عدو الله وعدوکم کہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر رعب قائم رکھو ان پر تمہاری ہیبت طاری ہو وہ مسلمانوں سے خائف رہیں کہ اگر ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھی کلہ بکلہ ترکی بہ ترکی جواب دیں گے حاصل یہ ہے کہ دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے مسلمان کو مسلح کیا جاتا ہے جس طرح تمام حکومتیں اپنے ملک میں امن قائم رکھنے کے لئے مسلح فوج اور پولیس رکھا کرتی ہیں۔

ہاں لڑنے والوں سے لڑنا فرض ہے

جو لوگ مسلمانوں کی جان، مال، عزت، اور اسلام پر حملہ آور ہوں، ان کی مدافعت کرنا مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین (بقرہ رکوع نمبر ۲۴)

اللہ کی راہ میں ان سے مقابلہ کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو یعنی جو لوگ لڑنے کے لئے آتے ہیں ان سے لڑو اور ان کے پسماندگان بیویوں بچوں، بوڑھوں، اور گوشہ نشینوں کو کچھ نہ کہو، حاصل یہ نکلا کہ لڑنے والوں سے مدافعت کرنا (جس طریقہ سے مدافعت مفید اور ممکن ہو) اسلامی حکم ہے کسی منصف مزاج انسان

کے ہاں جنگ کے معاملہ میں اس سے زیادہ انصاف کا قانون ہو نہیں سکتا البتہ یہ ضرور ہے کہ اسلام اپنے تابعداروں کو بزدل، بے غیرت، بے حمیت بنانا نہیں چاہتا بلکہ وہ اپنے پیروؤں کو غیرت، حمیت، شجاعت، حفاظت نفس کی تعلیم دیتا ہے۔

تعلیم قرآنی کا نتیجہ

تحریر سابق سے "سول اینڈ ملٹری گزٹ" یا اس قسم کے دوسرے اسلام سے بے خبر لوگوں کو اتنا علم تو ہوجائے گا کہ از روئے تصریح قرآن مسلمان کو مدافعت کے لئے تمام ہتھیاروں اور سواریوں کا رکھنا اور سیکھنا مذہبی فرض ہے لہٰذا مسلمانوں کا گورنمنٹ ہند سے صحیح اور جائز مذہبی مطالبہ یہ ہے کہ وہ تمام مدافعت کے ہتھیاروں کی اجازت دے اور حسب اعلان سن ۱۸۵۸ عیسوی ہرگز اس فریضہ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ پیدا کرے

ہتھیار بند ہونے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب

(۱) وعن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو علی المنبر یقول واعدوالهم ما استطعتم من قوة، الا ان القوة الرمی۔ الا ان القوة الرمی۔ الا ان القوة الرمی۔ (مسلم شریف)

"عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جب کہ آپؐ منبر پر تھے فرمایا جتنی طاقت ممکن ہو دشمنوں کی مدافعت کے لئے تیار رکھو، خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار قوت سے مراد تیر اندازی

ہے خبردار قوت سے مراد تیر اندازی ہے"۔

(۲) وعن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکه فلیس منا اوقد عصی۔ (مسلم شریف)

"عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے یا آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہو گیا"۔

(۳) وعن ابی ہریرۃ رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من احتبس فرسا فی سبیل اله ایمانا بالله وتصدیقا بوعده فان شبعه وریه وروثه وبوله فی میزانه یوم القیامة۔

(بخاری شریف)

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ (جہاد) میں گھوڑا پالا۔ خدا پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدہ کی تصدیق کی بناء پر، سو اس گھوڑے کا پیٹ بھر کر چارہ کھانا، اور پانی پینا، اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن پالنے والے کی نیکیوں کے پلہ میں شمار ہوں گے"۔

(۴) واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب الرمی والبهیقی فی شعب الایمان عن ابی رافع رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حق الوالد علی الولد ان یعلمه الکتابة والسباحة والرمی۔ (بیہقی)

"ابو رافعؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ پر بیٹے کا حق ہے کہ اسے لکھنا، تیرنا، اور تیر اندازی سکھائے"۔

گذشتہ حدیثوں کی تعلیم کا حاصل

❶ دشمن کے مقابلے کے لئے فنون جنگ سیکھنے کا حکم۔

❷ فنون جنگ سیکھنے کے بعد بھول جانے پر سخت تنبیہ، گویا وہ پکا مسلمان ہی نہیں رہا۔

❸ لڑائی کے لئے گھوڑا رکھنے کی ترغیب۔

❹ باپ کے ذمہ ضروری ہے کہ بیٹے کو لکھنا، تیرنا۔ اور تیر اندازی سکھائے

نتیجہ

کیا ان ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے معلوم ہونے کے بعد کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو ہتھیار رکھنے کا کوئی حکم نہیں دیا ایسا کہنا سراسر بہتان اور افتراء ہے۔

دفع وہم

بعض وہمی یہاں پر یہ کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو ہتھیار رکھنے کی اجازت دیدی گئی تو ہر وقت امن خطرہ میں رہے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک جنگجو قوم یعنی سکھوں کو کرپان (جو بسا اوقات تلوار سے زیادہ طویل اور تیز بھی ہوتے ہیں) کی اجازت دینے سے امن عامہ کو خطرہ لاحق نہیں ہوا تو مسلمانوں کو تلوار وغیرہ کی اجازت دینے سے کسی خطرہ کا بدرجہ اولیٰ وہم نہ کرنا چاہئے چونکہ مسلمانوں کو جہاں مسلح رہنے کے تاکیدی احکام ہیں وہاں ان کو پر امن رہنے کی پوری پوری تعلیم قرآن و حدیث میں دی گئی ہے مثلاً مسلمانوں کے باہمی قتل و قتال کے متعلق قرآن پاک میں فرمایا ہے:

﴿ومن يقتل مومنا متعمدا فجزائه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه۔ ولعنه واعدله عذابا عظيما﴾ (سورت النساء)

"جس نے جان بوجھ کر مسلمان کو قتل کیا اس کی سزا دوزخ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور خدا کی لعنت نازل ہوگی اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑا عذاب تیار کیا ہے"۔

اس آیت کریمہ کا صریح مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا قتل کرنا ابدی جہنم کے عذاب اور خدا کی لعنت کا مستحق بنادیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر۔

یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کفر ہے۔

اور مسلمانوں کو غیر مسلموں پر تعدی کرنے کی ممانعت قرآن پاک کی صریح آیت میں پہلے گذر چکی ہے جہاں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے والے دشمنوں کی مدافعت میں لڑو اور ان پر تعدی نہ کرو، پس ان حالات میں کہ اسلام نے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑنا کفر قرار دیا اور مسلمان کو قتل کرنے والے کو جہنمی اور ملعون بتایا اور غیر مسلموں پر تعدی کو قرآن مجید اور احادیث میں منع کیا تو مسلمان مسلح ہونے کے بعد بھی امن کا ذمہ دار اور محافظ ہی رہے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
والصلوة والسلام على رسوله محمد واله
اجمعين

محترم قارئین! یہ تھا وہ کتابچہ جو حضرت لاہوریؒ نے جہاد پر اعتراض کرنے والوں کے جواب میں لکھا تھا فائدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے من وعن پورا

کتابچہ بلفظہ نقل کردیا آخر میں اٹھارہ علماء کی تصدیقات ہیں میں صرف تین تصدیقات نقل کروں گا تاکہ تسلی ہوجائے۔

تصدیقات علماء کرام

❶ خاکسار نے اس مضمون کو دیکھا، مسلمانوں کے لئے تلوار اور اسلحہ رکھنے کے بارے میں حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ اسلامی تعلیم کے بالکل موافق اور کافی وشافی ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء عنا وعن المسلمین آمین۔

(مخدوم العلماء والفقہاء حضرت مولینا مفتی) محمد کفایت اللہ (صاحب) کان اللہ لہ صدر جمعیت علماء ہند دہلی ۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء۔

❷ حامداً ومصلیاً۔ جو کچھ مولانا احمد علی صاحب زید مجدہم نے اس مختصر رسالہ میں تحریر فرمایا ہے، صحیح اور واقعی ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ تمام ضروری ہتھیاروں کے لئے ہر قسم کی کوشش کریں اور ان کو سیکھ کر مشق کامل پیدا کریں یہ ان کا مذہبی اور خالص مذہبی فریضہ ہے نہ مسلمانوں کو اس میں کوتاہی روا ہے اور نہ گورنمنٹ کو اس میں کسی قسم کا تأمل جائز ہے۔

(رئیس المحدثین والمجاہدین حضرت مولانا) حسین احمد غفرلہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ۔

❸ نحمدہ ونصلی۔ احقر نے مضمون بالا حضرت مصنف دام مجدہ، کی زبان مبارک سے من اولہ الی آخرہ سنا حضرت موصوف نے مضمون مذکورہ کے ذریعہ تمام علماء اسلام کی طرف سے جو فرض کفایہ ادا فرمایا ہے اس پر آپ نیک شکریہ کے مستحق ہیں۔ مضمون مذکور سے ہتھیار بند اور مسلح رہنا مسلمانوں کا مذہبی حق بدلائل واضحہ ثابت ہوگیا۔ جزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین احسن الجزاء۔

(حضرت مولینا) محمد طیب (صاحب) مہتمم دار العلوم دیوبند۔

اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اَڑجاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑجاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑجاتے تھے

سکھایا ہے ہمیں اے دوست! طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر اُبھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے
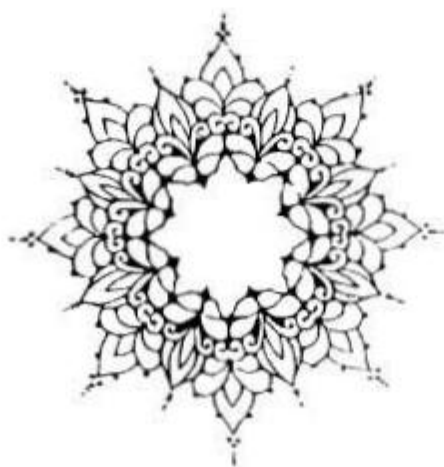
جہاد کے لئے اسلحہ کی ضرورت پر

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا مضمون

غبار خاطر میں مولانا ابوالکلام آزادؒ پانچویں صلیبی جنگ کی سرگذشت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ، صلیبی جہاد نے ازمنہ وسطی کے یورپ کو مشرق وسطی کے دوش بدوش کھڑا کردیا تھا، یورپ اس عہد کے مسیحی دماغ کی نمائندگی کرتا تھا، مشرق وسطی مسلمانوں کی، اور دونوں کے متقابل حالات اور ان کی متضاد نوعیتیں آشکارا ہوگئی تھیں، یورپ مذہب کے مجنونانہ جوش کا علم بردار تھا، مسلمان علم و دانش کے علم بردار تھے، یورپ دعاؤں کے ہتھیار سے لڑنا چاہتا تھا، مسلمان لوہے اور آگ کے ہتھیاروں سے لڑتے تھے، یورپ کا اعتماد صرف خدا کی مدد پر تھا، مسلمانوں کا خدا کی مدد پر بھی تھا لیکن خدا کے پیدا کئے ہوئے سامان پر بھی تھا، ایک صرف روحانی قوتوں کا معتقد تھا، دوسرا روحانی اور مادی دونوں کا، پہلے نے معجزے کے ظہور کا انتظار کیا، دوسرے نے نتائج عمل کا، معجزے ظاہر نہ ہوئے لیکن نتائج عمل نے ظاہر ہوکر فتح و شکست کا فیصلہ کردیا۔

(ایک فرانسیسی مورخ) ژواین ویل کی سرگذشت میں بھی یہ متضاد تقابل ہر جگہ نمایاں ہے جب مصری فوجوں نے منجنیقوں کے ذریعے آگ کے بان پھینکنے شروع کئے تو فرانسیسی جن کے پاس پرانے ہتھیار کے سوا کچھ نہ تھا، بالکل بے بس ہوگئے۔

ژواین ویل اس سلسلے میں لکھتا ہے۔

ایک رات جب ہم ان برجیوں پر جو دریا کے راستے کی حفاظت کے لئے بنائی گئی تھیں، پہرہ دے رہے تھے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے ایک انجن جسے پٹریری (منجنیق) کہتے ہیں لاکر نصب کردیا اور اس سے ہم پر آگ پھینکنے لگے یہ دیکھ کر لارڈ والٹر نے جو ایک اچھا نائٹ تھا، ہمیں یوں مخاطب کیا۔

اس وقت ہماری زندگی کو سب سے بڑا خطرہ پیش آگیا ہے کیونکہ اگر ہم نے ان برجیوں کو نہ چھوڑا اور مسلمانوں نے ان میں آگ لگادی تو ہم بھی برجیوں کے ساتھ جل کر خاک ہوجائیں گے لیکن اگر ہم برجیوں کو چھوڑ کر نکل جاتے ہیں تو پھر ہماری بے عزتی میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ ہم ان کی حفاظت پر مامور کئے گئے ہیں، ایسی حالت میں خدا کے سوا کوئی نہیں جو ہمارا بچاؤ کرسکے، میرا مشورہ آپ سب لوگوں کو یہ ہے کہ جونہی مسلمان آگ کے بان چلائیں ہمیں چاہئے کہ ہم گھٹنے کے بل جھک جائیں اور اپنے نجات دہندہ خداوند سے دعا مانگیں کہ اس مصیبت میں ہماری مدد کرے، چنانچہ ہم سب نے ایسا کیا، جیسے ہی مسلمانوں کا پہلا بان چلا ہم گھٹنوں کے بل جھک گئے اور دعا میں مشغول ہوگئے یہ بان اتنے بڑے ہوتے تھے جیسے شراب کے پیپے، اور آگ کا شعلہ جو اس سے نکلتا تھا اس کی دم اتنی لمبی ہوتی تھی جیسے ایک بہت بڑا نیزہ، جب یہ آتا تو ایسی آواز نکلتی جیسے بادل گرج رہے ہوں۔

اس کی شکل ایسی دکھائی دیتی جیسے ایک آتشیں اژدھا ہوا میں اڑ رہا ہے اس کی روشنی نہایت تیز تھی چھاؤنی کے تمام حصے اس طرح اجالے میں آجاتے تھے جیسے دن نکل آیا ہو، اس کے بعد خود لوئس (فرانس کے بادشاہ) کی نسبت لکھتا ہے۔

ہر مرتبہ جب بان چھوٹنے کی آواز ہمارا ولی صفت بادشاہ سنتا تھا تو بستر سے اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور روتے ہوئے ہاتھ اٹھاکر ہمارے نجات دہندہ سے التجائیں کرتا، مہربان مولیٰ! میرے آدمیوں کی حفاظت کر! میں یقین کرتا ہوں کہ ہمارے بادشاہ کی ان دعاؤں نے ہمیں ضرور فائدہ پہنچایا، لیکن فائدہ کا یقین خود اعتقادانہ وہم سے زیادہ نہ تھا کیونکہ بالآخر کوئی بھی دعا سود مند نہ ہوئی اور آگ کے بانوں نے برجیوں کو جلاکر خاکستر کردیا، یہ تو حال تیرھویں صدی مسیحی کا تھا لیکن چند صدیوں کے بعد جب پھر یورپ اور مشرق کا مقابلہ ہوا تو اب صورت حال یکسر الٹ چکی تھی، اب بھی دونوں جماعتوں کے متضاد خصائص اسی طرح نمایاں تھے جس طرح صلیبی جنگ کے عہد میں رہے تھے لیکن اتنی تبدیلی کے ساتھ کہ جو دماغی جنگ پہلے یورپ کی تھی وہ اب

مسلمانوں کی ہو گئی تھی اور جو جگہ مسلمانوں کی تھی اسے اب یورپ نے اختیار کر لیا تھا۔

اٹھارھویں صدی عیسوی کے آخر میں جب نپولین نے مصر پر حملہ کیا تو مراد بک (حکمران مصر) نے جامع ازھر کے علماء کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے، علماء ازھر نے بالاتفاق یہ رائے دی تھی کہ جامع ازھر میں صحیح بخاری کا ختم شروع کرنا چاہئے کہ انجاح مقاصد (مقصد براری) کے لئے تیر بہدف ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن ابھی صحیح بخاری شریف کا ختم نہیں ہوا تھا کہ اہرام کی لڑائی نے مصری حکومت کا خاتمہ کر دیا شیخ عبد الرحمٰن الجبرتی نے اس عہد کے چشم دید حالات قلمبند کئے ہیں جو بڑے ہی عبرت انگیز ہیں، انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں جب روسیوں نے بخارا کا محاصرہ کیا تھا تو امیر بخارا نے حکم دیا کہ تمام مدرسوں اور مساجد میں ختم خواجگان پڑھا جائے ادھر روسیوں کے قلعہ شکن توپیں شہر کا حصار منہدم کر رہی تھیں ادھر لوگ ختم خواجگان کے حلقوں میں بیٹھے یا مقلب القلوب یا محول الاحوال کے نعرے بلند کر رہے تھے بالآخر وہی نتیجہ نکلا جو ایک ایسے مقابلے کا نکلنا تھا جس میں ایک طرف گولہ بارود ہو، دوسری طرف ختم خواجگان،

دعائیں ضرور فائدہ پہنچاتی ہیں مگر انہی کو پہنچاتی ہیں جو عزم و ہمت رکھتے ہیں۔ بے ہمتوں کے لئے تو وہ ترک عمل اور تعطل قویٰ کا حیلہ بن جاتی ہیں۔

(غبار خاطر صفحہ ۱۶۷ تا صفحہ ۱۷۰)

جہادی اسلحہ کی ضرورت پر مولانا نور محمد صاحب وانا کا مضمون

سورت حدید کی آیت ۲۵ کی تفسیر میں مولانا نور محمد صاحب وزیرستان وانا نے اپنی کتاب جہاد افغانستان میں جہاد کی تیاری کے لئے اسلحہ کی ضرورت پر تفصیلی گفتگو

کی ہے اس کا کچھ حصہ ملاحظہ فرمائیں، البتہ جس نے اللہ تعالیٰ سے لینے کے لئے صحیح سمت کی جانب رخ کرنے میں غلطی کی تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی عطاء سے محروم رہے گا اگرچہ اس نے اللہ پر ایمان پختہ کرنے کے لئے کتنی ہی مشقتیں اور ریاضتیں کی ہوں بلکہ درحقیقت ایمان کی پختگی اور تکمیل یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ سے لینے کے لئے آدمی اس راہ پر چلے جس پر چل کر مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے اور اگر کوئی اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے منہ موڑ کر دوسرے طریقے سے اللہ سے لینا چاہے تو یہ ایمان کی پختگی نہیں بلکہ ایمان کی کمی کی علامت ہے مثال کے طور پر کسی کو پیاس لگی ہے کنواں، رسی، ڈول موجود ہے مگر یہ متوکل پیاس بجھانے کے لئے مسجد کا رخ کرتا ہے اور نوافل، و اوراد اور ایمان کی پختگی میں مصروف ہو کر پیاس بجھانے کے لئے کوشاں ہے تو یقیناً یہ متوکل موت کے منہ میں چلا جائے گا اور خود کشی کا مرتکب ہو کر اللہ کے غضب کا مستحق ہو گا کیونکہ اسے جب معلوم ہے اور اس کا مشاہدہ ہے کہ پیاس بجھانے کی خاصیت اللہ تعالیٰ نے پانی کے اندر ودیعت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پانی کے حصول کے اسباب مہیا کئے ہیں اور اس کی معمولی محنت اور ہمت سے اس کی قدرت میں آبھی سکتا ہے لیکن وہ اسے چھوڑ کر معجزہ اور خرق عادت کے طور پر پیاس بجھانے یا پانی لینے کے درپے ہے تو یا تو اس کے دماغ میں خلل ہے یا اس پر کرامات اور معجزات دکھانے کا بھوت سوار ہے،

بالکل یہی مثال سمجھو کہ لوہے میں جنگی خاصیت کو قرآن نے واضح کیا دشمن کے مقابلہ کے لئے اور میدان جنگ میں فتح کے حصول کی خاصیت اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اندر رکھدی ہے۔

لہذا تمہیں جب ضرورت پڑے کہ دشمن کو خوف زدہ کرو اور اللہ تمہیں دشمن پر برتری دے تو لوہے سے پھینک مارنے کی قوت کا رخ کرو اور جہاں تک تمہاری استطاعت ہو اس کو اس قوت کے حصول میں صرف کرنے سے دریغ نہ کرو، اب

اگر کوئی قوم اس قرآنی ہدایت کو پس پشت ڈال کر محض عبادات اور ایمان کی پختگی کے ذریعے دشمن پر فتح حاصل کرنا چاہتی ہے تو وہ نہ صرف قرآن کی نافرمانی کرتی ہے بلکہ دنیا میں اپنے آپ کو نیست و نابود کرنے کے لئے اور آخرت میں اپنی ہلاکت کے لئے کوشاں ہے۔ (جہاد افغانستان صفحہ ۲۳)

جو لوگ جہاد کا ارادہ رکھتے ہیں وہ تیاری بھی کرتے ہیں

قال اللہ تعالی ولو ارادوا الخروج لاعدوا لہ عدۃ ولکن کرہ اللہ انبعاثم فثبطھم وقیل اقعدوا مع القاعدین۔ (سورت توبہ آیت ۴۶)

"اور اگر وہ (جہاد) کے لئے نکلنا چاہتے تو ضرور اس کے لئے کچھ سامان تیار کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا اٹھنا پسند نہ کیا تو ان کو روک دیا اور ان سے کہا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ"۔

تفسیر: ان کا ارادہ ہی گھر سے نکلنے کا نہیں، ورنہ اس کا کچھ تو سامان کرتے، حکم جہاد سنتے ہی جھوٹے عذر نہ لے دوڑتے، واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کی شرکت کو پسند ہی نہیں کیا، یہ جاتے تو وہاں فتنے اٹھاتے، نہ جانے کی صورت میں ان کو پتہ لگ جائے گا کہ مومنین کو خدا کے فضل سے ایک تنکے کے برابر ان کی پرواہ نہیں، اسی لئے خدا نے صفوف مجاہدین میں شامل ہونے سے روک دیا اس طرح کہ رکنے کا وبال انہی کے سر پر رہے گویا ان کو تکوینا کہدیا گیا کہ جاؤ، عورتوں، بچوں، اور اپاہج آدمیوں کے ساتھ گھر میں گھس کر بیٹھ رہو۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۵۷)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یعنی اگر واقعی یہ لوگ جہاد کے لئے نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لئے ضروری تھا کہ کچھ تیاری بھی تو کرتے، لیکن انہوں نے کوئی تیاری نہیں کی، جس سے معلوم ہوا کہ عذر کا بہانہ غلط تھا، درحقیقت ان کا ارادہ ہی جہاد کے لئے نکلنے کا نہیں تھا۔

اس آیت سے ایک اہم اصول مستفاد ہوا جس سے معقول اور نا معقول عذر میں امتیاز کیا جاسکتا ہے وہ (اصول) یہ کہ عذر انہی لوگوں کا قابل قبول ہو سکتا ہے جو تعمیل حکم کے لئے (پہلے سے) تیار ہوں پھر کسی اتفاقی حادثہ کے سبب معذور ہو گئے معذوروں کے تمام معاملات کا یہی حکم ہے، جس نے تعمیل حکم کے لئے کوئی تیاری ہی نہیں کی اور ارادہ ہی نہیں کیا پھر کوئی عذر بھی پیش آگیا تو یہ "عذر گناہ بدتر از گناہ" کی ایک مثال ہوگی۔ صحیح عذر نہ سمجھا جائے گا۔ جو شخص نماز جمعہ کی حاضری کے لئے تیاری مکمل کرچکا ہے اور جانے کا ارادہ کررہا ہے کہ دفعۃً کوئی ایسا عذر پیش آگیا جس کی وجہ سے نہ جاسکا تو اس کا عذر معقول ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اس کی عبادت کا پورا اجر عطا فرماتے ہیں اور جس نے کوئی تیاری کی ہی نہیں، پھر اتفاقاً کوئی عذر بھی سامنے آگیا تو وہ محض ایک بہانہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ تعمیل حکم کے لئے تیاری کرنے یا نہ کرنے ہی سے کسی عذر کے معقول یا نا معقول ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا۔ (معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۸۵)

﴿ الجهاد ماض إلى يوم القيامة ﴾

الحدیث
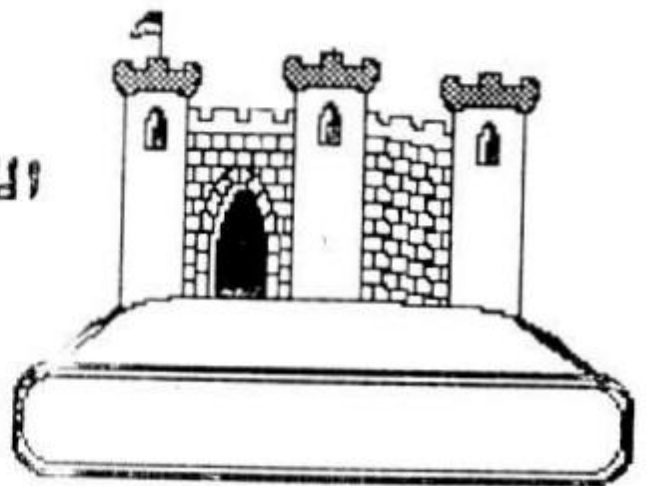
پہلی فصل:

جہاد مقدس کے لئے اسلحہ سیکھنا سکھانا اور چلانا

ابتداء اسلام میں ہر مجاہد اور دین کے راستے میں ہر لڑنے والا اس کا پابند ہوتا تھا کہ وہ جہادی میدان میں کام آنے والے تمام وسائل حاصل کرے خواہ اس کا تعلق بدن کی ورزش سے ہو ٹریننگ سے ہو یا اسلحہ سیکھنے سے ہو احادیث مقدسہ میں اور اسلام کے عہد اول کے مجاہدین اور صحابہ کی تاریخ میں یہ چیزیں بالکل واضح طور پر ہمیں ملتی ہیں قرآن عظیم نے جہادی تیاری کا جو بنیادی حکم۔ واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم دیا ہے وہ کسی پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے ہم نے ایک حد تک اس پر اس سے پہلے بھی کلام کیا ہے اب اس سلسلہ میں چند احادیث اور دیگر متعلقہ ابحاث کو پیش کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ① عن خالد بن زيد قال كنت رجلا راميا، فكان يمر بي عقبة بن عامر، فيقول يا خالد اخرج بنا نرمي. فلما كان ذات يوم ابطات عنه فقال، يا خالد تعال اخبرك ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة، صانعه يحتسب في صنعته الخير، والرامي به، ومنبله وارموا واركبوا، وان ترموا احب الي من ان تركبوا، وليس اللهو الا في ثلاث. تاديب الرجل فرسه، وملاعبته اهله ورميه بقوسه ونبله، ومن ترك الرمي بعد ما علمه، فهي نعمة تركها﴾ (رواه ابوداؤد)

"حضرت خالد بن زید فرماتے ہیں کہ میں تیر اندازی میں ایک ماہر آدمی تھا عقبہ بن

عامر میرے پاس آتے اور فرماتے کہ کہ چلو خالد ہمیں تیر اندازی کے لئے لے چلو، ایک دن میں نے نکلنے میں دیر کردی تو عقبہ بن عامر نے کہا کہ اے خالد! آیئے میں آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بتلاتا ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے سبب تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے ایک تیر بنانے والے کو جبکہ وہ بنانے میں ثواب کی نیت رکھتا ہو، دوسرے میدان جہاد میں تیر چلانے والے کو، اور تیسرے مجاہد کو معرکہ میں تیر دینے والے کو تم (مشق اور ٹریننگ کے دوران) تیر اندازی بھی کرو اور گھوڑوں پر سواری بھی کرو، اور تمہاری تیر اندازی مجھے تمہارے گھڑسواری سے زیادہ پسندیدہ ہے یاد رکھو! انسان کا ہر کھیل باطل ہے مگر تین چیزوں میں کھیل جائز ہے۔ ① آدمی جب گھوڑے کو سدھاتا ہے یہ جائز ہے۔ ② بطور تفریح اپنی بیوی کے ساتھ کھیلتا ہے یہ جائز ہے۔ ③ اپنی کمان سے تیر چلاتا ہے یہ جائز ہے، اور جس شخص نے تیر اندازی کی مشق کرکے سیکھنے کے بعد بھلادیا تو اس نے ایک نعمت کی ناشکری کرکے چھوڑ دیا''۔

فائدہ: اس روایت میں تیر اندازی اور گھڑسواری اور اس میں مہارت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے یہ سب ٹریننگ کے قبیلے سے جہاد کی تیاری کی ترغیبات ہیں، ایک صحابی نے صرف ایک دن اس میں کچھ تاخیر کی تو دوسرے صحابی نے ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناکر مزید گرمادیا۔ پھر جہاد کی نیت سے جس نے تیر بنایا یا آج کل کے دور میں اسلحہ تیار کیا اس شخص کو بھی مجاہد کا ثواب ملتا ہے یا کوئی شخص اپنا تیر یا مجاہد کا تیر میدان جہاد میں مجاہد کو دے کر اس کے ہاتھ میں پکڑا دیتا ہے وہ بھی جنت میں جائے گا اس سے خود بخود واضح ہوگیا کہ اس لڑنے والے مجاہد کا کتنا بڑا مقام ہوگا پھر اس حدیث میں اس تربیت اور جہادی مہارت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت قرار دیا اور بھولنے کو نعمت کی ناشکری قرار دیا اسی حدیث میں، اوسط میں ابن منذرؒ نے یہ تفصیل بھی بیان کی ہے کہ جب حضرت عقبہ بن عامرؓ کا

انتقال ہوا تو آپ کی پس ماندہ میراث میں تقریباً ستر ۷۰ کمانیں تھیں، آپ نے وفات کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ یہ کمانیں مجاہدین پر تقسیم کی جائیں۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جہاد کی اہمیت کو پہچان لے اور اس کی تربیت اور ٹریننگ میں دلچسپی لے،

حدیث نمبر ② وعن مسلمة بن الاكوع قال مر النبي صلى الله عليه وسلم على قوم ينتضلون فقال ارموا بني اسماعيل فان اباكم كان راميا، ارموا وانا مع بني فلان، قال فامسك احد الفريقين بايديهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مالكم لا ترمون؟ فقالوا يا رسول الله! كيف نرمي وانت معهم؟ فقال ارموا وانا معكم كلكم ﴾ (بخاری شریف)

"حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جو تیر اندازی میں ایک دوسرے سے مقابلہ کررہے تھے حضور اکرم نے فرمایا، اسماعیل کی اولاد؟ خوب تیر اندازی کرو کیونکہ تمہارے دادا اسماعیلؑ بڑے تیر انداز تھے تیر اندازی میں خوب مقابلہ کرو میں فلاں فریق کے ساتھ ہوں یہ سن کر دوسرا فریق تیر چلانے سے رک گیا حضور اکرم نے پوچھا کہ تم اب تیر کیوں نہیں چلاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم کیسے تیر چلائیں جبکہ آپ فلاں فریق کے ساتھ ہوگئے ہیں (یعنی آپ کے مقابلے میں کیسے تیر چلائیں نیز وہ لوگ اب آپ کی وجہ سے جیت جائیں گے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیر اندازی کرو میں دونوں کے ساتھ ہوں"۔

حدیث نمبر ③ سنن بیہقی کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم پر ایک دفعہ گذرے وہ لوگ تیر اندازی کے مقابلے میں مشغول تھے حضور اکرم نے فرمایا یہ کھیل بہت اچھا ہے، خوب تیر اندازی کرو کیونکہ تمہارے دادا خوب تیر اندازی کیا کرتے تھے، تم تیر اندازی کا مقابلہ کرو میں ابن ادرع کے ساتھ ہوں یہ

سن کر فریق مقابل نے مقابلے سے ہاتھ کھینچ لئے، حضور اکرم نے فرمایا تم لوگ کیوں رک گئے؟ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ جب آپ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جہاں ابن ادرع ہے تو خدا کی قسم ہم مقابلے میں ہار جائیں گے حضور اکرم نے فرمایا کہ تیر اندازی کا مقابلہ جاری رکھو میں دونوں کے ساتھ ہوں، چنانچہ دونوں فریق دن بھر تیر اندازی کا مقابلہ کرتے رہے لیکن کوئی فریق غالب نہ آسکا اور شام کو دونوں برابر سرابر ہار جیت کے بغیر واپس چلے گئے۔

فائدہ : اس قصہ اور اس مقابلہ سے ایک بات تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ صحابہ کرام نے جہاد کی تیاری کے لئے ہر وقت ہر قسم کے آلات سے تیاری کا اہتمام کیا ہے اور جنگی مشقیں کی ہیں اس زمانہ میں یہ جنگی مشقیں گھوڑ دوڑ، تیراکی، تیر اندازی، نیزہ بازی اور شمشیرزنی سے ہوتی تھیں لیکن آج کل یہ مقابلے توپ خانوں، راکٹوں، جہازوں اور ٹینکوں سے ہوتے ہیں اس میں کوئی نمود و ریاکاری یا تعصب و عداوت نہیں ہوتی ہے بلکہ جہاد کی تیاری اور تجربے ہوتے ہیں جو مسنون اور محمود و مطلوب ہیں تمام مجاہدین کو اس میں دلچسپی لینی چاہئے اور اس قسم کے دیگر لاٹھی وغیرہ سے کرتب کے کچھ کھیل اگر ہوں ان میں بھی حصہ لینا چاہئے، کراٹے اور مکّہ بازی اور کشتی وغیرہ تمام تجربات جہاد کے لئے جائز اور پسندیدہ ہیں۔

مسلم کی ایک روایت میں حضور اکرم نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے زمین فتح ہوجائے گی اور جنگوں سے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہوجائے گا پھر اس وقت تم میں سے کوئی آدمی تیر اندازی کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ آئے (بلکہ اس کو جاری رکھے) ایک اور حدیث میں ہے کہ کمانوں پر تسمے اور چلے چڑھانا اور پھر تیر اندازی کرنا آدمی کے غم کو دور کردیتا ہے طبرانی کی ایک اور روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم نے فرمایا کہ جب آدمی کو غم اور صدمہ لاحق ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ اس غم کو دور کرنے کے لئے کمان پر چلہ چڑھائے اور اس سے اپنا غم دور کرے

ایک اور روایت میں ہے کہ تیر اندازی کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تمہارے بہترین کھیلوں میں سے ہے ایک اور روایت میں ہے کہ فرشتے کسی کھیل میں حاضر نہیں ہوتے ہیں مگر صرف تیر اندازی کے کھیل میں حاضر ہوتے ہیں حضرت عمر فاروق سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر کھیل ناپسندیدہ ہے مگر اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا مکروہ نہیں ہے اور تیر اندازی کے لئے جو نشانہ مقرر کیا جاتا ہے اس کے درمیان کھیلنا مکروہ نہیں ہے اور آدمی جب اپنے گھوڑے کو تربیت دیتا ہے وہ مکروہ نہیں ہے، (یاد رہے تیر اندازی میں دو نشانے دونوں طرف نصب کئے جاتے ہیں اور ہر فریق دوسری طرف کا نشانہ مارتا ہے اس کے بیچ میں دوڑنے کو نشانہ کے درمیان دوڑنا کہا گیا ہے) چنانچہ ''مغنی'' میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا، دو نشانوں کے درمیان کا حصہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے دشمن کی طرف تیر پھینکا اور تیر دشمن تک جا پہنچا اللہ تعالیٰ اس پر جنت میں اس شخص کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک درجہ سو سال فاصلہ کی بلندی پر ہوتا ہے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد میں ایک تیر دشمن کی طرف پھینکا تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے اللہ کے راستے جہاد میں ایک تیر دشمن تک پہنچادیا تو اس کو جنت میں ایک درجہ ملے گا روایت کرنے والے صحابی فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد حضور اکرم نے جنگ طائف کے موقع پر فرمادیا تھا چنانچہ میں نے اس دن دشمن تک سولہ تیر پھینک کر پہنچادیئے ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوگیا یعنی حالت اسلام میں اس پر بڑھاپا آگیا تو یہ اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا اور جس شخص نے اللہ کے راستے جہاد میں دشمن کی طرف تیر پھینکا تو یہ اس کے لئے ایک درجہ ہوگا ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے دشمن کی طرف ایک تیر پھینکا تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا خواہ وہ تیر دشمن تک پہنچ گیا، یا نہیں پہنچا، ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص

نے دشمن کی طرف ایک تیر پھینکا تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا خواہ تیر صحیح نشانہ پر لگا یا نہیں لگا ابن عساکر کی ایک روایت میں آیا ہے حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نے فرمایا، جس شخص نے عربی کمان اور اس کی ترکش (جہاد کی غرض سے) بنالی تو اللہ تعالیٰ چالیس سال تک اس کو فقر و فاقہ سے بچائے رکھے گا ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک دفعہ دو نشانوں کے درمیان دوڑ رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ مجھے کب شہادت ملے گی مجھے کب شہادت ملے گی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فارس کے شہرمدائن میں حضرت حذیفہ دو نشانوں کے درمیان تیز تیز دوڑ رہے تھے اور اس وقت آپ بغیر ازار کے تھے۔ یاد رہے یہ روایات اس بات پر بڑی دلیل ہیں کہ صحابہ کرام نے نہایت اہتمام کے ساتھ بدنی ورزش اور جنگی اسلحہ کی تربیت اور ٹریننگ حاصل کی ہے تیر اندازی کرنا اور پھر نشانہ کی طرف دوڑنا اور تیزی پیدا کرنے کے لئے تیز تیز بھاگنا اور لنگی کو نہ پہننا یہ سب جہاد کی تربیت کا اہتمام تھا اور جسم کو ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے کا عادی بنانا تھا۔ حالانکہ صحابہ کرام ہدایت کے روشن مینار تھے اور رہنمائی کے آفتاب تھے اور امت کے روشن ستارے تھے اور دنیا و آخرت کے بادشاہ تھے جب انہوں نے ٹریننگ اور اسلحہ سیکھنے سکھانے کا اتنا اہتمام کیا ہے تو پھر کسی آئندہ آنے والے امتی کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ بغیر تربیت کے رہ جائے علماء نے لکھا ہے کہ اسلحہ کی تربیت حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ جب جہاد فرض ہے تو اسلحہ کا سیکھنا بھی فرض ہے تربیت حاصل کرنے کا یہ حکم قرآن کی واضح آیت واعدوا لھم نے دیا ہے شاہ اسماعیل شہید اور حضرت احمد علی لاہوری رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاد کے لئے تیاری کا یہ حکم ہر مسلمان پر فرض ہے میں نے اوپر جتنی حدیثیں فائدہ کے تحت لکھی ہیں وہ سب علامہ ابن نحاسؒ کی کتاب مشارق الاشواق سے لی ہیں آج کل حرکت الانصار کی ٹریننگ سنٹروں میں اسلحہ کی تربیت اور بدنی

ورزش اور جہادی تربیت کا بہت اچھا انتظام ہے نیز اسلامی تحریک طالبان افغانستان کے ہاں بھی تربیت کا اچھا نظام قائم ہے تمام نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ ضرور بضرور جہاد کی تربیت کے لئے ان سنٹروں میں چلے جائیں اور اسلام کی یہ گم شدہ سنت دوبارہ حاصل کریں اور صحابہ کرام کا یہ محبوب عمل اپنائیں۔

عظیم انعام

حدیث نمبر ④ مستدرک حاکم میں سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن حضور اکرم نے فرمایا کہ لوگو! سعد کو تیر دیا کرو اے سعد اللہ تعالیٰ تیر چلانے میں تیری مدد کرے کفار پر تیر چلاؤ میری ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

فائدہ : اس روایت میں حضور اکرم نے حضرت سعد کے لئے ماں باپ دونوں کو جمع کر کے قربان ہونے کا ارشاد فرمایا ہے یہ بہت بڑی فضیلت اور بہت بڑا انعام و اکرام ہے حضور اکرم نے "فداک ابی" تو دوسرے صحابہ کے لئے کبھی کبھی استعمال فرمایا ہے لیکن فداک ابی وامی، یہ صرف حضرت سعد کے ساتھ خاص ہے اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کا میدان بہت اہم میدان ہے اور تیر اندازی اور دشمن پر تیر چلانا بہت ممدوح اور شریعت میں بہت محبوب عمل ہے۔

گھوڑوں کی تربیت

حدیث نمبر ⑤ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان گھوڑ دوڑ اور مسابقت کا مقابلہ کرایا جو گھوڑے تربیت یافتہ تھے اور یہ مسابقت مقام حفیاء سے شروع ہوئی اور ثنیۃ الوداع پر جاکر ختم ہوئی ان دونوں جگہوں کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا اور جو گھوڑے

تربیت یافتہ نہیں تھے حضور اکرم نے ان کے درمیان ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک مقابلہ کرایا اور ان دو جگہوں کے درمیان فاصلہ ایک میل تھا۔
(بخاری و مسلم)

فائدہ : یہ مقابلہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں کرایا اور دو قسم کے گھوڑوں نے اس میں حصہ لیا ایک ٹریننگ شدہ گھوڑے تھے جن کے مقابلے کے لئے لمبی مسافت یعنی چھ میل مقرر ہوئے تھے اور دوسرے غیر تربیت یافتہ گھوڑے تھے ان کے درمیان مقابلہ کے لئے صرف ایک میل کا فاصلہ مقرر کیا گیا تھا گھوڑے اس زمانہ میں میدان جنگ کے لئے ایک ایسی حیثیت رکھتے تھے جیسا کہ آج کل ہوائی جیٹ طیارے ہوتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے چل کر کفار سے بڑے بڑے جنگی معرکے کرنے تھے اس لئے پہلے ہی سے آپ نے مکمل تیاری کرائی خود بھی ٹریننگ میں حصہ لیا اور صحابہ کرام کو بھی تیار کرایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ تیاری، مسلمان حکمرانوں اور عوام دونوں پر لازم ہے

ٹریننگ کر کے پھر بھولنا گناہ ہے

حدیث نمبر ⑥ وعن عقبة ابن عامر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من تعلم الرمي ثم تركه فقد عصاني ﴾ (ابن ماجہ)
”عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تیر اندازی سیکھ لی اور پھر اس کو (بھول کر) چھوڑ دیا تو اس نے میری نافرمانی کی“۔

فائدہ : میری نافرمانی کے الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہادی تربیت اور ٹریننگ کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر بھول جانا بڑا گناہ ہے اگر بڑا نہ ہو تو چھوٹا گناہ تو بہر حال ہے ایک اور روایت میں یہ لفظ ہے کہ اس شخص نے ایک نعمت کا انکار کیا ایک

روایت میں ہے کہ اس نے ایک نعمت کی ناشکری کی ایک روایت میں ہے کہ وہ شخص میری امت میں نہیں ہے۔ یہ الفاظ ظاہری طور پر بتاتے ہیں کہ جہادی تربیت کو بھولنا کبیرہ گناہ ہے لہٰذا ہر مسلمان مجاہد نوجوان کو چاہئے کہ وہ عزت و عظمت کے اس نعمت کی ناشکری نہ کریں۔

حکایت نمبر (۱) عمرو بن عبسہ ایک صحابی تھے فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جب جنگ طائف میں طائف کا محاصرہ کیا تو اس وقت ایک دفعہ میں نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو تیر اندازی کی ترغیب دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ جس نے اللہ کے راستے میں دشمن کی طرف ایک بھی تیر پھینکا تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے دشمن پر تیر پھینکا اور تیر دشمن تک پہنچ گیا تو اس شخص کو جنت میں ایک درجہ ملے گا عبسہ فرماتے ہیں میں نے اس دن سولہ تیر دشمن پر پھینکے تھے اور سب کے سب دشمن تک پہنچ گئے تھے۔

حکایت نمبر (۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو ہجری کو جنگ بدر ہوئی تھی اور صحابہ کرام نے زیادہ تر اسی اسلحہ سے جنگ لڑی جو کفار سے چھینا گیا تھا چنانچہ حضرت زبیرؓ کا مقابلہ ایک ایسے کافر سے ہوا تھا جو اسلحہ میں غرق تھا پورا بدن چھپا ہوا تھا صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں اس کافر کا نام عبیدہ بن سعید تھا حضرت زبیر کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جس کا نام عنزہ تھا آپ نے اسی کو اس کافر کی آنکھ میں مارا جو گھستا چلا گیا کافر گر کر مر گیا لیکن حضرت زبیر کو نیزہ نکالنے میں کافی دقت اٹھانی پڑی نیزہ جب نکالا گیا تو اس میں معمولی سا ٹیڑھا پن آ گیا تھا اب یہ ایک تاریخی یادگار نیزہ بن گیا کیونکہ اس سے ایک بڑے کافر کو قتل کیا گیا تھا حضور کی زندگی میں یہ نیزہ عید گاہ میں بطور سترہ استعمال ہوتا تھا ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح عید گاہ میں تشریف لاتے تو عنزہ آپ ؐ کے سامنے اٹھا کر لایا جاتا تھا اور

پھر بطور سترہ عید گاہ میں نصب کیا جاتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نماز ادا فرماتے تھے اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ یہ نیزہ پھر حضرت صدیق اکبر کے پاس بطور یادگار رہا پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ و علیؓ کے دور تک باقی رہا اور خلفاء نے اس کو جہادی یادگار کے طور پر استعمال کیا۔

حکایت نمبر ۳ بیہقی نے ابو عثمان کے حوالہ سے لکھا ہے ابو عثمان فرماتے ہیں کہ ہم جب عتبہ بن فرقد کی کمانڈ میں علاقہ آذر بائیجان میں کفار سے بر سرپیکار تھے اس وقت امیر المومنین حضرت عمر فاروق کا ایک تربیتی خط آیا حمد و صلوۃ کے بعد اس میں لکھا تھا کہ اے مجاہدین! ازار بند کی لنگی استعمال کرو، معمولی جوتا پہنا کرو، اور معمولی چادر استعمال کرو، موزے اور عمدہ شلوار استعمال مت کرو بلکہ اپنے دادا اسماعیل علیہ السلام کی طرح معمولی عربی لباس استعمال کرو اور عجم کی عیش و عشرت اور ان کی طرز لباس سے بچو دھوپ میں رہا کرو یہ عرب کا حمام ہے جفاکش اور کھردرا لباس استعمال کرو ایک ساتھ جم کر تیار رہا کرو اور کبھی کبھی ننگے پاؤں پیدل چلا کرو اور سواریوں کو ترک کرو، اور گھوڑوں پر جب سوار ہوتے ہو تو تربیت یافتہ شخص کی طرح چھلانگ لگاکر سوار ہوجایا کرو نشانوں پر پریکٹس کرتے رہو اور نشانوں کے درمیان پیدل چلا کرو۔

حکایت نمبر ۴ عتبہ بن عبد فرماتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کی جنگ اور محاصرہ کے دنوں میں حضور اکرم نے فرمایا کہ جس شخص نے کفار کے اس قلعہ میں ایک تیر اندر مار کر پہنچایا تو اس کے لئے جنت واجب ہے عتبہ کہتے ہیں کہ میں نے اس میں تین تیر اندر داخل کئے۔ (طبرانی)

حکایت نمبر ۵ عبد اللہ بن بسر کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو خیبر کی طرف جب روانہ کیا تو آپ نے ان کو سیاہ عمامہ اپنے ہاتھ سے باندھا اور اس کا شملہ پیچھے کی طرف چھوڑا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک کمان پر ٹیک لگائے ہوئے فوج کا معائنہ فرمارہے تھے کہ اچانک آپ پر ایک ایسے شخص کا گذر ہوا جس کے ہاتھ میں فارسی نیزہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پھینک دو یہ ملعون ہے اور اس کے اٹھانے والے بھی ایسے ہی ہوتے ہیں تم عربی کمانیں اپنا لیا کرو کیونکہ اسی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے دین کو عزت عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے ملک فتح ہوں گے۔

فائدہ : فارسی نیزہ سے جب اس کا وتر کٹ جاتا ہے تو وہ بالکل بے کار ہوکر رہ جاتا ہے لیکن عربی نیزہ پھر بھی ڈنڈے کا کام دے سکتا ہے اس لئے اس کو ملعون کہا بعض علماء نے لکھا ہے کہ فارسی نیزہ کی ملعونیت کی جو حدیثیں ہیں سب کمزور و ضعیف ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ عجم سے مشابہت نہ رکھنے کی ترغیب اور حکم ہے بہرحال جو کچھ بھی ہو یہ اس وقت کا کوئی مخصوص حکم تھا اب تمام علماء کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے بہرحال اس روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کمانوں کے ذریعہ سے فتوحات عطا فرمائے گا اور تمہارا دین غالب آئے گا "صدق رسول اللہ" حضور اکرم نے سچ فرمایا۔

حکایت نمبر ⑥ قیس بن حازم فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ یرموک میں حضرت خالد کو دیکھا کہ دو نشانوں کے درمیان خوب تیر اندازی کررہے ہیں آپ کے ساتھ حضور اکرم کے صحابہ کی ایک پرشکوہ جماعت بھی تھی اور آپ فرمارہے تھے کہ ہمیں حضور اکرم نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنی اولاد کو تیر اندازی اور قرآن سکھائیں۔ (طبرانی)

اسی سے ملتا جلتا حضور اکرم کا ایک ارشاد بھی ہے ابورافع فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ جس طرح ہمارا حق ہماری اولاد پر ہے کیا اولاد کا بھی ہم پر کوئی حق ہے؟ حضور اکرم نے فرمایا ہاں، باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ وہ ان کو خط سکھائے، تیراکی سکھائے، ان کو تیر اندازی سکھائے اور حلال مال کا وارث بنائے۔

(سنن بیہقی)

حکایت نمبر ⑦ ایک تابعی بلال بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں یعنی صحابہ کو پایا اور دیکھا ہے جو نشانوں کے درمیان تیز تیز دوڑتے تھے اور خوب ہنستے تھے لیکن جب رات ہوجاتی تھی تو وہ لوگ پھر عبادت میں خالص درویش ہوتے تھے۔

حکایت نمبر ⑧ محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو انصاریؓ کو دیکھا جو جنگ بدر و احد میں شریک ہوچکے تھے لیلۃ العقبہ میں بھی تھے میں نے دیکھا کہ آپ میدان جنگ میں روزہ سے تھے اور پیاس کی وجہ سے آپ کی گردن مڑ رہی تھی اسی حالت میں وہ اپنے غلام سے کہہ رہے تھے کہ تیری ہلاکت ہو میری کمان کو تیار کرلو اس نے کمان تیار کی تو اس صحابی نے بہت مشکل سے تین تیر دشمن کی طرف پھینک دیئے اور پھر فرمایا کہ میں نے حضور اکرم سے سنا ہے کہ جس نے اللہ کے راستے جہاد میں تین تیر دشمن پر پھینکے خواہ دشمن تک پہنچے یا نہ پہنچے وہ اس شخص کے لئے قیامت کے دن نور ہوں گے کہتے ہیں مغرب سے پہلے یہ صحابی شہید ہوگئے۔

حکایت نمبر ⑨ امام ذھبی نے تہذیب میں ابوعبد اللہ سے جو ابراہیم بن ادھم کے دوست تھے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ابراہیم بن ادھمؒ نے سمندری جہاد میں ایک دفعہ حصہ لیا وہ آگے بڑھتے بڑھتے ہم تمام ساتھیوں سے بہت آگے نکل گئے وہاں سے لوٹنے والے ساتھیوں نے بتایا کہ جس دن ابراہیم کا انتقال ہوا وہ اس رات میں ۲۵ بار بیت الخلاء چلے گئے جب ان کو یقین ہوگیا کہ اب موت تیار ہے تو آپ نے بعض ساتھیوں سے کہا کہ میرے لئے کمان پر چلہ چڑھادو جب کمان تیار ہوگئی تو آپ نے اس کو ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اسی حالت میں آپ کی روح پرواز کرگئی کہ کمان آپ کے ہاتھ ہی میں تھی فرحمه الله رحمة واسعة ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایماں ہے

خلق الله للحروب رجالا
ورجالا لقصعة وثريد
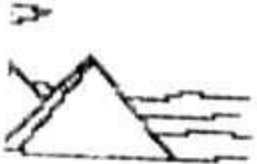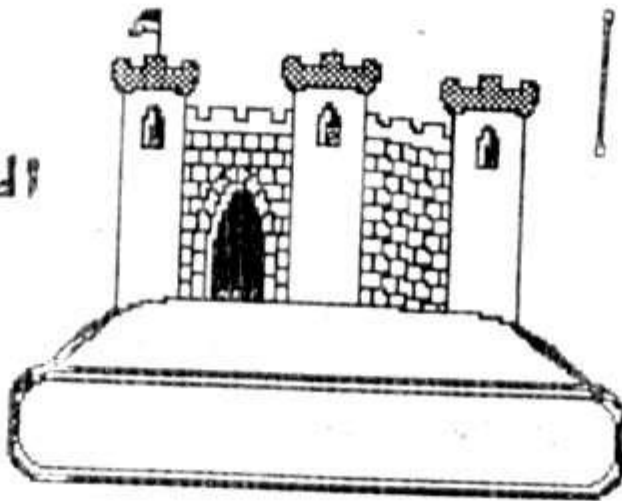
دوسری فصل:

اسلام میں نیزہ و تلوار کامقام

(۱) قال اللہ تعالی واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔ (انفال ٦۰)

"اور تیار کرو ان کفار کی لڑائی کے لئے جو کچھ جمع کر سکو (اسلحہ اور سپاہیانہ) قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر"۔

(۲) وقال اللہ تعالی ولیا خذوا حذرھم واسلحتھم، ودالذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ، ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر اوکنتم مرضی ان تضعوا اسلحتکم وخذاو حذرکم ان اللہ اعد للکافرین عذابا مھینا﴾ (سورت نساء ۱۰۲)

"اور ساتھ رکھیں اپنا بچاؤ اور ہتھیار، (کیونکہ) کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں سے اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تاکہ وہ تم پر ایک دم ٹوٹ پڑیں، اور اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا تم بیمار ہو تو ہتھیار رکھدینے میں کوئی حرج نہیں اور (پھر بھی) اپنا بچاؤ (زرہ وغیرہ) ساتھ رکھو بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

تفسیر: علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ خذوا حذرکم کا مطلب یہ ہے کہ تلواروں کو گلے میں لٹکائے رکھو کیونکہ یہ غازیوں کی شان ہے اور قوت سے مراد یہ ہے کہ ہر قسم کا اسلحہ تیار رکھو اور کمانیں بناؤ۔ (قرطبی جلد ۵،۸)

شیخ الہندؒ فرماتے ہیں یعنی اگر بارش یا بیماری اور ضعف کی وجہ سے ہتھیار کا اٹھانا مشکل ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار اتار کر رکھدینے کی اجازت ہے لیکن اپنا بچاؤ کرلینا چاہئے مثلاً زرہ، سپر، خود، ساتھ لے لو شیخ الہند مزید فرماتے ہیں کہ صلوۃ خوف کی حالت میں آمدو رفت نماز کے اندر معاف ہے اور تلوار زرہ سپر وغیرہ کے اپنے ساتھ رکھنے کا بھی ارشاد فرمایا تاکہ کفار موقع پاکر یکبارگی حملہ نہ کردیں، شیخ الہند مزید لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق تدبیر اور احتیاط اور اہتمام کے ساتھ کام کرو اور اللہ کے فضل سے امید رکھو، وہ کافروں کو تمہارے ہاتھ سے ذلیل و خوار کردے گا، کافروں سے خوف مت کرو۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۱۲۴)

فائدہ : محترم قارئین قرآن عظیم میں جہاد مقدس کے فضائل و مسائل اور جہادی اسلحہ اور سازو سامان تیار کرنے کے متعلق بہت ساری آیتیں ہیں مادہ قتال کے حوالے سے ۷۹ جگہوں میں اللہ تعالیٰ نے قتال کا ذکر فرمایا ہے اور جہاد کے حوالہ سے بھی بہت زیادہ آیات ہیں اس سے ایک ادنی مسلمان بھی انکار نہیں کرسکتا ہے اور نہ کوئی عقلمند انسان دفاع کے اس عظیم سامان سے چشم پوشی کرسکتا ہے اگر خدانخواستہ دین اسلام میں اسلحہ اٹھانا اور کفار و مفسدین کو مارنا منع بھی ہوتا پھر بھی مسلمان نافرمانی کرکے اپنی بقاء کے لئے اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے اور اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت کی خاطر کفار اور مفسدین سے لڑنے کے لئے میدان میں نکل جاتے، مگر الحمد للہ اسلام ایک طبعی اور فطری مذہب ہے اس نے مسلمانوں کی عزت و ناموس اور ان کی عبادات اور عبادت گاہوں کی مکمل ضمانت دیدی ہے صرف اجازت نہیں بلکہ باطل کے مقابلے میں اسلحہ اٹھانا فرض قرار دیا ہے اور اس کے بہت زیادہ فضائل بیان کئے ہیں دفاع کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے،

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین۔ (بقرہ ۲۵۱)

اور اگر اللہ تعالیٰ کا ایک دوسرے سے دفع کرادینا نہ ہوتا تو زمین خراب ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ جہاں کے لوگوں پر بڑا مہربان ہے اس آیت کے تحت شیخ الھند فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوگیا کہ جہاد کا حکم ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور اس میں اللہ کی بڑی رحمت اور احسان ہے، نادان کہتے ہیں کہ لڑائی نبیوں کا کام نہیں، بہرحال بندہ عاجز صرف یہ عرض کرتا ہے کہ مسلمانوں اور خصوصاً علماء کو چاہئے کہ وہ جہادی اسلحہ اور اس کے لئے ساز و سامان کی تحقیر نہ کریں تلوار کو جو مقام اسلام نے دیا ہے اس کو اسی مقام پر رکھا جائے اور دنیا کے فتنوں کے مٹانے کے لئے صیغہ جہاد کو خوب متحرک کریں اب آیئے، تلوار اور نیزہ کے متعلّق رسول الثقلین جیش الانبیاء والمرسلین نبی السیف اور رسول الملاحم کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر (۱) وعن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بعثت بالسيف بين يدى الساعة حتى يعبد الله وحده لا شريك له، وجعل رزقى تحت ظل رمحى، وجعل الذلة والصغار على من خالف امرى، ومن تشبه بقوم فهو منهم۔ (رواہ احمد)

"حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے قیامت سے کچھ پہلے تلوار کے ساتھ نبی بناکر بھیجا ہے میں اس وقت تک جہاد کروں گا کہ لوگ ایک اللہ کی عبادت پر آجائیں۔ اور میرے رب نے میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے میرے مخالفین پر ذلت و رسوائی مقرر فرمادی ہے، اور جو شخص جس قوم کے مشابہ ہو وہ انہیں میں سے ہے"۔

فائدہ : ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "فروسیہ محمدیہ" میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے تصریح کی ہے کہ جہاں جہاں جہاد کی ضرورت ہو یا جہاد جاری ہو وہاں اسلحہ سیکھنا سکھانا نیزہ بازی وغیرہ نفل نماز میں مشغول ہونے سے افضل ہے

مشارق الاشواق میں لکھا ہے کہ اسلحہ سیکھنا فرض کفایہ ہے اور علامہ قرطبی نے فرمایا کہ جب مسلمان اسلحہ کی طرف شدید محتاج ہوجائیں تو اس وقت اسلحہ سیکھنا فرض عین ہوجاتا ہے مشارق نے مزید لکھا ہے کہ یہاں صرف تلوار اور نیزہ کا ذکر ہے لیکن اس سے ہر زمانہ کے مناسب تمام مروج اسلحے مراد ہیں۔

علامہ سرخسیؒ کا عمدہ کلام

مندرجہ بالا حدیث کو امام محمد شیبانی رحمہ اللہ نے اپنی عمدہ تصنیف سیر کبیر میں معمولی تغیر کے ساتھ نقل فرمایا ہے اور پھر علامہ محمد بن احمد سرخسیؒ نے شرح سیر کبیر میں اس کی عجیب شرح کی ہے حدیث اور اس کی شرح ملاحظہ ہو۔

﴿عن طاؤس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى بعثني بالسيف بين يدي الساعة، وجعل رزقي تحت رمحي اوظل رمحي وجعل الذل والصغار على من خالفني ومن تشبه بقوم فهو منهم﴾ (شرح سیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۶)

”یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے قیامت سے کچھ پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث فرمایا، اور میرے رزق کو میرے نیزہ یا نیزے کے سائے کے نیچے رکھا اور میرے مخالفین پر ذلت و رسوائی ڈالدی اور جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہوگا“۔

علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ بعثنی بالسیف سے بعثنی بالقتال مراد ہے کہ مجھے میرے رب نے قتال فی سبیل اللہ کے لئے مبعوث فرمایا ہے جس طرح کہ دوسری حدیث میں ہے کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ سارے لوگ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ پر نہیں آجاتے ہیں، اور حقیقت تو یہ ہے کہ جنگ و قتال دوسرے انبیاء کے حق میں اس طرح نہیں تھا جس طرح کہ حضور اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ نے قتال و جہاد کے ساتھ خاص فرمایا ہے تورات میں حضور اکرم کی صفت میں یہ جملے مذکور ہیں، نبی الملحمة عيناه حمراوان من شدة القتال "یعنی وہ گھمسان کی جنگوں والا نبی ہوگا شدت جنگ کی وجہ سے ان کی دونوں آنکھیں سرخ لال ہوں گی"، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متعلق تورات میں اس طرح لکھا ہے، انا جيلهم في صدورهم وسيوفهم على عواتقهم، واليه اشار عليه السلام، السيوف اردية الغزاة۔

یعنی قرآنی تعلیمات ان کے سینوں میں ہوں گی اور ان کی تلواریں ان کے کندھوں پر ہوں گی جیسا کہ حضور اکرم نے اشارہ فرمایا ہے کہ تلواریں غازیوں کی چادریں ہیں۔ حدیث میں "بين يدي الساعة" سے مراد قرب قیامت ہے اور "جعل رزقي تحت رمحي" سے مراد مال غنیمت کے حلال ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ سابقہ امتوں کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا، اور "ظل رمحي" نیزہ کے سائے سے مراد عمومی امن وامان ہے کیونکہ سائے سے امن مراد لیا جاتا ہے اور "الذل والصغار" سے مراد کفار پر جزیہ مقرر کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس میں ان کی ذلت و رسوائی ہے اور ومن تشبه بقوم فهو منهم سے مراد یہ ہے۔ اى تشبه بالمجاهدين في الخروج معهم والسعي في بعض حوائجهم وتكثير سوادهم فيكون منهم في استحقاق الغنيمة في الدنيا والثواب في الاخرة۔

یعنی مشابہت سے مراد یہ ہے کہ مجاہدین کے ساتھ جہاد کے لئے نکلنے میں مشابہت اختیار کرے یا مجاہدین کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے یا ان کی جماعت کو زیادہ کرکے دکھائے تو یہ شخص دنیا میں مجاہدین کی طرح مال غنیمت کا مستحق بنے گا اور آخرت میں اجر و ثواب کا حقدار بنے گا۔ (شرح سیر کبیر جلد ا صفحہ ۱۶ تا ۱۸)

تلواروں کے سائے تلے جنت

حدیث نمبر ② وعن عبد الله بن ابی اوفی رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان فی بعض ایامه التی لقی فیها العدو ینتظر حتی مالت الشمس قام فیهم فقال، یا ایها الناس لا تتمنوا لقاء العدو واسالوا الله العافیة، فاذا لقیتموهم فاصبروا، واعلموا ان الجنة تحت ظلال السیوف۔ (بخاری و مسلم)

"حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غزوہ میں جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو حضور اکرم نے کچھ انتظار فرمایا یہاں تک کہ جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ نے کھڑے ہوکر اس طرح خطبہ دیا اے لوگو! دشمن سے جنگ کی دعائیں اور تمنائیں نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کیا کرو اور جب میدان جہاد میں دشمن سے مقابلہ ہی کی صورت پیدا ہوجائے تو پھر صبر کے ساتھ ڈٹ کر رہو اور خوب جان لو کہ بیشک، تلواروں کے سائے تلے جنت ہے"۔

حدیث نمبر ③ وعن ابی بکر بن ابی موسی قال سمعت ابی وهو بحضرة العدو یقول، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف، فقام رجل رث الهیئة، فقال یا ابا موسی انت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول هذا؟ قال نعم، فرجع الی اصحابه فقال اقراء علیکم السلام، ثم کسر جفن سیفه فالقاه، ثم مشی بسیفه الی العدو فضرب به حتی قتل۔ (مسلم شریف)

"حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بیٹے ابوبکر سے روایت ہے کہ میں نے اپنے اباجان یعنی ابوموسیٰ اشعری سے اس وقت سنا جب کہ آپ دشمن کے مقابلے میں میدان

جنگ میں تھے فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے یہ سن کر ایک شخص کھڑے ہوگئے جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے وہ کہنے لگے کہ اے ابو موسیٰ! آپ نے خود حضور اکرم سے اسی طرح سنا ہے؟ ابو موسیٰ نے فرمایا ہاں، یہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس چلے گئے اور ان سے کہا کہ میں تمہیں آخری الوداعی سلام کرتا ہوں پھر وہیں پر اس شخص نے اپنی تلوار کا نیام توڑ کر پھینکا اور تلوار ہاتھ میں لے کر دشمن کی طرف پیدل چل پڑے اور خوب دشمن سے لڑے یہاں تک کہ شہید ہوگئے"۔

فائدہ: مسلم شریف کی ایک روایت میں ان ابواب الجنۃ کے الفاظ آئے ہیں یعنی جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں ایک اور روایت میں یہ تفصیل بھی ہے کہ ابو موسیٰؓ اس وقت اصفہان میں مصروف جہاد تھے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک نوجوان اٹھے جس کے جبے کی آستینیں پھٹ چکی تھیں اس نے حضرت ابو موسیٰ سے سوال کیا، مسند عبد الرزاق کی ایک روایت میں آیا ہے کہ بیشک جنت کی چابیاں مجاہدین کی تلواریں ہیں ابن عساکر نے بھی نقل کیا ہے کہ بیشک تلواریں جنت کی چابیاں ہیں، ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار سے کفار کو مارنا جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے چنانچہ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت نقل کی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افشوا السلام واطعموا الطعام واضربوا الهام تورثوا الجنان یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام کو عام کرو غریبوں کو کھانا کھلایا کرو اور جہاد میں کفار کی کھوپڑیاں اڑاؤ اس طرح تم جنت کے وارث بنو گے۔

اسی طرح ابن عساکرؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے

ہوئے سنا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہیں جنت میں داخل کردے صحابہ نے فرمایا کہ ضرور ہمیں بتادیجئے حضور اکرم نے فرمایا کہ "ضرب بالسیف، واطعام الضیف، واھتمام لمواقیت الصلوۃ" یعنی تلوار سے کفار کو مارنا، مہمان کو کھانا کھلانا اور فرض نمازوں کے اوقات کا اہتمام کرنا ان روایات میں تلواروں کو جنت کی چابیاں قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تلواریں جنت کے دروازوں کے کھولنے کے ذرائع ہیں کیونکہ جب میدان کارزار میں جہاد کی غرض سے اللہ کی رضا کے لئے تلواریں سونتی جاتی ہیں تو اس وقت مجاہدین اسلام کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ابن دقیق العید نے شرح عمدہ میں فرمایا ہے کہ یہاں تشبیہ ہے یعنی عمل جہاد کے ساتھ جنت اسی طرح لازم ہے جس طرح کہ تلوار کے ساتھ اس کا سایہ لازم ہوتا ہے مشارق اشواق کے مولف نے اس پر ایک عمدہ کلام پیش کیا ہے فرماتے ہیں۔

کہ میدان جہاد میں یا تو مجاہد اللہ کے راستے میں کافر کو مارنے کے لئے ہاتھ میں تلوار بلند کرتا ہے تو تلوار کا سایہ کافر پر پڑتا ہے اور کافر کے مارنے سے جنت ملتی ہے لہٰذا اس کی تلوار کے نیچے جنت ہے اور یا کافر کسی مسلمان کو مارنے کے لئے ہاتھ میں تلوار اٹھاکر مارتا ہے تو مسلمان شہید ہوجاتا ہے اور وہ تلوار کے سائے کے نیچے ہوتا ہے تو اب مجاہد کے دو صورتیں ہیں یا فوراً مارا جاتا ہے اور شہید ہوکر مرتا ہے تو فی الحال جنت میں چلا گیا اور یا دیر سے جاکر غازی بن کر مرجاتا ہے تو دیر سے جنت میں داخل ہوجاتا ہے تو دونوں صورتوں میں جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

گلے میں تلوار لٹکانے کے فضائل

حدیث نمبر ④ شفا الصدور میں حضرت ابوامامہ کی ایک مرفوع روایت نقل کی گئی ہے فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جہاد یا رباط فی سبیل اللہ میں نماز کی حالت میں

گلے میں تلوار لٹکادی تو اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں عظمت و کرامت کا ہار پہنائے گا۔
(مشارق الاشواق)

حدیث نمبر ⑤ شفاء الصدور ہی میں حضرت ابن عباس کے حوالے سے یہ روایت مذکور ہے کہ حضور اکرم کا فرمان ہے کہ جس شخص نے جہاد فی سبیل اللہ میں تلوار لٹکا کر زیب تن کیا تو یہ اس کے لئے دوزخ سے ڈھال بنے گی اور جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نیزہ اٹھایا تو یہ اس کے لئے قیامت کے روز جھنڈا بنے گا اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گلے میں تلوار لٹکائی اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے دو ہار پہنائے گا اور اللہ تعالیٰ غازی کی تلوار اور نیزہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں تلوار لٹکادی اللہ تعالیٰ اسے عظمت کا ہار پہنائے گا اور اس کو ایمان کی چادر لپٹائے گا ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس شخص نے راہ جہاد میں تلوار گلے میں لٹکادی اس کو ایمان کی چادر پہنائی جائے گی اور فرشتے مسلسل اس کے لئے استغفار کرتے ہیں جب تک تلوار اس کے گلے میں رہے گی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تلواریں مجاہدین کی چادریں ہیں ابن عساکر کی ایک روایت میں ہے کہ یمن کے علاقے میں اللہ تعالیٰ نے اسلحہ کے دو خزانے رکھے ہیں ایک خزانہ جنگ یرموک میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا اور دوسرا خزانہ ایک دوسری گھمسان کی لڑائی میں ظاہر فرمائے گا ہاں ستر ہزار مجاہدین لڑیں گے ان کی تلواروں کے نیام کھجور کی چھال ہوگی۔

حدیث نمبر ⑥ صاحب شفاء الصدور نے حضرت علی سے ایک روایت نقل کی ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص گلے میں جہاد کی تلوار لٹکا کر نماز پڑھے گا اس کی نماز اس شخص کی نماز سے ستر درجہ افضل ہوگی جو تلوار کے بغیر نماز ادا کرتا ہے اگر میں سات سو درجہ افضل کہوں تو بھی بے جا نہیں ہوگا کیونکہ میں نے حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین فی سبیل اللہ کی تلوار سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے جب تک یہ مجاہدین تلواریں زیب تن کئے ہوئے نماز میں مشغول رہتے ہیں اور مجاہد و مرابط کی سنت گلے میں تلوار لٹکانا ہے جیسا کہ معتکف کی سنت روزہ رکھنا ہے۔

فائدہ : مندرجہ بالا عنوان کے تحت زیادہ تر احادیث یا آثار میں نے شفاء الصدور کتاب سے لی ہیں جو مشارق الاشواق نے صفحہ ۴۹۶ سے صفحہ ۵۰۰ تک نقل کی ہیں اور جس میں آئندہ حکایات بھی آرہی ہیں میں نے اس سے قبل اپنی اس کتاب میں شفاء الصدور کتاب کی کسی روایت لینے سے ہمیشہ گریز کیا ہے اگرچہ مشارق اشواق نے اس کی عجیب و غریب احادیث نقل کی ہیں تاہم سند و قوت و صحت کے اعتبار سے مجھے اس کتاب کی روایات سے اتفاق نہیں ہے اس لئے میں نے اس کی روایات لینے سے اجتناب کیا ہے لیکن گلے میں تلوار لٹکانے کے متعلق روایتیں مجھے عدم فرصت کی وجہ سے کسی اور جگہ نہیں ملیں اور مشارق الاشواق نے اپنی کتاب میں شفاء الصدور کے حوالہ سے ایک جگہ اکھٹی کی تھیں تو میں نے مجبوراً اس کو لے لیا ہے ہر پڑھنے والے کو سوچ سمجھ کر پڑھنا چاہئے اور ضعف احادیث کو ملحوظ رکھنا چاہئے خلاصہ یہ کہ مشارق اشواق کتاب تو معتبر ہے لیکن شفاء صدور پر بھروسہ نہیں،

میدان جہاد میں ناخن بڑھا کر تیز رکھنا

ناخن تراشنا انبیاء کرام کی سنت میں سے ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید کی ہے لیکن جہاد کے مسائل ہی نرالے ہیں جو کام دوسرے اوقات میں ناجائز ہوتا ہے وہ مصلحت و ضرورت جہاد کی وجہ سے جائز قرار دیا جاتا ہے مثال کے طور پر مونچھ بڑھانا مجاہد کے لئے جائز ہے کافر پر رعب ڈالنے کے لئے ڈاڑھی کا

سیاہ خضاب کرنا مجاہد کے لئے جائز ہے جسم کی حفاظت کے لئے ریشمی لباس استعمال کرنا مجاہدین کے لئے جائز ہے، میدان میں ہر قسم کا دھوکہ جائز ہے، روزہ افطار کرنا جائز ہے چلتے چلتے نماز پڑھنا جائز ہے مورچہ زن ہوکر صلوۃ خوف ادا کرنا جائز ہے غسل کے بغیر مجاہد کو دفنانا جائز ہے کفن کے بغیر اپنے ہی لباس میں مجاہد کو سپرد خاک کرنا جائز ہے سر پر بڑے بڑے بال رکھنا مجاہدین کے لئے جائز ہے اور ہاتھ پاؤں کے بڑے بڑے ناخن رکھنا بھی مجاہدین کے لئے جائز ہے سچ تو یہی ہے کہ مجاہدین اور جہاد کے مسائل ہی نرالے ہیں جس طرح اہل عشق و محبت والوں کے ہاں مسائل نرالے مانے جاتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

تفرد بالاحکام فی اھلہ الھوی
فانت جمیل الخلف مستحسن الکذب

محبت کے احکام اہل محبت میں انوکھے اور البیلے ہیں۔ خلاف وعدگی اور جھوٹ سب کے نزدیک برے ہیں مگر یہ دونوں امر محبوب کے لئے اچھے اور زیبا ہیں۔

حدیث نمبر ⑦ وعن الحکم بن عمروؓ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا نحفی الاظفار فی الجھاد فان القوۃ الاظفار۔ (مغنی)

"حکم بن عمرو سے روایت ہے کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم جہاد کے زمانے میں ناخن نہ تراشیں کیونکہ ناخن (بھی اسلحہ کی طرح) ایک قوت ہے"۔

حدیث نمبر ⑧ عن ابی بکر بن عبد اللہ عن اشیاخہ قال. قال عمر رضی اللہ عنہ وفر والاظفار فی ارض العدو فانھا السلاح۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

"روایت کرنے والے کا کہنا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ جہاد کے موقع پر دشمن کی سرزمین میں ناخنوں کو خوب بڑھا کر لمبا رکھو کیونکہ یہ بھی ایک

قسم کا اسلحہ ہے، اب تلوار اور نیزہ کے وار کے متعلق دو قصے لکھے جاتے ہیں"۔

حکایت نمبر ① راوی کا بیان ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر حضرت زبیرؓ نے ایک کافر پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ کافر کے سر پر جو لوہے کی ٹوپی "خود" تھی وہ دو ٹکڑے ہو کر زین تک تلوار اترتی چلی گئی لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ زبیر! یہ کیسی اچھی تلوار ہے؟ حضرت زبیر غصہ ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ کمال تلوار کا نہیں بلکہ اس ہاتھ کا ہے جس نے تلوار چلائی ہے کہتے ہیں کہ اسلام میں اس وقت تک ایسا وار کسی نے نہیں کیا تھا حضرت زبیر کے متعلق مشہور ہے کہ اسلام میں کفر کے خلاف سب سے پہلے آپ نے تلوار سونت لی تھی اور آپ مسلمانوں کے مشہور بہادروں میں شمار ہوتے تھے اور یہ حضور اکرم کی دعاء کا اثر تھا قصہ یوں ہوا کہ مکہ مکرمہ میں شیطان نے مشہور کیا کہ مکہ کے بالائی حصہ میں ایک شخص نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ لیا ہے اس وقت حضرت زبیر مسلمان ہو چکے تھے لیکن آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی حضرت زبیر نے تلوار نکالی اور اس طرف تیز تیز دوڑنے لگے راستے میں جو کوئی ان سے ملتا تھا تو کہتا تھا ایک لڑکا ہے اس نے تلوار سونت لی ہے اور دوڑ رہا ہے حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں جب حضور کے پاس پہنچ گیا تو حضور اکرم نے پوچھا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح حواس باختہ دوڑ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ آپ کو یہاں کسی نے پکڑ رکھا ہے حضور اکرمؐ نے فرمایا اگر ایسا ہوتا تو تم کیا کرتے؟ زبیرؓ نے فرمایا کہ جس نے آپ کو پکڑا تھا میں اس کو قتل کر دیتا، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو بھی اور ان کی تلوار کو بھی دعاء دی تو ان کی تلوار سب سے پہلے کفار پر اٹھائی گئی تھی اور وہ مسلمانوں کے بہادروں میں شمار ہو گئے۔

حکایت نمبر ② ابوبکر طرطوشی نے اپنی کتاب "سراج الملوک" میں لکھا ہے کہ ہمارے علاقے میں کچھ فوجی کمانڈروں نے ہمیں یہ قصہ سنایا ہے کہ ایک دفعہ

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان سخت جنگ چھڑگئی شدید لڑائی کے بعد کفار کو شکست ہوگئی، پھر کفار کو میدان جنگ میں لوہے کی ٹوپی یعنی خود کا ایک کٹا ہوا حصہ ملا جو کسی مسلمان کی تلوار سے کٹ گیا تھا یہ ٹکڑا اتنا بڑا تھا کہ ایک تہائی حصہ بھی سر پر پورا آجاتا تھا کہتے ہیں کہ اسلام یا جاھلیت میں اس سے بڑا زور دار وار کسی نے نہیں کیا تھا پھر روم کے کفار نے اس کو اٹھا کر اپنے گرجا میں جاکر لٹکادیا جب لوگ رومی لشکر کو ملامت کرتے تھے کہ شرم کرو ڈوب مرو تم نے شکست کھالی تو لشکر والے کہتے تھے کہ ہمارا مقابلہ ایسی قوم سے ہوا تھا جس کی تلوار کا ایک وار اس طرح ہے آؤ اس ٹکڑے کو دیکھو چنانچہ رومیوں کے بڑے بڑے جرنیل آتے تھے اور اس ٹکڑے کا نظارہ کرتے تھے اور مسلمانوں کو داد شجاعت دیتے تھے۔

سچ ہے ؎

خلق الله للحروب رجالا
ورجالا لقصعة وثريد

من عهد عاد كان معروفا لنا
اسر الملوك وقتلها وقتالها

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجھلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

حضور اکرم ﷺ کی جنگی تلواروں کے نام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء کرام کے ہراول دستہ کی حیثیت

سے تشریف لائے تھے سابقہ کتب میں آپ "رسول الملاحم" یعنی گھمسان کی جنگوں والے نبی کے عظیم الشان القاب سے یاد کئے جاتے تھے، صاحب الجمل الاحمر والسیف المشھر، یعنی سرخ اونٹ اور سونتی ہوئی تلوار والے نبی کے شاندار الفاظ سے متعارف تھے۔ جیش الانبیاء والمرسلین سے متعارف تھے مسجد نبوی میں آپ کا نام دیوار پر "صاحب السیف" مکتوب ہے اس لئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضور اکرم نے تلوار، نیزہ، تیر، کمان، زرہ، ڈھال اور خود استعمال کیا ہے چنانچہ وفات کے بعد آپ کے ترکہ میں تلواریں ہی رہ گئیں تھیں جو آج کل ترکی استنبول کے عجائب گھر میں موجود ہیں آپ کی تلواروں کے مختلف نام بھی تھے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزے بھی تھے اور زرہیں بھی تھیں آپ کی کل ۹ نو تلواریں تھیں جس کے نام یہ ہیں۔

① "الماثور" یہ تلوار آپ کو اپنے والد کی میراث میں ملی تھی۔

② "العضب" یہ تلوار آپ کو حضرت سعد بن عبادہ نے جنگ بدر میں روانہ ہوتے ہوئے دیدی تھی کاٹنے والی تیز دھار تلوار کے معنی پر ہے

③ "ذوالفقار" جنگ بدر کی غنیمت میں آپ کو یہ تلوار ملی تھی تمام جنگوں میں آپ کے ساتھ تھی، اس کی پشت پر انسانی مہرے بنے ہوئے تھے اس لئے ذوالفقار نام تھا آپ نے پھر علی کرم اللہ وجہہ کو دی۔

④ "الصمصام" یہ ایک مشہور تلوار تھی جو عمرو بن معدیکرب کے پاس تھی بعض کتابوں میں صمصام کے بجائے الرسوب کا نام مذکور ہے۔

⑤ "القلعی" یہ ایک صحرائی قلعہ کی طرف منسوب ہے۔

⑥ "البتار" اس کے معنی ہلاکت اور تباہی کے ہیں۔

⑦ "الحتف" اس کے معنی موت کے ہیں۔

⑧ "المخذم" کاٹنے کے معنی پر ہے۔

۹ ”القضیب“ نرم و نازک ٹہنی کے معنی پر ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی جنگی زرہوں کے نام

آنحضرت کی کل سات زرہیں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱ ”ذات الفضول“ فضول زیادتی کے معنی پر ہیں یہ ایک طویل اور دراز زرہ تھی اس لئے یہ نام ہوگیا حضور نے ایک یہودی کے پاس یہی زرہ بطور گروی رکھا تھا جو وفات کے بعد بھی گروی تھی یہ لوہے کی تھی اور اس میں چار حلقے چاندی یا تانبے کے تھے۔

۲ ”ذات الوشاح“۔

۳ ”ذات الحواشی“۔

۴ ”السعدیہ“ یہ مقام سعد کی طرف منسوب تھی بعض نے لکھا ہے کہ یہ داؤد علیہ السلام کی وہ زرہ تھی جس کو پہن کر آپ نے جالوت کو قتل کرڈالا تھا

۵ ”فضہ“ یہ زرہ حضور اکرم کو یہود بنو قینقاع کے اسلحہ جات سے ملی تھی۔

۶ ”البتراء“۔

۷ ”الخریق“۔

حضور اکرم ﷺ کی کمانوں کے نام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چھ کمانیں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱ الزوراء ۲ الروحاء ۳ الصفراء ۴ البیضاء ۵ الکتوم ۶ الشداد

حضور اکرم ﷺ کے جنگی نیزے

مشارق اشواق نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کل پانچ نیزے تھے دو بڑے تھے جس میں ایک کا نام ① المثوی تھا ② اور دوسرے کا نام المنثنی تھا اور تین نیزے چھوٹے تھے جس کو برچھی بھی کہہ سکتے ہیں جس میں ایک کا نام البتعہ تھا اور دوسرے کا نام البیضاء تھا۔ اور تیسرے کا نام عنزہ تھا یہی عنزہ ایک تاریخی نیزہ تھا جو عیدین کے موقع پر بطور سترہ استعمال ہوتا تھا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اسی نیزہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں لے کر چلتے تھے اور خطبہ کے دوران اس سے ٹیک لگایا کرتے تھے۔

ترکش

ترکش کو تیر دان بھی کہتے ہیں حضور اکرم کا ایک ترکش تھا جس کا نام "الکافور" تھا اور دوسرے ترکش کا نام "الجمع" تھا۔

خود

یہ جنگی لوہے کی ٹوپی ہوتی ہے حضور اکرم کی دو خود تھی ایک کا نام "الوشح" تھا جو لوہے کا تھا اور دوسرے کا نام "ذوالسبوغ" تھا اسی کو پہن کر حضور اکرم فاتحانہ انداز سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے تھے۔

ڈھال

تلواروں کے وار سے بچاؤ کے لئے جس چیز کو استعمال کیا جاتا ہے اس کو ڈھال یا سپر کہتے ہیں آپ ؐ کی دو سپر تھی ایک کا نام "الزلوق" تھا اور دوسرے کا نام

"الفنق" تھا ایک اور بھی تھی جس میں تصویر بنی ہوئی تھی آپؐ نے اس پر ہاتھ رکھا تو تصویر محو ہو گئی۔ بعض اہل تاریخ نے چار سپر کا ذکر کیا ہے یعنی الزلوق، الفنق، الموجز، الزقن

جنگی جھنڈے

حضور اکرم کا ایک بڑا جنگی جھنڈا تھا جس کا نام "العقاب" تھا حضور اکرم کی وفات کے بعد صدیق اکبر نے اس جھنڈے کو حضرت خالدؓ کے حوالہ کردیا آپ نے عمر بھر اس کو شام اور مصر و فارس میں عظیم جنگوں میں استعمال کیا حضور اکرم کے چھوٹے جنگی جھنڈے بہت تھے جو سفید اور چتکبرے رنگ کے تھے۔

محترم قارئین!

یہ وہ حقائق ہیں جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا اور جس سے واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ حضور اکرم کا جہاد کیا اور کیسا تھا لوگ آنکھیں بند کرکے اگر اس عظیم حقیقت کا انکار کریں گے تو خود رسوا ہوجائیں گے جیسا کہ عیسائیوں کے اعتراض کا جواب اسلامی شاعر احمد شوقی نے اس طرح دیا ہے ؎

قالوا غزوت ورسل الله ما بعثوا
لقتل نفس وما جاءوا لسفك دم

عیسائیوں وغیرہ نے کہا کہ کیا آپ نے جہاد کیا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول خون بہانے اور کسی کے مارنے کے لئے نہیں بھیجے جاتے ہیں۔

جهل وتضليل واحلام وسفسطة
فتحت بالسيف بعد الفتح بالقلم

یہ جہالت پر مبنی ایک گمراہ کن پروپیگنڈہ اور دھوکہ ہے حالانکہ آپ نے تلوار

اٹھانے سے پہلے دعوت سے ابتدا کی تھی۔

لما اتى لك عفوا كل ذى حسب
تكفل السيف بالجهال والعمم

ہاں جب ہر شریف آپ کے پاس معافی کے لئے حاضر ہو گیا تو باقی ماندہ عام جاہلوں کا کام تلوار نے تمام کیا۔

علمتهم كل شئى يجهلون به
حتى القتال وما فيه من الذمم

آپ نے اپنے صحابہ کو ہر نامعلوم چیز کا علم سکھادیا یہاں تک کہ لڑائی اور اس کی ذمہ داریاں بھی سکھادیں

مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ ست
مصلحت در دین عیسے غار و کوہ ست

یعنی دین اسلام میں جہاد اور شوکت اسلام مصلحت ہے اور عیسائی مذہب میں غاروں اور پہاڑوں میں بیٹھنا مصلحت ہے۔

اسلحہ سازی اور عالمی پابندی

دنیائے کفر کو چونکہ یہ بات معلوم ہے کہ ان کا نظام جہاد کے ذریعہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور جہاد ان کے لئے موت ہے اور جہاد کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمان غالب آتے ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ جہاد ہی کے ذریعہ سے اسلام عالم میں پھیلا ہے اور جہاد ہی سے امن و امان قائم ہوجاتا ہے اور مفسدین کے ہر فساد سے دنیا پاک ہوجاتی ہے اور مسلمانوں کی عزت و عظمت اور عبادت و عبادت گاہوں کی حفاظت ہوتی ہے اور ظالم سے مظلوم کی مدد ہوتی ہے چونکہ جہاد مسلمانوں کا دفاعی لائن ہے

اس لئے کفار نے شروع دن سے جہاد کو کمزور کرنے اور اسے مٹانے اور بدنام کرنے کی ہر مذموم کوشش کی ہے عالم کفر نے ایسے عالمی قوانین بنائے ہیں جس کی زد میں جہاد ہی آتا ہے قوانین سے لے کر پروپیگنڈہ تک اور اخلاق سے لے کر بد اخلاقی کی حد تک کفار نے جہاد مقدس کو نشانہ بنایا ہے اسی سلسلہ میں عالم کفر نے اقوام متحدہ کے نام سے ایک ادارہ بنایا ہے جس پر کفار کی اجارہ داری ہے یہ ادارہ جہاد کے خلاف قانون بناتا ہے اور پھر مسلمان ممالک سے زبردستی اس پر دستخط لیتا ہے چنانچہ اقوام متحدہ کے منشور میں یہ دفعہ موجود ہے کہ، کسی ملک کو مذہبی بنیاد پر لڑنا ممنوع ہے، ظاہر ہے مذہبی بنیاد پر صرف مسلمان لڑتے ہیں کیونکہ ان کے پاس مذہب ہے دوسری قوموں کے پاس مذہب ہی نہیں تو وہ مذہبی بنیاد پر کیا لڑے گی لہذا اس قانون کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان مملکتیں جہاد کے نام سے جنگ نہیں لڑسکتیں ہیں اگرچہ لسانی یا طبقاتی بنیاد پر جنگ کرسکتی ہیں زمین اور سرحداتی تجارتی تنازعات پر لڑسکتی ہے مگر مذہب کے نام نہیں لے سکتی، یہی وجہ ہے کہ مسلمان ممالک جب کسی مظلوم مسلمان قوم یا ملک کی حمایت کرتے ہیں تو مجاہدین کے نام سے ان کو یاد نہیں کرسکتے بلکہ حریت پسند، آزادی پسند وغیرہ الفاظ سے ان کو یاد کرتے ہیں، کفار کی انہیں پابندیوں میں سے ایک پابندی جوہری اور ایٹمی ہتھیاروں کی پابندی ہے مولانا نور محمد وزیرستان وانا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

جیسے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ اقوام متحدہ کا عالمی ادارہ اس لئے وجود میں آیا ہے کہ بین الاقوامی تنازعات کے تصفیہ اور مظالم کی روک تھام اور مظلوم قوموں کی دادرسی میں تعاون کرے، اس ادارے میں ہر فریادی فریاد کرسکتا ہے ہر عنوان کے تحت مسائل کو زیر بحث لائی جاسکتی ہے ہر تحریک کے لئے تعاون حاصل کرنے کی خاطر اس ادارہ کے ذریعہ سے کوشش کرنے کی اجازت ہے بجز ایک لفظ یا ایک تحریک کے جو اس ادارہ کے منشور میں آج بھی شجرہ ممنوعہ ہے، وہ ہے لفظ جہاد یا تحریک جہاد کے اس عنوان کے تحت اقوام متحدہ میں کوئی تحریک زیر بحث نہیں لایا

جاسکتا ہے۔ (جہاد افغانستان صفحہ ۱۱۳)

بہرحال اسلام ہمیں یہ اجازت نہیں دیتا ہے کہ ہم اسلحہ سازی سے دستبردار ہو جائیں بلکہ اسلام ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ اور زیادہ سے زیادہ اسلحہ سازی پر مجبور کرتا ہے اب یا اسلام کو ماننا پڑے گا اور یا دنیائے کفر کے سامنے جھکنا پڑے گا ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان شریعت کو انکار کی حد تک تو نہیں چھوڑ سکتا ہے جب اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا ہے تو لازمی طور پر اسلحہ بنانا چلانا اور رکھنا پڑے گا اسے سیکھنا اور سکھانا پڑے گا یہ ہماری انسانی اور شرعی مجبوری ہے اس میں کسی ملک کی مداخلت ملکی اور مذہبی مداخلت ہوگی افسوس اس پر ہے کہ امریکہ عراق میں تیل کی خاطر لاکھوں انسانوں کا قتل عام کرتا ہے، صومالیہ میں تیل کی خاطر خانہ جنگی بناکر فوجی کاروائی میں ہزاروں بے گناہوں کا قتل عام کرتا ہے فلسطین میں اسرائیل کے ذریعہ سے قتل عام کرتا ہے بوسنیا میں ایک مسلم ریاست کو برداشت نہ کرنے کی وجہ سے لاکھوں انسانوں کا قتل عام کرتا ہے فساد عالم کا مکمل ذمہ دار دہشت گرد ہے یہ سب کچھ جائز ہے لیکن اگر ناجائز کوئی چیز ہے تو وہ صرف اور صرف جہاد ہے۔

مسلم ممالک کی بے بسی، بے حسی اور بے کسی

۳۵ سال سے تقریباً امریکہ اور دیگر سپر پاور کے دعویدار ممالک دھمکیاں دے رہے ہیں کہ اگر کسی اور ملک یا خصوصاً مسلمانوں نے ایٹم بم بنایا تو ہم اس ملک کو نیست و نابود کردیں گے حالانکہ خود سپر پاور کہلانے والے ممالک اس پابندی سے مستثنیٰ ہیں وہ باوجودیکہ مضبوط طاقت ہیں پھر بھی وہ مزید طاقت حاصل کرنے کی غرض سے ہزاروں ایٹم بم بنا رہے ہیں وہ کسی قانون کے پابند نہیں ہیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کمزور اور ضعیف ممالک ایٹم بم تیار کرتے تاکہ ان میں کچھ قوت آجاتی اور طاقتور ممالک ان کمزوروں کی مدد کرتے تاکہ یہ بھی طاقتور بن جاتے لیکن ایسا نہیں بلکہ ان کمزور ممالک کو کمزور و ذلیل رہنا ہے گویا ان کی تقدیر میں غلامی لکھی گئی ہے

یہ جوہری ہتھیار کو ہاتھ نہیں لگاسکتے ہیں جراثیمی اور کیمیاوی ہتھیار کو دیکھ بھی نہیں سکتے ہیں رہ گیا امریکہ برطانیہ روس اور چین و ہندوستان، یہ ممالک سب کچھ کرسکتے ہیں عراق کے پاس اگر ایٹمی ہتھیار ہے تو پوری دنیا میں شرمسار ہے اور ہر طرف سے اس کی ناکہ بندی ہے مگر اسرائیل کے پاس اگر سب کچھ ہے تو کچھ بھی پرواہ نہیں پاکستان کے پاس اگر تجویز کی حد تک ایٹمی مواد ہے تو یہ دہشت گرد اور مجرم قابل مواخذہ ہے لیکن یہی مواد اگر ایٹم بم کی شکل میں ہندوستان کے پاس موجود ہے تو کوئی حرج نہیں وہ ایٹمی دھماکہ کرا رہا ہے تو خیر ہے اگر ممانعت ہے تو پاکستان یا کسی دیگر اسلامی ملک کے لئے ہے کسی نے سچ کہا ہے ؎

اس حرامی کی قبر پر صبح و شام انڈے جلے
برمزارِ ما غریباں نے چراغ و نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

تعجب تو اس پر ہے کہ مسلم ممالک تعداد کے لحاظ سے اقوام متحدہ میں بھی اکثریت میں ہیں آسودہ حال بھی ہیں لیکن پھر بھی یہ ممالک کفار کی دست نگر اور با ادب چپڑاسی بنے ہوئے ہیں تف ہے یہ بے بسی یہ بے حسی اور یہ بے کسی؟ اقوام متحدہ میں ان کی تعداد زیادہ ہے لیکن ان میں سے کسی کو ویٹو کا حق حاصل نہیں ہے جب کہ کفار دنیا میں ہر اس قرار داد کو جو مظلوموں کی داد رسی کے لئے پیش کی گئی ہو ویٹو استعمال کرکے مسترد کردیتے ہیں عرب ہو یا عجم ہو تمام مسلمان بادشاہ اس وقت ذہنی اور جسمانی غلاموں کی زندگی گذار رہے ہیں اور کافر اقوام کو کسی نہ کسی انداز سے جزیہ اور ٹیکس ادا کرتے ہیں جن کفار کو کسی بھی شریعت نے یا آسمانی مذہب نے اسلحہ سازی کا حکم نہیں دیا تھا مگر پھر بھی وہ اسلحہ کی دوڑ میں سب سے آگے ہیں اور وہ مسلمان جن کو ان کے رب کی طرف سے بھرپور انداز سے اسلحہ بنانے اور تیار رکھنے کا حکم ملا ہے وہ اسلحہ سازی سے خاموش ہیں بلکہ اس کو فضول کام سمجھتے ہیں یاد رکھئے شریعت نے جس کام کا حکم دیا ہے وہ کبھی فضول نہیں ہو سکتا

ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس بے بسی اور بے کسی سے باہر آجائیں اور جتنا ممکن ہو جدید سے جدید اسلحہ تیار کریں اور کفار پر رعب بٹھلائیں اور جہاد کریں ورنہ نہ یہ خود رہیں گے نہ ان کا ملک رہے گا بلکہ کفار ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے تاریخ اس پر گواہ ہے ۔

وما منعت دار ولا عز اهلها
من للذل الا بالقنا والقنابل

یعنی چھوٹے بڑے نیزوں اور دستی بموں کے بغیر نہ کوئی گھر باعزت رہ سکتا ہے اور نہ گھر کے اہل و عیال باعزت زندگی گذار سکتے ہیں خلاصہ یہ کہ کسی مسلم ممالک کو ہر اس منشور پر دستخط کرنا حرام ہے جس میں کسی قسم کے اسلحہ پر پابندی لگائی گئی ہو، اور زبان سے یہ کہنا بھی ناجائز ہے کہ ہم اسلحہ نہیں بنائیں گے بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر کہیں کہ ہاں ہمیں اسلحہ بنانے کا حکم ہے ہم بنائیں گے ہاں ہم ہی بنائیں گے اور کسی کی غلامی قبول نہیں کریں گے ۔

جب کچھ نہ بن پڑا تو ڈبو دیں گے سفینہ
ساحل کی قسم منت طوفان نہ کریں گے
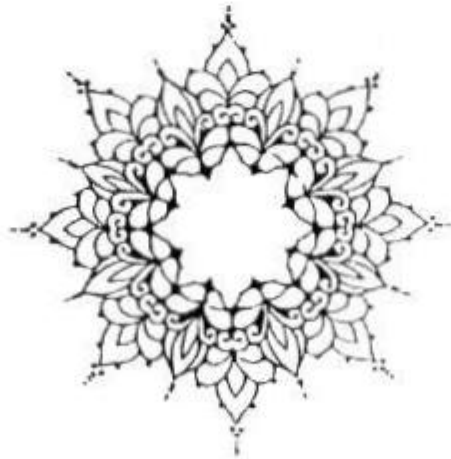
تیسری فصل:

کفار کو اسلحہ فروخت کرنا جائز نہیں ہے

آج کے دور میں یہ عنوان پڑھ کر قارئین کو تعجب ہو گا کہ اسلحہ کہاں سے کون کفار پر فروخت کرے گا؟ کیونکہ آج کل اسلحہ کی منڈیاں کفار اشرار کے پاس ہیں اور پوری دنیا کو ہر قسم کا اسلحہ کفار ہی سپلائی کرتے ہیں اور اسلحہ مارکیٹ گرم رکھنے کے لئے دنیائے اسلام میں مسلمانوں کو لڑواتے ہیں لیکن در حقیقت فقہ کی کتابوں میں یہ عنوان جو ہمیں ملتا ہے وہ اس زمانے کا ہے جب مسلمان پوری دنیا میں آقا کی حیثیت سے زندگی گذارتے تھے اور اسلحہ کے سارے ذخائر بموجب قرآن و حدیث ان کے پاس تھے اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث آتا تھا کہ کفار پر یا باغیوں پر فتنہ و فساد یعنی شورش کے زمانے میں اسلحہ یا لوہا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں چنانچہ ملک العلماء حضرت العلام عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ کو وقت کے مسلمان بادشاہوں نے اس جرم میں قید کر رکھا تھا کہ انہوں نے فتوی دیا تھا کہ انگریزوں پر اسلحہ فروخت کرنا حرام ہے وقت کے بے حمیت اور بے عمل مسلمان حکمرانوں نے آپ کو قید میں رکھا چنانچہ عبد العزیز بدری عراقی نے اپنی کتاب الاسلام بین العلماء والحکام میں عز بن عبد السلام کی محنتوں اور جیل کی مشقتوں کا بڑی تفصیل سے ایک خاکہ پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ انگریزوں کا ایک وفد آیا ہوا تھا مسلم حکمرانوں نے اس وفد کو جہاں ٹھرایا تھا وہاں قریب میں عز بن عبد السلامؒ بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے رات کو عز بن عبد الاسلامؒ نے قرآن عظیم کی تلاوت شروع کی خوش الحان اور خوش آواز تھے انگریز قرآن کی آواز سے بڑے لطف اندوز ہو رہے تھے پھر اس وفد نے بادشاہ سے پوچھا کہ یہ کون ہے اور کیا پڑھ رہا ہے بادشاہ نے کہا کہ یہ

ہمارے ملک کا سب سے بڑا عالم ہے اس نے فتوی دیا ہے کہ انگریزوں پر اسلحہ فروخت کرنا حرام ہے ہم نے اس جرم میں اس کو جیل میں ڈالا ہے اب یہ قرآن پڑھ رہا ہے انگریزوں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر یہ شخص ہمارے ہاں ہوتا تو یہ ہمارے ملک کا بادشاہ ہوتا۔

بہرحال اب نقشہ الٹ چکا ہے بے علم و بے عمل حکمرانوں نے مسلمانوں کو اس طرح پستی میں ڈالدیا ہے کہ اب وہ اپنی تاریخ کو پڑھ کر تعجب کرتے ہیں کہ ہمارے اسلاف ایسے بھی تھے اور کبھی وہ زمانہ بھی تھا کہ دنیا کے اسلحہ کے ذخائر اور اسلحہ کی مارکیٹیں اور اسلحہ کی منڈیاں مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوتی تھیں اور یہ مسئلہ زیر بحث آتا تھا کہ کیا اسلحہ کفار کے ہاتھوں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

چنانچہ فقہ کی کتاب در مختار میں لکھا ہے،

﴿ویکرہ تحریما بیع السلاح من اھل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبیع ما یتخذ منہ کالحدید ونحوہ ویکرہ لاھل الحرب لا لاھل البغی لعدم تفرغھم لعملہ سلاحا لقرب زوالھم بخلاف اھل الحرب﴾ (زیلعی)

یعنی در مختار میں مذکور ہے کہ اہل شورش اور باغیوں پر اسلحہ فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ان کی معصیت میں ان کے ساتھ اعانت و مدد ہے اور وہ لوہا جس سے اسلحہ سازی کا کام لیا جاسکتا ہے اس کا اہل حرب کفار پر فروخت کرنا مکروہ ہے اہل شورش و فساد پر فروخت کرنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اسلحہ سازی کے لئے فارغ نہیں ہیں کیونکہ ان کی عارضی شورش ہے جو جلدی زائل ہوجائے گی بخلاف کفار اہل حرب کے کہ وہ اس سے آسانی سے اسلحہ بنالیں گے اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی طبقہ مسلمانوں کا وقت کے امیر سے باغی ہوجائے تو ان کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا جائز نہیں ہے جس طرح کہ کفار محاربین کے ہاتھوں فروخت کرنا

جائز نہیں ہے اب مسئلہ خالص لوہے کا ہے تو کفار پر تو لوہا فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس سے اسلحہ بنالیں گے البتہ اہل شورش چونکہ اتنے قوی نہیں ہوتے ہیں اور نہ ان کے پاس اسلحہ سازی کے کارخانے ہوں گے لہٰذا ان پر نفس لوہا بیچنا جائز ہوگا البتہ فتاوی قاضی خان میں یہاں بھی لکھا ہے کہ کفار اور اہل بغاوت دونوں پر لوہا فروخت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں اعانت علی المعصیۃ ہے ثم ذکروا ان الحدید لا یجوز بیعہ من اهل الحرب واجازوه من اهل البغی والفرق ان اهل البغی لا یتفرغون لاستعمال الحدید سلاحا ولان فسادهم علی شرف الزوال بالتوبۃ اویتفرق جمعهم بخلاف اهل الحرب۔
(عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

یعنی فقہاء نے فتوی دیا ہے کہ اہل حرب کفار پر لوہا فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور اہل شورش و بغاوت والوں پر لوہا فروخت کرنا جائز ہے اس میں فرق یہ ہے کہ اہل شورش اور باغی لوہے سے اسلحہ بنانے کے لئے فارغ نہیں ہوسکتے ہیں کیونکہ ان کی شورش و فساد جلدی ختم ہوسکتا ہے کیونکہ مسلمان ہیں یا بغاوت سے توبہ کرلیں گے اور یا ان کی جمعیت کو وقت کا خلیفہ منتشر کردے گا بخلاف اہل حرب کفار کے کہ ان کے پاس لوہے سے اسلحہ سازی کے تمام وسائل موجود ہوتے ہیں لہٰذا ان پر اسلحہ فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

محترم قارئین!

آپ نے پڑھ لیا اور سن لیا کہ قرآن و حدیث اور ہماری شریعت اسلحہ سازی کی کتنی ترغیب دیتی ہے اور پھر فقہاء کرام قرآن و حدیث کی روشنی میں کفار پر اسلحہ فروخت کرنے کو کس طرح ممنوع قرار دیتے ہیں ایک طرف یہ حقیقت و شریعت ہے اور دوسری طرف ہماری کمزوری کو دیکھیں کہ ہر وقت کفار کو خوش کرنے کے لئے یہ راگ الاپتے ہیں کہ ہم اسلحہ نہیں بنائیں گے ہم ایٹم بم نہیں بنارہے ہیں ہم پرامن

ہیں ہم جوہری ہتھیاروں کے مخالف ہیں، افسوس تو اس پر ہے کہ ان اعلانات سے کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچ رہا ہے بلکہ حقیقت میں یہ خودکشی کے مایوسانہ اعلانات ہیں کیونکہ ظالم دشمن معذرت خواہانہ بیانات سے مزید سر پر چڑھ آتا ہے غور کیجئے عراق کے پاس ایٹمی ریکٹر تھا جس کو سوچے سمجھے منصوبے کے تحت امریکہ نے اسرائیلی یہودیوں کے ذریعہ سے تباہ کروادیا پھر بھی عراق میں جو کچھ اسلحہ کی طاقت تھی امریکہ نے ایک سازش کے تحت دنیا کے ۳۵ ممالک کی مدد سے اس چھوٹے سے ملک پر ایسا حملہ کیا کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے عراق کے قریب اسرائیلی یہودیوں کے پاس اگر اسی قسم کی ریئکٹر اور اسلحہ ساز کارخانے ہوں تو پرواہ نہیں اگر خطرہ ہے تو عراق سے ہے اس لئے امریکہ نے تمام دنیا کے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ عراق سے تجارت بند کرو، آمدورفت مت رکھو امریکہ کو اتنی شرم بھی نہیں آتی کہ ایک چھوٹے سے ملک کو تباہ کرنے کے لئے اس نے پوری دنیا کو اکٹھا کیا اور پھر بھی اسے ختم نہ کرسکا اس کو انسانی حقوق کا خیال بھی نہیں آیا کہ ایک صدام حسین کی دشمنی میں اس نے ہزاروں عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو ہلاک کردیا، اس وقت یہ سطور جو میں لکھ رہا ہوں پھر دنیا میں شور ہے کہ امریکہ پھر عراق پر حملہ کرنے والا ہے کیونکہ عراق نے اپنے اسلحہ جات کو مکمل طور پر تباہ ہونے کی اجازت نہیں دی افسوس اور تعجب تو اس پر ہے کہ دنیا کے مسلمان ممالک کس طرح بے حمیتی اور بے غیرتی کا مظاہرہ کررہے ہیں کہ زبان سے بھی اتنا نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ زور ظلم اور زیادتی مت کرو، مسلمانوں کا اس طرح خاموش تماشائی بننا بھی ایک قسم کا ظلم ہے کیونکہ ظالم کے ظلم کو خاموشی سے سہنا اور برداشت کرنا بھی ظلم کی اعانت ہے شاعر ماہر قتیل نے سچ لکھا ہے ؎

قتیل اس سا ظالم زمانے میں نہیں کوئی اور
جو ظلم کو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

خاموش رہنا تو درکنار اب تو ان غلاموں کی غلامی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ

امریکہ بہادر آقا آرام سے بیٹھا ہوا ہے اور میدان میں کام سارا یہی زر خرید غلام کررہے ہیں بس گویا ڈبل غلام ہیں ظلم سہہ بھی رہے ہیں اور اپنے اوپر ظلم کر بھی رہے ہیں کسی نے سچ کہا ہے ع

ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

شرافت کا تقاضا تو یہ ہے کہ مسلمان ممالک باعزت آزاد زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرکے اپنے آقاؤں سے بغاوت کریں اور یا شرافت کی موت مرجائیں۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

نا پختہ ذہانت سے غباوت اچھی
بگڑی ہوئی عقل سے حماقت اچھی
ابلیس و ابوجہل پہ لعنت ہو عظیم
سرمایۂ غلامی سے بغاوت اچھی

غور تو کیجئے خلیج کے تیل تک پہنچنے کے لئے امریکہ ہزاروں میل دور سے آتا ہے اور اس تیل کو ہڑپ کرتا ہے آج سے ۲۰ سال قبل ایک بیرل تیل ۶۰ ڈالر کی قیمت پر سعودیہ سے امریکہ خریدتا تھا تو آج ۶۰ کے بجائے ایک بیرل ۱۵ ڈالر پر خرید رہا ہے اور مزے اڑا رہا ہے اور سعودیہ خاموش ہے تیل تک پہنچنے کے لئے امریکہ نے سمندری راستوں کو اپنایا ہے چنانچہ دنیا کے سمندروں میں چار ایسے تنگ مقامات ہیں جن سے آسانی سے گذرنا مشکل تھا امریکہ نے ان چاروں اہم جگہوں کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے تاکہ دنیا میں امریکہ کے لئے تیل کے راستے کھلے رہیں وہ آبی گذرگاہیں یہ ہیں۔

① گذرگاہ ہرمز ② گذرگاہ سویز ③ گذرگاہ جبوتی ④ گذرگاہ جبل طارق

سمندری راستوں میں جبل طارق آخری گذرگاہ ہے جس کے بعد کھلے سمندر میں یہ تیل امریکہ جارہا ہے اور وہ اس کی مدد سے اسلحہ بنارہا ہے اور پھر مسلمانوں پر

استعمال کررہا ہے پھر اس بہادر شیر نے پوری دنیا میں اپنے لئے فوجی جنگی اڈے حاصل کرلئے ہیں جس سے وہ آسانی سے پوری دنیا پر قبضہ جما سکتا ہے جس کا یہ ظالم خواب دیکھ رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اس ظالم طاقت کو پارہ پارہ کرے آمین یا رب العالمین۔

امریکہ کے یہ تمام فسادات اور یہ خرمستیاں اور بدمعاشیاں نہ انسانی حقوق کے منافی ہیں نہ اس کو کوئی ویٹو کرسکتا ہے نہ اس کو کوئی بد اخلاقی اور دہشت گردی کہہ سکتا ہے اور نہ اس کو کوئی روک سکتا ہے دینی مدارس و مساجد اور علماء کرام کو اس نے دہشت گرد اور دہشت کے مراکز قرار دیا لیکن اسرائیل و ہندوستان اور ہر کفرستان کی پشت پناہی کررہا ہے۔

قرآن سے استدلال

کفار پر اسلحہ نہ بیچنے کے سلسلے میں قرآن کریم کی ایک آیت سے بطور ضابطہ اور بطور قاعدہ استدلال کیا جاتا ہے اور وہ آیت یہ ہے کہ:

﴿وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ (مائدہ:۲)

یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو لیکن گناہ اور تجاوز اور تعدی و زیادتی میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اس آیت سے یہ مطلب بالکل واضح ہے کہ اعانت علی المعصیۃ ناجائز ہے اب ایک شخص کفار پر اسلحہ فروخت کرتا ہے تو ظاہر ہے وہ اس اسلحہ کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں گے خاص کر جب وہ اہل حرب ہو اسی طرح باغیوں پر اسلحہ فروخت کرنے سے ان کی اعانت اور مدد ہوتی ہے کہ وہ اس اسلحہ کو نیک اور بے گناہ مسلمانوں پر استعمال کریں گے اسی علّت کو فقہاء کرام نے بنیادی حیثیت دی ہے اور اسی کے تحت بعض شارحین

حدیث اور فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ اگر کفار محارب نہ ہوں بلکہ ذمی ہوں اور یا ان سے صلح کا معاہدہ ہوچکا ہو تو پھر ان پر اسلحہ فروخت کیا جاسکتا ہے۔

حدیث سے استدلال

صاحب ہدایہ نے کفار پر اسلحہ فروخت کرنے کی ممانعت میں ایک حدیث ہدایہ میں نقل کی ہے وہ اس طرح ہے۔

(۱) ان النبی علیہ السلام نہی عن بیع الاسلحۃ من اھل الحرب وحملہ الیھم۔ (ہدایہ)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار محاربین پر اسلحہ فروخت کرنے سے اور ان تک اسلحہ پہنچانے سے مسلمانوں کو منع کیا ہے۔

اگرچہ ابن حجرؒ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ "لم اجدہ" مجھے یہ حدیث نہیں ملی لیکن صاحب ہدایہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے اور فقہاء کرام کی نظر میں یہی حدیث تھی جس کی وجہ سے انہوں نے اتفاقی فتوی صادر کیا ہے کہ اہل حرب پر اسلحہ فروخت کرنا ممنوع ہے۔

اسی طرح فقہاء کرام نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں اہل بغی پر اسلحہ فروخت کرنے کی ممانعت موجود ہے اور چونکہ علّت مشترک ہے کہ یہ اسلحہ ایک حرام کام کے استعمال کے لئے وسیلہ بن رہا ہے تو بغاوت والوں سے اہل حرب کفار زیادہ واضح طور پر اس ممانعت کا مصداق بنیں گے وہ حدیث اس طرح ہے۔

(۲) عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع السلاح فی الفتنۃ۔ (طبرانی وبزار)

یعنی عمران بن حصین سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ فتنہ وبغاوت میں ان لوگوں پر اسلحہ فروخت کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

ان دونوں روایتوں سے یہ قاعدہ سمجھ میں آگیا کہ جن معاملات سے مسلمانوں کو

اجتماعی ضرر کا خطرہ ہو وہ ناجائز اور ممنوع ہیں اگرچہ فی نفسہ وہ معاملہ جائز ہے گویا امرخارجی اس معاملہ کے روکنے کے لئے موجود ہے کہ اس میں ضرر عامہ ہے لہٰذا کفار پر اسلحہ یا وہ مواد جس سے اسلحہ سازی کا کام لیا جاسکتا ہے قاعدہ شرعیہ کے مطابق حرام ہے اب اس سلسلہ میں ذرا فقہاء مذاہب اربعہ کے فتاویٰ کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فقہاء احناف کا مسلک

① قال ابویوسفؒ فی کتاب الخراج "لاینبغی للامام ان یترک احدا من اهل الحرب یدخل بامان، او رسولا من ملکهم یخرج بشئ من الرقیق، اوالسلاح، او بشئی مما یکون قوة لهم علی المسلمین فاما الثیاب والمتاع فهذا وما اشبهه لا یمنعون منه۔ (کتاب الخراج ابو یوسف صفحہ ۲۰۴)

امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلیفہ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی حربی شخص کو امن دیکر اسلامی ملک میں داخل ہونے کی اجازت دے یا کفار کے بادشاہ کے قاصد کو اندر آنے کی اجازت دے جو مسلمانوں کے ہاں سے غلاموں کو اپنے ہاں لیجائے یا اسلحہ کو خرید کر اپنے ہاں لے جائے یا دوسری ایسی چیزیں اپنے ہاں لیجائے جو مسلمانوں کے خلاف کفار کے لئے قوت کا ذریعہ بن سکتی ہیں، ہاں اگر وہ لوگ کپڑے وغیرہ عام کھانے پینے کی اشیاء لیجانا چاہیں تو اس سے ان کو نہیں روکا جاسکتا ہے۔

② ھدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر میں اس طرح لکھا ہے ترجمہ ملاحظہ ہو۔

یہ بالکل مناسب نہیں ہے کہ اہل حرب کفار پر اسلحہ فروخت کیا جائے اور نہ ان کی طرف اسلحہ بھیجا جائے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر اسلحہ فروخت کرنے یا ان کی طرف لیجانے پہنچانے کی ممانعت فرمائی ہے، دوسری وجہ یہ

ہے کہ اسلحہ سے کفار کو قوت حاصل ہوجائے گی لہٰذا ان پر اسلحہ فروخت کرنے کو منع کیا جائے گا اور اسی وجہ سے کفار پر گھوڑے فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے اسی طرح ان پر لوہا بھی فروخت نہیں کیا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ تو اسلحہ کی جڑ ہے اور اگر اہل حرب سے عارضی صلح بھی ہوجائے تب بھی یہ چیزیں ان پر فروخت نہیں کی جاسکتی ہیں کیونکہ صلح ٹوٹ بھی سکتا ہے پھر وہ لوگ ہم سے ہمارے ہی اسلحہ کے زور پر لڑنا شروع کردیں گے۔ (فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۱)

(۳) امام محمدؒ کی سیر کبیر اور اس کی شرح میں اس طرح لکھا ہوا ہے۔

جب ہمارا کوئی مسلمان تاجر کفار کے ملکوں میں جاکر ان سے کچھ چیزیں خریدنا چاہے گا تو یہ ضروری ہے کہ وہ ہمارے ہاں سے بھی کچھ چیزیں کفار کے ملکوں میں بیچنے کے لئے لیجائے گا اس لئے ہم نے عام اشیاء کی تجارت کی اجازت مسلمانوں کو دی ہے لیکن یہ مسلمان تاجر کفار پر گھوڑے، غلام، اور اسلحہ فروخت نہیں کرسکتے ہیں، یہ فتویٰ ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح، اور عمر بن عبد العزیز رحمہم اللہ سے منقول ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑوں اور اسلحہ سے کفار ہمارے مقابلہ میں مضبوط ہوجائیں گے حالانکہ ہمیں حکم ہے کہ ہم کافروں کی شوکت و طاقت کو پارہ پارہ کردیں ان کے لڑنے والوں کو قتل کرڈالیں تاکہ فتنہ کی جڑ اکھڑ جائے قرآن کا اعلان ہے کہ "قاتلوهم حتى لاتكون فتنة" اس سے معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے کافروں کو کسی قسم کی تقویت پہنچانے کی اجازت نہیں ہے، (شرح سیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۴۰۹)

فقہاء مالکیہ کا مسلک

فقہاء مالکیہ میں سے، سحنونؒ، مالکی نے اپنے شیخ ابن قاسم مالکی سے کفار پر اسلحہ فروخت کرنے کے متعلق امام مالکؒ کے مسلک کے بارے میں اس طرح پوچھا، کیا آپ مجھے بتاسکتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک کفار محاربین پر اسلحہ یا

گھوڑے یا دیگر جنگی سامان یا زین یا پیتل، تانبا وغیرہ فروخت کیا جاسکتا ہے؟

ابن قاسم نے جواب میں فرمایا کہ امام مالک نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس کو کفار اہل اسلام کے مقابلے میں بطور قوت استعمال کرسکتے ہیں اس کا ان پر فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (مدونہ جلد ۴ صفحہ ۲۷۰)

مالکیہ کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب اہل حرب کفار ہمارے شہر میں داخل ہوجائیں تو ان سے تو ہر قسم کی اشیاء خریدی جاسکتی ہیں لیکن ان پر ایسی چیزیں فروخت کرنا جائز نہیں ہے جس کو وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں استعمال کرسکتے ہوں یا مسلمانوں کو دہشت میں ڈال سکتے ہوں جیسے گھوڑے ہیں اسلحہ ہے لوہے تانبے اور چھوٹے بڑے جھنڈے ہیں۔ (قوانین احکام شرعیہ صفحہ ۳۱۹)

فقہاء شافعیہ کا مسلک

فقہاء شوافع سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ کفار اہل حرب پر اسلحہ فروخت کرنا اجماعاً حرام ہے اور اگر کسی نے ان پر فروخت کر بھی لیا تو صحیح مذہب یہی ہے کہ یہ عقد منعقد نہیں ہوگا جمہور شوافع کا یہی فیصلہ ہے کہ بیع صحیح نہیں ہے کیونکہ کفار اسی اسلحہ کو ہمارے ساتھ لڑنے کے لئے استعمال کریں گے تو ان کو یہ اسلحہ سپرد کرنا معصیت اور گناہ ہے لہٰذا یہ ایسی چیز کا فروخت کرنا ہوا جس کو شرعاً یہ شخص سپرد نہیں کرسکتا ہے اس لئے یہ عقد صحیح نہیں ہے اور رہ گیا یہ کہ اسلحہ دار اسلام میں ذمیوں پر فروخت کرنا کیسا ہے۔ تو اس میں دو رائے ہیں ایک رائے یہ کہ جس طرح مسلمانوں پر اسلحہ فروخت کرنا جائز ہے ان ذمیوں پر فروخت کرنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ لوگ ہمارے ہاتھ میں ہیں اس رائے کو امام حرمین اور جمہور نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔ دوسری رائے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ جائز ہے دوسرا یہ کہ ذمیوں پر بھی اسلحہ فروخت کرنا جائز نہیں ہے باقی اہل عرب پر لوہا فروخت کیا جاسکتا ہے کیونکہ لوہا سے جہاں اسلحہ بنایا جاسکتا ہے وہاں دوسری چیزوں

مثلاً پھاوڑے وغیرہ میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے لہٰذا لوہا اسلحہ ہی کے لئے متعیّن نہیں ہے۔ (مجموع نووی جلد ۹ صفحہ ۳۵۴)

فقہاء حنابلہ کا مسلک

ائمہ حنابلہ میں سے ابن قدامہؒ نے اس طرح لکھا ہے:

﴿الحکم فی کل ما یقصد به الحرام کبیع السلاح لاهل الحرب اولقطاع الطریق او فی الفتنة واشباه ذلک فهو حرام والعقد باطل﴾
(مغنی جلد ۴ صفحہ ۲۸۴)

یعنی ہر اس معاملہ کا حکم، جس سے حرام کا قصد کیا جائے جیسے اہل حرب پر اسلحہ فروخت کرنا یا قطاع طریق ڈاکوؤں اور باغیوں وغیرہ پر اسلحہ فروخت کرنا حرام ہے اور یہ عقد باطل ہے۔

فائدہ : مندرجہ بالا فضائل و مسائل اور حقائق و واقعات سے ہر ذی عقل مسلمان پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دین اسلام میں جہاد کا ایک بہت بڑا مقام ہے، پھر اس کے لئے تیاری کرنا ایک شرعی ذمہ داری ہے جو ہر عاقل و بالغ تندرست پر عائد ہے پھر تیاری کا تعیّن اور نشاندھی ہے کہ تلوار ہے، نیزہ ہے، ڈھال ہے، تیر اور ترکش ہے کمان ہے اور جہادی میدان ہے، سر پر لوہے کی ٹوپی ہے، سینہ پر زرہ چسپاں ہے یہ ایمان ہے اور یہ حکم قرآن ہے اگر کوئی سچا مسلمان ہے تو یہ اس کی شان ہے یہ تعلیمات نبی آخر الزماں ہیں اور اس پر لاکھوں انسانوں کی جانیں قربان ہیں شکر الحمد للہ کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے پاس عزت و عظمت کا یہ جنگی سازو سامان ہے، اب اسلحہ رکھنے اور اٹھانے کے متعلق چند حکایات ملاحظہ ہوں کہ اس میں عبرت کا سامان ہے اور تازگی ایمان ہے۔

حکایت نمبر ① اسلام میں ایک تاریخی جنگ عراق کے اطراف میں قادسیہ کے میدان میں ہوئی ہے فارس کا مشہور رستم پہلوان کسریٰ کی طرف سے اس جنگ کی کمان کر رہا تھا اس دوران حق و باطل کی دونوں فوجوں میں کئی دفعہ مذاکرات کے دور بھی ہوئے تھے اس سلسلہ میں رستم نے مسلمانوں کے جرنیل حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ سے مذاکرات کے لئے ایک قاصد مانگا حضرت سعد نے اس مقصد کے لئے گلشن اسلام کے ایک نڈر سپاہی حضرت ربعی بن عامرؓ کو روانہ کیا، رستم کے لوگوں نے دربار کو اس طرح مزین کر رکھا تھا کہ اس کا بیان کرنا مشکل ہے ہر طرف اعلیٰ قالینیں بچھی ہوئی تھیں، بڑے بڑے تکئے قرینہ سے رکھے ہوئے تھے تخت شاہی سونے کا بنا ہوا تھا، اس پر ہر قسم کے ریشم کے پردے لٹک رہے تھے جرنل رستم نہایت ٹھاٹھ باٹھ سے سر پر تاج شاہی رکھ کر تخت پر براجمان تھا اور حضرت سعدؓ کے قاصد کا انتظار کر رہا تھا اور اس پر رعب ڈالنے کی امید رکھ رہا تھا، ادھر محمدی کھچار کے شیر حضرت ربعی بن عامرؓ معمولی قسم کے گھوڑے پر سوار ہو کر رستم کی طرف مذاکرات کے لئے روانہ ہوگئے، ہاتھ میں تلوار ہے کندھوں پر ڈھال ہے پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہیں، آپ زرہ میں ملبوس سر پر خود رکھے ہوئے مختصر اسلحہ کے ساتھ شاہی دربار میں داخل ہوئے جب قالین کا کچھ حصہ گھوڑے نے روند ڈالا تو آپ گھوڑے سے اتر گئے اور گھوڑے کو وہاں ایک بڑے تکیہ سے باندھ لیا اور نیزہ و تلوار لے کر آگے بڑھنے لگے آپ اپنے نیزہ سے شاہی قالین کو چھیدتے، چیرتے، پھاڑتے اندر چلے گئے دربانوں نے کہا کہ اسلحہ ادھر رکھ کر اندر جاؤ، تو آپ نے فرمایا کہ میں اسلحہ ہرگز نہیں رکھ سکتا میں خود نہیں آیا ہوں تم لوگوں نے مجھے بلایا ہے اگر چاہو تو اسلحہ کے ساتھ آؤں گا ورنہ میں واپس چلا جاؤں گا دربانوں نے رستم کو اطلاع دی تو رستم نے کہا کہ ان کو اسلحہ کے ساتھ اندر آنے دو چنانچہ صحابی بمعہ اسلحہ اندر چلے گئے۔

حکایت نمبر ② حضرت خالد بن ولید سیف من سیوف اللہ بادشاہ روم کے

پاس اپنے کچھ قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں مذاکرات کے لئے تشریف لے گئے جب آپ بادشاہ کی رہائش گاہ کے قریب پہنچے تو لشکر کفار کے سردار، جبلہ، نے کہا اے گروہ عرب! اب تم بادشاہ کی رہائش گاہ تک پہنچ گئے ہو اس لئے اب اپنے گھوڑوں سے اتر جاؤ اور تلواریں یہیں رکھدو، حضرت خالدؓ نے جواب دیا، گھوڑوں سے تو ہم اترجائیں گے لیکن تلواریں ہم کبھی نہیں رکھیں گے کیونکہ تلوار ہماری عزت ہے، کیا ہم اس عزت کو اتار دیں جس کے ساتھ ہمارے پیارے پیغمبر کی بعثت ہوئی ہے؟ (فتوح الشام صفحہ ۱۶۴)

حکایت نمبر (۳) حضرت کعب بن زہیر ایک مشہور شاعر تھے، معافی مانگنے اور اسلام قبول کرنے کے لئے مدینہ منورہ تشریف لائے اور پھر حضور اکرم کی مجلس میں اپنا مشہور قصیدہ، "بانت سعاد" پڑھ کر سنایا اس قصیدہ میں حضور اکرم کی بہت بڑی مدح اور بزرگی تھی معافی کی درخواست بھی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت کا واسطہ بھی تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جب انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

ان الرسول لنور يستضاء به
وصارم من سيوف الهند مسلول

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کا روشن مینار ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ تیز دھار سونتی ہوئی ہندی تلوار ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہندی نہیں بلکہ اللہ کی سونتی ہوئی تلوار ہوں شعر اس طرح پڑھ لو ؎

ان الرسول لنور يستضاء به
وصارم من سيوف الله مسلول

جب کعب بن زہیر نے قصیدہ مکمل کرلیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

خوش ہو کر ان کو معاف بھی کیا اور ان کو بطور انعام اپنا مبارک جبہ بھی عطا کیا اس شعر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ اصلاح فرمائی کہ میں سیف اللہ یعنی اللہ کی سونتی ہوئی تلوار ہوں۔

حکایت نمبر ④ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ جب ایک ملاقات کے دوران تلوار سمیت شاہی دربار میں داخل ہونے لگے تو شاہی محافظوں نے آپ کے گلے سے تلوار لینے اور اسلحہ رکھوانے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا میں بغیر تلوار داخل نہیں ہوں گا واپس چلا جاؤں گا مگر تلوار تن سے جدا نہیں کروں گا تمہیں خبر نہیں، ہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اسلام سے عزت بخشی، ایمان کے ذریعہ سے نصرت عطا فرمائی اور تلوار کی برکت سے ہم کو مضبوط کیا اور یہی وہ تلواریں ہیں جن کے ذریعہ سے ہم نے اہل شرک اور سرکش لوگوں کے دماغ درست کر ڈالے ہیں۔
(فتوح مصر صفحہ ۲۲)

حکایت نمبر ⑤ فتح آرمینیہ و آذربائیجان کے موقع پر حضرت خالدؓ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بطور سفیر بادشاہ کے ہاں بات چیت کرنے کے لئے تشریف لے گئے جب شاہی محل میں داخل ہونے لگے تو بادشاہ کے محافظوں نے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں سے اسلحہ لینا چاہا حضرت خالدؓ نے اسلحہ دینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا (تم جانتے نہیں) ہم وہ لوگ ہیں جو اپنی تلواریں غیروں کو نہیں دیا کرتے اور تم کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے نبی کی بعثت تلوار کے ساتھ ہوئی ہے اور ہمارے نبی نے ہمیں یہ تلواریں پہنادی ہیں۔ پس جو شرف ہمیں ہمارے اللہ اور اس کے رسول نے عطا فرمایا ہے اسے ہم اپنے سے ہرگز جدا نہیں کرسکتے ہیں۔ (فتوح شام)

اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ؎

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
اہل چین چین میں، ایران میں ساسانی بھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی
پر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے؟
بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے؟

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اَڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان میں اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑجاتے تھے

چوتھی فصل:

جہاد مقدس کی غرض سے گھوڑے پالنے کے فضائل

جہاد مقدس کی تیاری کے سلسلہ مین گھوڑوں کے پالنے اور اس کی دیکھ بھال کرنے کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے قیامت تک میدان جہاد کبھی بھی گھوڑوں کی خدمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے بلکہ آج کے اس ایٹمی دور میں بھی بری اور صحرائی جنگ میں جنگی سازو سامان اور جنگ کی کامیابی میں ایک تہائی حصہ گھوڑوں کا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج جدید سے جدید تر ٹیکنالوجی، جہازوں، راکٹوں، ٹینکوں اور توپوں کے باوجود ہر ملک اپنی فوج کے لئے گھوڑوں اور خچروں کے پالنے اور تیار رکھنے کا انتظام کرتا ہے گویا جہاں ہیلی کاپٹر اور فوجی مضبوط گاڑیاں ناکام ہوجاتی ہیں وہاں سے گھوڑوں کا کام شروع ہوجاتا ہے یہ تو آج کے دور کی بات ہوئی اس سے پہلے زمانے میں جہاں گاڑیاں نہیں تھیں جہاز نہیں تھے جنگی بمبار طیارے اور ہیلی کاپٹر نہیں تھے اس وقت یہی گھوڑے جنگ کا پانسا بدلنے میں اہم حیثیت رکھتے تھے۔ یہ گھوڑے اس زمانے میں جنگی جیٹ طیارے ہوتے تھے، جن کے پاس گھوڑے زیادہ اور مضبوط ہوتے تھے جنگ کا نقشہ عمومی طور پر اسی طرف پلٹ جاتا تھا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے خاص مدد کا معاملہ فرماتا تو دشمن مار کھاتا پھر بھی عام جنگوں میں جہاں اللہ تعالیٰ نے ابتدائی مرحلہ میں مسلمانوں کی غیبی مدد کی ہے اس کی صورت بھی یہی ہوئی کہ کفار کی شکست کی صورت میں عام طور پر ان کے گھوڑے مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے اور مسلمانوں نے اس کو استعمال کرکے جنگ جیت لی بہرحال قرآن عظیم نے جہاد کے لئے جہاں اسلحہ سازی کا اور اس کی تیاری کا بھرپور

انداز میں حکم دیا ہے وہیں پر اللہ تعالیٰ نے گھوڑے پالنے اور تیار رکھنے کا بھی حکم دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم یہ آیت اس سے پہلے لکھی جاچکی ہے اور اس کی تفسیر بھی ایک حد تک لکھی گئی ہے علماء نے یہاں قوت کے لفظ سے عام اسلحہ جات مراد لیا ہے اور "رباط الخیل" سے پلے ہوئے جنگی گھوڑے مراد لئے ہیں جو بالکل آیت کا ظاہری مصداق ہے بہرحال جہاد مقدس کے لئے گھوڑوں کے فضائل قرآن کریم میں بھی ہیں احادیث مقدسہ میں بھی کثرت سے ہیں اور سلف صالحین صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین و تبع تابعین کے اعمال سے بھی گھوڑے پالنے کے فضائل واضح ہوجاتے ہیں جاھلیت میں بھی عام جنگوں میں گھوڑوں ہی پر بھروسہ کیا جاتا تھا وہ لوگ بچوں کو بھوکا رکھ کر گھوڑوں کو اونٹنیوں کا دودھ پلایا کرتے تھے عربی شعراء نے اپنے قصائد میں گھوڑوں کو بنیادی حیثیت دی ہے اور محبوباؤں سے زیادہ اپنے گھوڑوں کی قدر کی ہے اسلام نے بھی جہاد مقدس کی غرض سے گھوڑوں کو بہت اہمیت دی ہے اور ایک زمانے میں تو گھوڑے اتنے قیمتی ہوگئے تھے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں سو اونٹوں کے بدلے اپنا گھوڑا فروخت کیا لیکن پھر بھی وہ خفا اور پریشان تھا کہ میرا گھوڑا واپس ہوجائے تو اچھا ہوگا بہرحال احادیث میں گھوڑوں کے بہت زیادہ فضائل آئے ہیں چند احادیث پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حدیث نمبر ① ﴿وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال، قیل یا رسول اللہ! فالخیل، قال الخیل ثلاثۃ ھی لرجل وزر، وھی لرجل ستر، وھی لرجل اجر، فاما التی ھی لہ وزر فرجل ربطھا ریاء وفخرا ونواء لاھل الاسلام، فھی لہ وزر واما التی ھی لہ ستر فرجل ربطھا فی سبیل اللہ، ثم لم ینس حق اللہ فی ظھورھا ولا رقابھا فھی لہ ستر، واما التی ھی لہ اجر، فرجل ربطھا فی سبیل اللہ لاھل

الاسلام فی مرج اوروضۃ فما اکلت من ذلک المرج اوالروضۃ من شئی الا کتب لہ عدد ما اکلت حسنات، وکتب لہ عدد ارواثھا وابوالھا حسنات، ولا تقطع طولھا فاستنت شرفا او شرفین الا کتب لہ عدد آثارھا وارواثھا حسنات، ولا مربھا صاحبھا علی نھر فشربت منہ ولا یرید ان یسقیھا الا کتب اللہ تعالی لہ عدد ما شربت حسنات﴾ (بخاری و مسلم)

"صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ گھوڑوں کے متعلق کیا حکم ہے آپ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے گناہ کا سبب ہوتے ہیں دوسرے وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے پردہ ہوتے ہیں اور تیسرے وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے ثواب کا ذریعہ بنتے ہیں چنانچہ وہ گھوڑے جو گناہ کا سبب بنتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنھیں اس کے مالک نے اظہار فخر، ریاکاری اور مسلمانوں سے دشمنی اور جنگ کے لئے پال رکھے ہیں تو یہ محض گناہ ہے اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے پردہ ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنھیں اس کے مالک نے اچھے اور نیک کاموں کے لئے رکھے ہیں اور اس کی پیٹھ اور گردن کے بارے میں وہ خدا کے حق کو نہیں بھولا ہے پس یہ گھوڑے اس آدمی کے لئے پردہ ہے، اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے ثواب و اجر کا سبب اور ذریعہ بنتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنھیں اس کے مالک نے جہاد فی سبیل اللہ میں مسلمانوں کے لئے چراگاہ اور باغات میں رکھے ہیں چنانچہ وہ گھوڑے جب اس چراگاہ اور سبزہ سے کچھ کھاتے ہیں تو جو کچھ گھاس وغیرہ اس نے کھایا اس کی تعداد کے بقدر اس شخص کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں یہاں تک کہ ان گھوڑوں کی لید اور پیشاب کے بقدر نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں اور جو گھوڑے رسی توڑ کر ایک یا دو چوکڑیاں بھر کر میدان میں دوڑتے پھرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے قدموں کے نشانات اور ان کی لید کی تعداد کے بقدر اس شخص کے لئے نیکیاں لکھتا ہے اور جب وہ شخص ان گھوڑوں کو

نہر پر پانی پلانے کے لئے لیجاتا ہے اور وہ گھوڑے اس نہر سے پانی پی لیتے ہیں اگرچہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہ ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ ان گھوڑوں کے پانی پینے کی تعداد کے بقدر اس شخص کو نیکیاں لکھ کر عطا فرماتا ہے"۔

جہادی گھوڑے ثواب ہی ثواب

حدیث نمبر (۳) وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا بہ وتصدیقا بوعدہ فان شبعہ وریہ وروثہ وبولہ فی میزانہ یوم القیامۃ یعنی حسنات۔ (بخاری شریف)

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوئے اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے گھوڑا باندھے رکھا تو اس گھوڑے کا دانہ پانی اور اس کا پیشاب اور لید قیامت کے دن نیکیوں کی صورت میں اس شخص کے ترازوئے اعمال میں تولے جائیں گے"۔

جہادی گھوڑوں سے حضور اکرم کی محبت

حدیث نمبر (۴) حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دو انگلیوں سے گھوڑے کی پیشانی کے بال موڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک بھلائی رکھی گئی ہے یعنی آخرت کا ثواب اور دنیا کا مال غنیمت۔ (مسلم شریف)

حدیث نمبر (۵) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بکریوں میں برکت ہے اور اونٹوں میں اس کے مالکان کے لئے

عزت ہے اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک بھلائی رکھی گئی ہے۔ (مسند بزار)

گھوڑوں کی دعاء

حدیث نمبر (٦) حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی عربی گھوڑا ہوتا ہے اس کو صبح کے اوقات میں چند دعاؤں کی اجازت دی جاتی ہے تو وہ اس طرح دعاء مانگتا ہے اے اللہ! تونے مجھے جس انسان کی قسمت میں کرکے عطا کیا ہے اور مجھے اس کا مملوک بنایا ہے پس مجھے اس شخص کے عمدہ محبوب ترین (بابرکت) مال و عیال میں سے بنادے۔ (نسائی)

فائدہ: حدیث نمبر ا پر غور کیجئے کہ جہاد کی غرض سے اور جہاد کی نیت سے ایک مسلمان نے صرف گھوڑا پالا ہے ابھی خود جہاد میں پہنچا بھی نہیں ہے اور جہاد کی نوبت بھی نہیں آئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم کو دیکھئے اور جہاد مقدس کی شان کو دیکھئے کہ اب سے اس شخص کے نیک اعمال شروع ہوگئے پھر نیک اعمال میں وہ چیزیں آگئیں جس کی نیکی ہونے کی طرف کسی کا خیال بھی نہیں جاتا ہے کیونکہ وہ کام ہی بظاہر بیکار اور بے فائدہ ہوتے ہیں مثلاً گھوڑے کا پیشاب، لید اور ادھر ادھر دوڑنا چارہ کھانا اور پانی پینا، یہ ایسے کام ہیں کہ نیکی کے حوالے سے کوئی شخص اس کو فائدہ مند عمل نہیں سمجھتا مگر پھر بھی حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب کے سب اعمال حسنہ ہیں جو وزن اعمال میں نیکیوں کے زمرے میں آئیں گے۔

سبحان اللہ! جہاد مقدس کی کیا شان ہے اور اس کے فضائل و مسائل کیسے انوکھے اور البیلے ہیں کہ پیشاب اور لید نیک اعمال میں شمار ہو رہے ہیں تو پھر اس گھوڑے کا میدان جہاد میں دشمن پر حملہ کرنا کیسا ہوگا کودنا چھلانگیں لگانا کیسا ہوگا پسینہ پسینہ ہونا کیسا ہوگا زخمی ہونا کیسا ہوگا تھک کر ہانپنا کیسا ہوگا غبار اڑانا کیسا ہوگا ٹاپیں مار کر آگ کی چنگاریاں اڑانا کیسا ہوگا اور دشمن پر حملہ آور ہوکر ہنہنانا کیسا

ہو گا؟ یہ تو بات گھوڑے کی ہوئی جس کی کوئی نیت بھی جہاد کی نہیں ہوتی ہے اب جو مجاہد اس پر سوار ہو گا اور اللہ کی رضا کے لئے جان کی بازی لگارہا ہو گا، زخمیں کھارہا ہو گا، بھوک اور پیاس برداشت کررہا ہو گا، خوف و خطر میں زندگی کے مبارک لمحات گذار رہا ہو گا اسکی کیا شان ہو گی اور اس کا کیا مقام ہو گا یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے گھوڑوں کو تو بطور نمونہ حدیث میں ذکر فرمایا گیا اس پر جہاد کے وہ تمام وسائل اور ذرائع اور سازو سامان بھی قیاس کیا جاسکتا ہے جو اس عظیم راستے میں کام آتے ہیں مثلاً کسی مجاہد کی بندوق ہے وہ اس کی دیکھ بھال کررہا ہے اسے صاف کررہا ہے اور اس کی حفاظت کررہا ہے اس میں بھی انشاء اللہ یہی ثواب ملے گا گھوڑے کی پیشانی پر یا گردن پر ہاتھ پھیرنے میں ثواب ملتا ہے تو اسلحہ کی صفائی اور کھولنے اور بند کرنے میں بھی یہی ثواب ملے گا حدیث نمبر۴ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ قیامت تک گھوڑے کی پیشانی میں جو بھلائی رکھی گئی ہے وہ آخرت میں ثواب ہے جس کا تذکرہ ہو گیا اور دنیا میں وہ بھلائی مال غنیمت ہے جس کا ذکر اسی حدیث میں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مال غنیمت سے مالا مال فرمایا اگر یہ امت جہاد کرتی رہے گی تو دنیا میں بھی امن ملے گا اور مال بھی ملے گا اور عزت بھی ملے گی اور انہیں تین چیزوں کے پیچھے دنیا کے لوگ مرے جارہے ہیں۔

حدیث نمبر۶ میں یہ تصریح موجود ہے کہ جہاد کی نیت سے جو گھوڑے پالے جاتے ہیں صرف یہ نہیں کہ ان کے وجود اور نقل و حرکت سے ثواب و اجر ملتا ہے بلکہ خود وہ گھوڑے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنے پالنے والے اس مجاہد کے لئے دعا بھی کرتے ہیں سبحان اللہ کیسی عظیم نعمت ہے؟ ابو داؤد شریف کی ایک اور حدیث میں آیا ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے جہادی گھوڑے پر خرچ کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے گویا اس نے صدقہ کرنے کے لئے ہاتھ کھول دیئے ہیں کبھی بند کرتا ہی نہیں، ایک اور حدیث میں ہے کہ جہادی گھوڑوں پر خرچ کرنے والا شخص ایسا ہے گویا کہ وہ دن اور رات میں مسلسل صدقہ کررہا ہو ایک روایت میں ہے کہ

وہ شخص ایسا ہے جیسا کہ وہ ظاہری اور پوشیدہ طور پر صدقہ کر رہا ہو ایک روایت میں ہے کہ وہ شخص ایسا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے رہا ہو ایک روایت میں آیا ہے کہ جہادی گھوڑے پر جتنے بال ہوتے ہیں مجاہد کو اس کے برابر نیکیاں ملیں گی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس شخص نے جہاد کے لئے گھوڑا پال رکھا تو قیامت کے دن یہ گھوڑا اس شخص کے لئے دوزخ سے پردہ بنے گا ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے جہاد کی نیت سے گھوڑا رکھا تو اس کو شہید کا ثواب ملے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص جہاد کی نیت سے گھوڑا پالتا ہے اس کو دائمی روزہ دار اور تہجد گذار کا ثواب ملتا ہے۔ سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ حضور اکرم بوقت خوف گھوڑوں پر شہسوار ہمارے دستے کو "خیل اللہ" کے نام سے یاد فرماتے تھے یعنی "یا خیل اللہ ارکبی" اے گھوڑوں پر سوار اللہ کی جماعت تیار ہو جاؤ اس میں کتنی فضیلت اور عظمت ہے کہ مجاہدین کے گھوڑوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرکے، اللہ کے گھوڑے، کے نام سے یاد فرمایا ایک روایت میں ہے کہ گھوڑے کو اگر ڈانٹ پلانے کی ضرورت پڑے تو اس کو ڈانٹا کرو کیونکہ یہ ڈانٹ کو سمجھتا ہے ایک روایت میں ہے کہ مجاہد کا گھوڑا روزانہ تین دعائیں مانگتا ہے۔

① اے اللہ مجھے اس شخص کا پسندیدہ مال بنادو۔
② اے اللہ اس کی روزی میں وسعت پیدا فرما۔
③ اے اللہ اس کو شہادت کی موت نصیب فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ جس گھر میں گھوڑا ہوتا ہے وہاں جنات نہیں آتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ فرشتے کسی کھیل میں حاضر نہیں ہوتے ہیں صرف میاں

بیوی جب دل لگی میں کھیلتے ہوں یا کوئی شخص گھوڑوں کو دوڑاتا ہو یا تیر اندازی کرتا ہوں ان میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ صبح سویرے نکلے اور اپنے گھوڑے کے منہ کو اپنی چادر سے جھاڑنا شروع کردیا اور پھر فرمایا کہ رات کو گھوڑوں کے بارے میں میری سرزنش ہوئی یعنی گھوڑوں کی خوب دیکھ بھال کرنے پر زور دیا گیا۔

مندرجہ بالا حدیثیں جو فائدہ میں ذکر ہوئیں سب مشارق اشواق سے لی گئی ہیں۔

حدیث نمبر ⑦ حضرت خباب بن ارت سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا گھوڑے تین قسم پر ہیں۔ ① فرس الرحمان ② فرس انسان ③ فرس شیطان۔ رحمان کے گھوڑے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے پالے گئے ہوں اور اس کے ذریعہ سے دشمنان اسلام اور اللہ کے دشمنوں کے خلاف لڑائی لڑی جائے، اور انسان کے گھوڑے وہ ہیں جن سے نسل کی افزائش اور بار برداری کا ارادہ کیا گیا ہو اور شیطان کے گھوڑے وہ ہیں جو قمار بازی اور جوا بازی میں استعمال کیا جائے۔

حدیث نمبر ⑧ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے چیف آف اسٹاف اور فوجی جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص کو ایک سرکاری فرمان جاری کیا کہ کسی گھوڑے کو خصی نہ کرو اور کسی گھوڑے کو دو میل سے زائد مت دوڑاؤ (رواہ محمدؒ فی السیر الکبیر)

فائدہ : گھوڑے کو خصی کرنا اسلام میں حرام نہیں ہے نہ کوئی شرعی ممانعت ہے حضور اکرمؐ نے ایسے گھوڑوں پر سواری کی ہے جو بدھیا تھے اور آپ نے ایسے گھوڑے خریدے بھی ہیں حضور اکرم کے زمانے سے اج تک کسی فقیہ نے یا مذاہب اربعہ میں سے کسی نے اس پر کسی قسم کا اعتراض اور نکیر نہیں کیا ہے ہاں حضرت عمرؓ کا یہ سرکاری فرمان ہے جس میں گھوڑے کو بدھیا بنانے کی ممانعت ہے

اور اسی طرح حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ گھوڑوں کو وہی شخص بدھیا بناتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ ہی نہیں ہوتا، ان دونوں روایتوں کا اصل مطلب یہ ہے کہ بدھیا بنانے سے گھوڑے کا ہنہنانا ختم ہوجاتا ہے جب کہ میدان جہاد میں دشمن پر رعب بٹھانے کے لئے بارعب ہنہنانا ضروری ہوتا ہے۔

(شرح سیر کبیر سرخسیؒ جلدا صفحہ ۸۳)

خلاصہ یہ کہ جہاد کے میدان میں کردار مردوں کا ہوتا ہے عورتوں کا کام پنجہ آزمائی نہیں ہے اسی طرح نر گھوڑا میدان جہاد میں گرج کر دشمن کو مرعوب بناتا ہے مادی کی آواز سریلی ہوتی ہے جس سے دشمن مرعوب نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح جو گھوڑا خصی ہوجاتا ہے اس کی یہ بارعب آواز بھی ختم ہوجاتی ہے لہٰذا اس کا بدھیا بنانا حضرت عمرؓ نے ممنوع قرار دیا تھا کیونکہ آپ کے زمانے میں جہاد کے میدان میں اونٹوں وغیرہ کے بجائے گھوڑے ہی آگئے تھے نر کی آواز مطلوب تھی یہی وجہ تھی کہ صحابہ جب دن کے وقت اعلانیہ حملہ کرتے تھے تو نر گھوڑے دشمن پر ڈالتے تھے جس میں بارعب آواز ہوتی تھی اور جب رات کو خفیہ حملہ ہوتا تھا تو مادی گھوڑیوں کو ساتھ لیجاتے تھے بہرحال بدھیا بنانے کی یہ ممانعت ایک حکمت اور خاص وقتی ضرورت کے تحت تھی نہ کہ کوئی عمومی شرعی حکم تھا اس کی مثال اس مسئلہ کی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے گھوڑے کے گوشت کو مکروہ لکھا ہے جب کہ صاحبین اور تمام فقہاء اس کو جائز قرار دے رہے ہیں لیکن امام ابو حنیفہ نے اس علّت کو دیکھا ہے کہ اگر گھوڑے ذبح ہونا شروع ہوجائے تو جہاد کے آلات کو نقصان پہنچ سکتا ہے تو اس علّت کی وجہ سے مکروہ کہا ہے نہ یہ کہ اصلاً و حقیقۃً یہ گوشت مکروہ ہے۔

فرشتے کی دعاء

حدیث نمبر ⑨ حضرت کعبؓ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی گئی ہے فرمایا

کہ جب بھی اسلامی لشکر کسی طرف روانہ کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو گھوڑوں کے بارے میں بلند آواز سے یہ دعا مانگتا ہے اللھم اجعل ظھورھا شدیدا وحوا فرھا حدیدا الا ذات جرس۔ (سیر کبیر)

اے اللہ ان گھوڑوں کی پیٹھوں کو بہت مضبوط فرما اور ان کے پاؤں کو لوہے کی طرح بنا۔ ہاں جس میں گھنٹی ہو (اس کے لئے یہ دعاء نہیں)۔

علامہ سرخسیؒ اس روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اگر گھنٹی سے یہ نقصان ہو رہا ہو کہ دشمن کے لشکر کو حملہ کا پتہ چلتا ہو تو پھر تو یہ کراہت صحیح ہے اور یہی مفہوم اس روایت کا ہے اور اگر کوئی خطرہ نہ ہو کوئی اور مشکل نہ ہو بلکہ سفر میں گھنٹی بجانے سے گھوڑوں کی راحت ہو قافلہ کا اس میں کوئی فائدہ ہو تو پھر گھنٹی لٹکانا مکروہ نہیں ہے۔

حدیث نمبر (۱۰) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ثابت ہو چکی ہے حضور نے یہ فرمایا ہے کہ جس شخص کے پاس عمدہ عربی گھوڑا ہو اور وہ شخص خوب اس کا اکرام اور دیکھ بھال کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کا اکرام فرمائے گا اور جس شخص نے گھوڑے کی توہین کی اللہ تعالیٰ اس کی توہین کرے گا مسلم و بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ "البرکۃ فی نواصی الخیل" یعنی گھوڑوں کی پیشانی میں برکت ہے ابو داؤد شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا۔ گھوڑوں کی پیشانیوں کے بال، یال کے بال اور دموں کے بال مت کاٹا کرو کیونکہ دم سے گھوڑے مکھیوں کو دفع کرتے ہیں اور یال کے بال سے ٹھنڈ دفع کرتے ہیں اور ان کی پیشانیوں کے بالوں اور چوٹیوں میں بھلائی رکھی گئی ہے۔ (لہٰذا یہ تینوں قسم کے بال مت کاٹو)۔

ان احادیث کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں کے چند قصے لکھے جائیں۔

حکایت نمبر ① عبد اللہ بن مبارک نے ایک قصہ لکھا ہے کہ عمرو بن عتبہ ایک مرتبہ بازار چلے گئے اور چار ہزار میں ایک گھوڑا خرید لیا ساتھیوں نے آپ کو بہت ملامت کی کہ ایک گھوڑا چار ہزار میں اتنا مہنگا لے لیا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ گھوڑا جب ایک قدم میدان جہاد میں دشمن کی طرف آگے بڑھاتا ہے وہ مجھے چار ہزار سے زیادہ پسندیدہ ہے، یہ بڑے زاہد اور صاحب تقویٰ و کرامات تابعی تھے جب بھی جہاد کے لئے نکلتے تھے تو ساتھیوں سے یہ شرط لگاتے کہ بھائی خدمت میں کروں گا کہتے ہیں کہ جب یہ ساتھیوں کے اونٹوں کو چرایا کرتے تھے تو بادل قریب ہو کر ان پر سایہ کرتا تھا اور جب نماز پڑھتے تھے تو درندے اس کے اردگرد دم ہلا کر ان کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ عمرو بن عتبہ مجاہدین کے ساتھ نکلے آپ نے ایک نیا سفید جبہ زیب تن کیا تھا اسے دیکھ کر کہنے لگے اس سفید جبہ پر میرا سرخ خون بہہ کر کیا ہی اچھا معلوم ہو گا ان کا ساتھی کہتا ہے کہ اسی دن دشمن کا ایک پتھر آکر ان کو لگا اور اسی سفید جبہ پر سرخ خون مزے سے بہنے لگا اور پھر وہ شہید ہو گئے۔

حکایت نمبر ② عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ مجھے گھوڑوں سے بڑی محبت تھی ایک دفعہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد الرحمٰن! اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت میں داخل فرمایا تو وہاں تیرے واسطے یاقوت کا ایک گھوڑا ہو گا جس کے دو پر لگے ہوں گے وہ تجھے ہر اس جگہ اڑا کر لے جائے گا جہاں تو چاہے گا۔

جہاں جہاد کا گھوڑا ہے وہاں جنات نہیں

حکایت نمبر ③ عبد اللہ بن مبارکؒ نے ایک قصہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے رات کو گھر میں کوئی پتھر مارا کرتا ہے میں نے کہا

کہ جاکر گھر میں کوئی عربی گھوڑا باندھ لو، وہ شخص چلا گیا اور اس نے گھر میں گھوڑا باندھ لیا تو وہ پتھراؤ بھی ختم ہو گیا عبد اللہ بن مبارک سے اس نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے قرآن کی آیت پڑھ لی "واخرین من دونهم" یعنی کفار کے لئے پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اور کچھ دیگر لوگوں کو ڈراؤ جن کو تم نہیں جانتے ہو کہا کہ آخرین سے مراد جنات ہیں یعنی گھر میں جہاد کا گھوڑا ہو گا تو جنات نہیں آئیں گے بلکہ بھاگیں گے۔

جہاد کے گھوڑے نے شیطان کو پگھلا دیا

حکایت نمبر (۴) ابو الحسن اسکندری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم کے پاس ابلیس آگیا حضرت عیسیٰ نے کہا اے ابلیس میں تجھ سے ایک سوال پوچھتا ہوں صاف بتاؤ تم سچ جواب دو گے؟ ابلیس نے کہا کہ اے روح اللہ سوال پوچھو جو کچھ آپ کو پسند آئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ میں تجھ سے اس رب کے نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جو ہمیشہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا تم مجھے یہ بتادو کہ وہ کونسی چیز ہے جو تیرے جسم کو پگھلا کر اور تیری پیٹھ کو جھکا کر رکھتی ہے ابلیس نے کہا کسی قلعہ کے پاس یا کسی گاؤں کے پاس اللہ کے راستے جہاد میں گھوڑے کا ہنہنانا مجھے پگھلا کر رکھ دیتا ہے اور جس گھر میں جہاد کا گھوڑا ہوتا ہے میں اس گھر میں داخل نہیں ہوتا ہوں۔

حکایت نمبر (۵) حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف فرما تھے آپ ؐ کا گھوڑا آپ کے پاس بندھا ہوا تھا میں نے کہا یا رسول اللہ اس گھوڑے کا توبرہ، چارہ دان میرے حوالے کیجئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ تیرا یہ ارادہ ہے کہ یہ عظیم اجر و ثواب تم لیجاؤ، کیونکہ جس شخص نے گھوڑے کے منہ سے توبرہ چارہ دان لٹکایا تو اس پر اس کو اجر و ثواب

ملے گا اور جب گھوڑے نے خوب چارہ کھالیا اور کسی نے اس کے بعد اس چارہ دان کو اس کے منہ سے ہٹادیا اللہ تعالیٰ اس پر اس کو ایک نیکی عطا فرمائے گا۔

اسی سے ملتا جلتا ایک اور قصہ ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں صبح سویرے گھر سے نکلی تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پہنے ہوئے کپڑے سے اپنے گھوڑے کے منہ کو صاف فرما رہے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ آپ اپنے مقدس کپڑے سے اس کا منہ صاف کررہے ہیں؟ حضور نے فرمایا تجھے کیا خبر مجھے رات کو جبریل امین نے گھوڑے کے بارے میں سرزنش کی ہے عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم سے درخواست کی کہ مجھے اس کام کی سرپرستی آپ عطا کریں حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ تم نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ سارا ثواب تم کما کر لیجاؤ۔ مجھے جبرئیل امین نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر دانہ کے عوض ایک نیکی عطا فرمائے گا ایک قصہ میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور اکرم اپنی آستین مبارک سے گھوڑے کی آنکھیں منہ اور نتھنے پونچھ رہے تھے میں نے کہا کیا آپ اپنی آستین کو استعمال فرمارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ رات کو جبرئیل کی طرف سے گھوڑوں کے متعلق مجھے عتاب ہوا ہے۔

حکایت نمبر ⑥ روح بن زنباع فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ تمیم داریؓ کے پاس چلا گیا اس وقت وہ بیت المقدس کے گورنر تھے میں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کے لئے خود بخود جو کے دانے صاف کررہا ہے میں نے کہا کہ اے گورنر صاحب! کیا اس کام کے لئے آپ کو کوئی اور نہیں ملتا ہے کہ آپ خود کررہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھوڑے کے لئے جو صاف کرے اور پھر اٹھ کر خود اس کو کھلا دے تو اس شخص کو ہر دانہ کے بدلے ایک نیکی ملے گی ابن عساکر نے اس قصہ میں یہ تفصیل بھی ذکر کی ہے کہ میں نے حضور اکرم سے سنا ہے کہ جو شخص جہاد کے لئے گھوڑا پالے اور پھر خود اس کا جو صاف کرے اور

گھوڑے کی مالش کرکے اسے صاف کرے تو اس شخص کو گھوڑے کے ہر بال کے بدلے اور جو کے ہر دانہ کے بدلے ایک ایک نیکی ملے گی اور ایک ایک برائی مٹائی جائے گی۔ (مندرجہ بالا قصے مشارق اشواق سے لکھے گئے ہیں)۔

حکایت نمبر ⑦ احیاء علوم میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک مجاہد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے سامنے میدان جنگ میں ایک عجمی کافر آگیا میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا تاکہ جاکر اس کو قتل کردوں لیکن گھوڑے نے حملہ کرنے میں کوتاہی کی اور کافر بچ گیا میں واپس آگیا تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ کافر پھر میرے قریب آگیا ہے میں پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوگیا اور حملہ کی بھرپور کوشش کی لیکن گھوڑے نے ساتھ نہ دیا اور سستی کی اور کافر بچ نکلا۔ اس کے بعد تیسری بار پھر حملہ کرنے کی نوبت آئی میں نے حملہ کردیا لیکن گھوڑے نے اس بار بھی سستی کی مجھے بڑا افسوس ہوا ایک تو اس لئے کہ کافر ہاتھ سے نکل گیا اور دوسرا اس لئے کہ اپنے گھوڑے کی یہ سستی اور کوتاہی میں نے کبھی دیکھی ہی نہ تھی بہرحال شدید غم کی حالت میں نیند آئی اور میں سوگیا گھوڑا پاس کھڑا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ وہی گھوڑا مجھے کہہ رہا ہے کہ قسم بخدا تو نے عجمی کافر کو پکڑنے اور مارنے کی تین دفعہ کوشش کی حالانکہ گذشتہ کل آپ نے مجھے جو چارہ کھلایا تھا اس کی قیمت میں آپ نے ایک کھوٹا اور بے کار درھم دیدیا تھا اس طرح کام کبھی نہیں چلے گا مجاہد کہتے ہیں کہ میں جلدی سے اٹھا اور جاکر چارہ والے کو اس درھم کے بدلے دوسرا دے کر آگیا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی دعاء

حکایت نمبر ⑧ ابن بشکوال نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا ایک قصہ ذکر کیا ہے فرمایا کہ عبد اللہ بن مبارک کا اپنا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ جہاد کے لئے نکل گیا میرا گھوڑا میرے ساتھ تھا میں راستے میں جارہا تھا کہ اچانک گھوڑے کو دورہ

پڑگیا اور زمین پر گر گیا میں گھوڑے کے پاس حیران کھڑا تھا کہ اتنے میں ایک وجیہ و شکیل اور پاکیزہ صورت انسان آیا اور مجھے کہنے لگا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو جائے میں نے کہا جی ہاں، اس نے گھوڑے کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دم تک گھوڑے پر ہاتھ پھیر دیا اور ساتھ یہ دعا پڑھتا رہا۔

اقسمت علیک ایتها العلة! بعزة عزة الله، وبعظمة عظمة الله، وبجلال جلال الله، وبقدرة قدرة الله وبسلطان سلطان الله، وبلا اله الا الله، وبما جری به القلم من عند الله وبلا حول ولا قوة الا بالله الاانصرفت۔

جب اس شخص نے عظیم کلمات پر مشتمل یہ دعا ختم کی تو گھوڑے نے اپنے جسم کو مٹی سے جھاڑ لیا اور ٹھیک ٹھاک کھڑا ہو گیا اس شخص نے مجھے کہا اب اس پر سوار ہو جاؤ میں سوار ہو گیا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا پھر دشمن پر مشترکہ زبردست حملہ ہوا اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کیا میں نے دیکھا کہ وہی شخص پھر ہمارے درمیان موجود ہے میں نے کہا کہ آپ میرے کل والے ساتھی نہیں ہو؟ اس نے کہا کیوں نہیں میں نے کہا میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں یہ بتاؤ تم کون ہو وہ یہ سن کر فوراً کھڑے ہو گئے جب ہم نے اس کے نیچے دیکھا تو زمین ہری بھری ہو چکی تھی معلوم ہوا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعا کو جس مریض و بیمار پر پڑھا ہے اللہ تعالیٰ نے شفاء دی ہے۔ (حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

کس رنگ کا گھوڑا سب سے اچھا ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم جہاد کے لئے نکلنا چاہو اور جہاد پر جانے کا ارادہ کرلو تو ایک پسندیدہ اور عمدہ گھوڑا خرید کر جاؤ جو سیاہ رنگ کا ہو اور اس کی پیشانی پر سفید نشان ہو اور جس کے پاؤں سفید رنگ کے ہوں اس رنگ کے

گھوڑے سے تم غنیمت بھی حاصل کرلو گے اور تم محفوظ بھی رہو گے۔

(بخاری و مسلم شریف)

حضرت ابو وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم ایسے گھوڑے خریدو جو سرخ رنگ والے ہوں اور ان کی پیشانی اور پاؤں سفید رنگ کے ہوں، یا پھر کالے رنگ کے گھوڑے ہوں جن کی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں یا جن کے رنگ میں سرخ اور سیاہی ملی جلی ہو اور ان کی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں۔ (ابوداؤد)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی ساری برکت ان گھوڑوں میں ہے جو خالص سرخ ہوتے ہیں۔

(ابو داؤد)

نبی آخر زمان ﷺ کے گھوڑوں کے نام

نبی السیف اور رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ جیش الانبیاء والمرسلین تھے اور مختصر عرصہ میں آپ کو بڑا کام سرانجام دینا تھا تیرہ سالہ مکی دور میں چونکہ تلوار اٹھانے کی آپ کو اللہ کی طرف سے اجازت نہیں تھی اور مدینہ منورہ میں آپ کی مدنی زندگی کا صرف دس سالہ عرصہ گذرا تھا اس میں آپ نے ۲۷ بڑی جنگوں میں حصہ لیا اور چھپن چھاپہ مار دستے مختلف علاقوں میں روانہ فرمائے اور دس سال کے مختصر عرصے میں آپ نے جزیرہ عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا ظاہر ہے جنگوں کے اتنے بڑے سپہ سالار کے لئے وقت کے عمدہ تر جنگی سامان کی بھی ضرورت پڑتی ہے اسلحہ کے علاوہ گھوڑے اس وقت کے جنگی ساز و سامان میں سب سے زیادہ بنیادی حیثیت رکھتے تھے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدہ عمدہ گھوڑے کافی مقدار میں استعمال میں لائے ہیں آپ کے سات ے گھوڑے تو ایسے تھے جس میں سب علماء کا اتفاق ہے کہ اسی نام کے یہی گھوڑے تھے، مثلاً

(۱) السکب یہ آپ ؐ کا پہلا گھوڑا تھا جو آپ نے ایک دیہاتی سے خرید لیا تھا اور یہ پہلا گھوڑا تھا جس پر سوار ہو کر حضور اکرم نے جنگ احد میں شرکت فرمائی اس وقت مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے ایک یہی گھوڑا تھا اور دوسرا گھوڑا ابو بردہ بن نیار کے پاس تھا۔

(۲) المرتجز (۳) اللحیف (۴) اللزاز (۵) الظرب (۶) الورد (۷) اور ساتواں سبحہ تھا۔

ان سات گھوڑوں کے علاوہ کوئی تیرہ گھوڑے ایسے بھی تھے جس کے نام اور تعیّن میں علماء کا کچھ اختلاف بھی ہے۔

(۱) ابلق (۲) ذوالعقال (۳) ذواللمہ (۴) المرتجل (۵) المراوح (۶) السرحان (۷) الیعسوب (۸) الیعبوب (۹) البحر (۱۰) الشحا (۱۱) ملاوح (۱۲) الطرف (۱۳) النجیب۔

ان تیرہ گھوڑوں کے علاوہ حضور اکرم کے پاس تین خچر بھی تھے جس پر آپ کبھی کبھی سوار ہوتے تھے اس کے نام یہ ہیں۔

(۱) دلدل (۲) فضہ (۳) شہباء

جنگی گھوڑے اور سواری کے دیگر خچروں کو ملا کر سب ۲۳ گھوڑے بنتے ہیں جن کو آپ نے مختلف جنگوں میں استعمال فرمائے ہیں اور امت کو یہ پیغام چھوڑا ہے کہ گھوڑوں کا نام رکھنا سنت ہے اور سنتوں اور فرائض کو زندہ رکھنے کے لئے جہاد فرض ہے

؎ صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
ہر مسلمان رگ باطل کے لئے نشتر تھا
اس کے آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسہ اسے قوت بازو پر تھا
ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا
باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پدر قابل میراث پدر کیوں کر ہو؟
کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصر نو، رات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے
چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکب قسمت اقوام ہے خلافت تیری
کیوں ہراساں ہے صھیل فرس اعدا سے
نور حق بجھ نہ سکے گا نفس اعدا سے
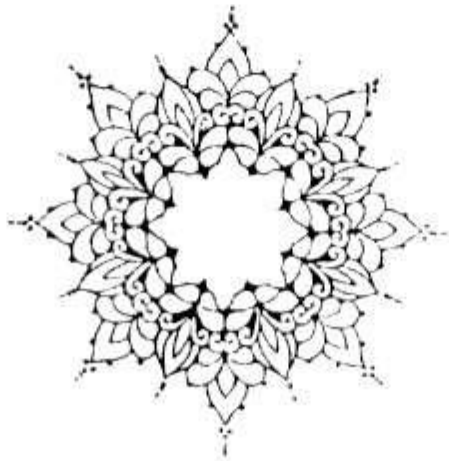
محترم قارئین!

بندہ نے مجاہدین ساتھیوں کی خدمت میں یہ ایک محنت پیش کی ہے اگر احباب نے اسے پسند فرمایا تو بندہ اس محنت و کاوش میں مزید اضافہ کردے گا گویا یہ موجودہ حصہ پہلی پیش کش ہے اور انشاء اللہ دوسری پیش کش کی کوشش کی جائے گی۔ تاکہ مجاہد نوجوانوں کے ہاتھ میں جہاد مقدس کے حوالہ سے ہمہ پہلو ایک جامع کتاب آجائے اللہ کی ذات بابرکات سے انتہائی عاجزانہ دعاء ہے کہ وہ اس "کتاب الجہاد" کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں نافع خاص و عام بنائے۔ آمین یا رب العالمین

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وعلی
آلہ واصحابہ اجمعین

فضل محمد غفرلہ یوسف زئی۔
استاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
جمعہ ۱۵ شوال سن ۱۴۱۸ ہجری
۱۳ فروری سن ۱۹۹۸ عیسوی

چوتھے شعر کے تغیر کے ساتھ شاعر مشرق کا ترانہ ۔

چین و عرب ہمارا ، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم ، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

تیغوں کے سایوں میں پل کر جواں ہوئے ہم
خنجر بلالؓ کا ہے قومی نشاں ہمارا

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اے گلستانِ اندلس! وہ دن بھی یاد ہیں تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

اے موجِ دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا